اور جو مہاجرین و انصار سابق اور مُقدم ہیں اور جتنے لوگ اِخلاص کے ساتھ اُن کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اُس سے راضی ہوئے۔ (التوبۃ ۱۰۰)

بچوں اور نوجوانوں کے لئے آسان

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی

- صحابہ کرام کی عملی زندگی
- صحابہ کرام کے بیانات
- معاملات، رہن سہن، معاشرت اور بڑوں کا ادب دل نشیں انداز میں
- صحابہ کرام کی وصیتیں
- صحابہ کرام کی دُعائیں
- سلیس اُردو زبان میں بچوں اور نوجوانوں کے لئے یکساں مفید

جمع و ترتیب
محمد حنیف عبدالمجید
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

معاونین
خلیل الرحمن، محمد عمران
فاضلان جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

تقریظ
مولانا نور البشر صاحب مدظلہ
اُستاذ الحدیث و رفیق شعبۂ تصنیف
جامعہ فاروقیہ

بیت العلم ٹرسٹ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر تھی۔ آپ ہمیشہ سچ ہی بولتے تھے اس وجہ سے ''صدیق'' (ہمیشہ سچ بولنے والا) آپ کا لقب تھا۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ بہت بڑے تاجر تھے، آپ کی دیانت داری، سچائی اور امانت داری بہت مشہور تھی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی جان، مال سب کچھ دین کی دعوت وتبلیغ کے لئے وقف کر دیا۔

کفار کے ظلم وستم کے خلاف آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام جہاد میں شریک ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد مسلمانوں کے پہلے خلیفہ چنے گئے، تقریباً سوا دو برس آپ خلیفہ رہے اور جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کا زہد

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو آپ کی خدمت میں شہد ملا ہوا پانی پیش کیا گیا، جب آپ نے اسے ہاتھ میں لیا تو رونے لگے اور ہچکیاں مار مار کر رونا شروع کر دیا جس سے ہم سمجھے کہ انہیں کچھ ہو گیا ہے، لیکن (رعب

کی وجہ سے) ہم نے ان سے کچھ نہ پوچھا۔ جب آپ چپ ہوگئے تو ہم نے کہا: اے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے خلیفہ! آپ اتنا زیادہ کیوں روئے؟

انہوں نے فرمایا: (شہد ملا ہوا پانی دیکھ کر مجھے ایک واقعہ یاد آگیا تھا اس کی وجہ سے رویا تھا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ) میں ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھا، اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کسی چیز کو اپنے سے دور کر رہے ہیں، لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیا چیز تھی جسے آپ دور کر رہے تھے مجھے تو کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: دنیا میری طرف بڑھی تو میں نے اس سے کہا: دور ہو جا تو اس نے کہا: آپ تو مجھے لینے والے نہیں ہیں (یعنی یہ تو مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے نہیں لیں گے، میں ویسے ہی زور لگا رہی ہوں) حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا (اس واقعہ کے یاد آنے سے میں رویا) اور شہد ملا ہوا پانی پینا میرے لئے مشکل ہوگیا اور مجھے ڈر لگا کہ اسے پی کر کہیں میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے طریقے سے ہٹ نہ جاؤں اور دنیا مجھ سے چمٹ نہ جائے۔[1]

کسی کو تکلیف پہنچانے کے بعد راضی کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا:

"جب صبح ہو تو تم صدقے کے اونٹ ہمارے پاس لے آؤ، ہم انہیں تقسیم کریں گے اور ہمارے پاس اجازت کے بغیر کوئی نہ آئے۔"

ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا: یہ نکیل لے جاؤ، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کوئی اونٹ دے دے۔

چناں چہ وہ آدمی گیا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر

---

[1] مجمع الزوائد، کتاب الزھد، باب فیمن کرہ الدنیا: ۱۰/۳۲۱، رقم: ۱۷۸۵۸

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا اونٹوں (کے باڑے) میں داخل ہورہے ہیں۔ یہ بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ داخل ہوگیا۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے اسے دیکھ کر فرمایا:
تم ہمارے پاس کیوں آگئے؟

پھر اس کے ہاتھ سے نکیل لے کر اسے ماری۔

جب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس آدمی کو بلایا اور اسے نکیل دی اور فرمایا: تم اپنا بدلہ لے لو تو حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! یہ آپ سے بدلہ بالکل نہیں لے گا۔ آپ اسے مستقل عادت نہ بنائیں (کہ امیر تنبیہ کرنے کے لئے کسی کو سزا دے تو اس سے بدلہ لیا جائے) حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا:

مجھے قیامت کے دن اللہ سے کون بچائے گا؟ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے کہا: آپ (اسے کچھ دے کر) راضی کرلیں۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے اپنے غلام سے کہا: تم میرے پاس ایک اونٹ، کجاوہ، ایک کمبل اور پانچ دینار لاؤ، چناں چہ یہ سب کچھ اس آدمی کو دے کر اسے راضی کیا۔[1]

فَائِدَہ: پہلے تو کوشش کرنی چاہیے کہ ہم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، غیر ارادی طور پر کسی کو ہم سے تکلیف پہنچ گئی اور بعد میں خیال آئے تو معافی مانگ لینی چاہیے، یا اس کو کچھ دے کر راضی کر لینا چاہیے۔ اسی موضوع پر ہمارے ادارے بیت العلم ٹرسٹ نے ایک کتاب ''کسی کو تکلیف نہ دیجیے'' کے نام سے اور دوسری کتاب ''مظلوم کی آہ!'' کے نام سے شائع کی ہے ''کسی کو تکلیف نہ دیجیے'' میں تکلیف سے بچانے کے راستے اور فوائد، تکلیف سے پہنچانے کے اسباب، دوسروں کو خوش رکھنے اور معاشرت کے آداب، معاملات کی درستگی، خیر خواہی اور خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کرنے والے مفید نصائح و ہدایات جمع کی گئی ہیں۔ اور ''مظلوم کی آہ!'' میں ظالم

---

[1] کنز العمّال، الثالث، کتاب الخلافة مع الامارة: ٥/٢٣٩، رقم: ١٤٠٥٤

کو ظلم سے بچانے اور مظلوم کو تسلی دینے اور اسے صبر کی تلقین کرنے والے عجیب و غریب، دل کش اور مستند واقعات وقصص جمع کیئے گئے ہیں۔ ان دونوں کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھیں، ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

گالی کے جواب میں خاموش رہنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب نہ دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آرہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔

جب وہ آدمی بہت زیادہ برا بھلا کہنے لگا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی کسی بات کا جواب دے دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر وہاں سے کھڑے ہو کر چل دیئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیچھے چل پڑے اور جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یارسول اللہ! وہ مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ بیٹھے رہے، جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اِنَّهٗ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَنْكَ، فَلَمَّا رَدَدْتَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ وَقَعَ الشَّيْطَانُ فَلَمْ اَكُنْ لِاَقْعُدَ مَعَ الشَّيْطَانِ“ پہلے تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا، جب تم نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا تو شیطان بیچ میں آکودا (اور فرشتہ چلا گیا) اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین باتیں ایسی ہیں جو بالکل حق ہیں۔

(۱) جس بندے پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس ظلم (کا بدلہ لینے) سے چشم پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی زوردار مدد کریں گے۔

(۲) جو آدمی جوڑ پیدا کرنے کے لئے ہدیہ دینے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو خوب بڑھاتے ہیں۔

(۳) جو مال بڑھانے کی نیت سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو اور کم کر دیتے ہیں۔[1]

مسلمان بھائی/بہن سے معافی مانگنا

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کچھ برا بھلا کہہ دیا، پھر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: (مجھ سے غلطی ہوگئی اس لئے) اے میرے بھائی! آپ میرے لئے اللہ سے استغفار کریں، حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو غصہ آیا ہوا تھا اس لئے وہ خاموش رہے۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ بات کئی مرتبہ کہی، لیکن حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ لوگ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے اور ساری بات حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو بتادی۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے عمر! تم سے تمہارا بھائی استغفار کا مطالبہ کر رہا ہے اور تم اس کے لئے استغفار نہیں کر رہے، یہ کیا بات ہے؟

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے! یہ جتنی مرتبہ مجھ سے استغفار کا مطالبہ کرتے تھے میں ہر مرتبہ (چپکے سے) ان کے لئے استغفار کرتا تھا اور آپ کے بعد اللہ کی مخلوق میں مجھے ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آپ کے بعد مجھے بھی ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

---

[1] مسند احمد: ۲/۴۳۶، رقم: ۹۳۴۱

''میرے ساتھی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچایا کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تو تم سب نے کہا تھا کہ تم غلط کہتے ہو اور ابوبکر نے کہا تھا، آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ان کا نام ساتھی نہ رکھا ہوتا تو میں انہیں خلیل (خاص دوست) بنالیتا۔ بہر حال وہ میرے دینی بھائی تو ہیں ہی اور یہ بھائی چارہ اللہ کے لئے ہے۔ غور سے سنو! (مسجد نبوی کی طرف کھلنے والی) ہر کھڑکی بند کردو، لیکن (ابوبکر) ابن ابی قحافہ کی کھڑکی کھلی رہنے دو۔''[1]

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے مجھے انتقال کے وقت بلایا (میں ان کے پاس گئی تو مجھ سے) فرمایا: ''ہمارے درمیان کوئی بات ہوجایا کرتی تھی جیسے سوکنوں میں ہوا کرتی ہے تو جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف کرے اور آپ کو بھی۔'' میں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی ساری باتیں معاف فرمائے اور ان سے درگزر فرمائے اور ان باتوں کی سزا سے آپ کو محفوظ فرمائے۔ حضرت اُمّ حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: آپ نے مجھے خوش کیا، اللہ آپ کو خوش فرمائے۔ پھر حضرت اُمّ حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے پیغام بھیج کر حضرت اُمّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو بلایا اور ان سے بھی یہی کہا۔[2]

تعریف کی کون سی صورت اللہ کو ناپسند ہے

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی تعریف کی تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسے تین مرتبہ فرمایا: ''تم نے اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی۔ تم میں سے کسی کو اگر کسی کی تعریف ضرور ہی کرنی ہو اور اسے اس کی اچھی صفات یقینی طور سے معلوم ہوں تو یوں کہنا چاہیے

[1] مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب جامع فی فضله: ۹/۹، رقم: ۱۴۳۲۰
[2] أخرجه ابن سعد فی الطبقات، ذکر ازواج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ۷۴/۶

"اَحْسِبُ فُلَانًا، وَاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ، وَلَا اُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا، اَحْسِبُهٗ -اِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَاكَ- كَذَا وَكَذَا" کہ میرا فلاں کے بارے میں یہ گمان ہے اور اللہ اسے بہتر جانتے ہیں، اللہ کے سامنے وہ کسی کو مقدس بنا کر پیش نہ کرے، بل کہ یوں کہے، میرا گمان یوں ہے میرا خیال یہ ہے۔"[1]

بڑوں کا ادب

امّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ کے پہلو میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سامنے سے آئے، ان کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیٹھنے کی جگہ بنادی۔

چناں چہ وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا:

"اِنَّمَا يُعْرَفُ الْفَضْلَ لِاَهْلِ الْفَضْلِ اَهْلُ الْفَضْلِ"

ترجمہ: "فضیلت والوں کی فضیلت کو فضیلت والے ہی جانتے ہیں۔"

پھر حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے بات کرنے لگے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی آواز کو بہت ہی زیادہ پست کرلیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اچانک سخت بیماری پیش آگئی ہے (جس کی وجہ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ آواز اونچی نہیں کر پا رہے ہیں) میرے دل کو اس بیماری سے سخت پریشانی ہے۔

حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے اور جب کام پورا ہوگیا تو وہ واپس چلے گئے۔

[1] مسلم، کتاب الزهد، باب النهی عن المدح اذا کان فیه افراط، رقم: ۳۰۰۰

پھر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کو ابھی کوئی بیماری پیش آگئی تھی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنی آواز بہت پست کر لی تھی۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "اِنَّ جِبْرِیْلَ اَمَرَنِیْ اِذَا حَضَرَ الْعَبَّاسُ اَنْ اَخْفِضَ صَوْتِیْ کَمَا اَمَرَکُمْ اَنْ تَخْفِضُوْا اَصْوَاتَکُمْ عِنْدِیْ"

"جبریل نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب عباس آیا کریں تو میں اپنی آواز پست کر لیا کروں جیسے جبریل نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم میرے سامنے اپنی آواز پست کر لیا کرو۔"[1]

حضرت ابن شہاب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا اپنے اپنے زمانۂ خلافت میں یہ دستور تھا کہ جب یہ حضرات سواری پر سوار ہو کر کہیں جاتے اور راستے میں حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہو جاتی تو یہ حضرات (ان کے اکرام میں) سواری سے نیچے اتر جاتے اور سواری کی لگام پکڑ کر حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ پیدل چلتے رہتے اور انہیں ان کے گھر یا ان کی بیٹھک تک پہنچا کر پھر ان سے جدا ہوتے۔

فَائِدَہ: اگرچہ اسلامی تعلیمات کی رو سے اصل فضیلت تقویٰ اور علم کو حاصل ہے لیکن ساتھ ہی چھوٹی عمر والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سے بڑی عمر والوں کی عزت کریں، یہاں تک کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

"لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ شَرَفَ کَبِیْرِنَا"[2]

تَرْجَمَہ: "وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی عزت نہ پہچانے۔"

---

[1] کنز العمّال، السابع، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة: ۲۲۱/۱۳، رقم: ۳۷۳۱۸

[2] ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الصبیان، رقم: ۱۹۲۰

خاص طور سے جس شخص کے بال سفید ہو گئے ہوں اس کی عزت و احترام کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِكْرَامُ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ" [1]

ترجمہ: "یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا ایک حصہ ہے کہ کسی سفید بالوں والے مسلمان کا احترام کیا جائے۔"

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهِ إِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهُ مَنْ يُّكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ" [2]

ترجمہ: "جو نوجوان کسی بوڑھے کی اس کی عمر کی وجہ سے عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے لوگ مقرر فرما دیتے ہیں جو اس کی بڑی عمر میں اس کی عزت کریں۔"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اگر کسی وفد میں سے کوئی چھوٹی عمر کا شخص بڑوں سے پہلے بولنا شروع کر دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تاکید فرماتے کہ بڑے کو پہلے بولنے دو۔ اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بڑوں کی عزت و توقیر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس درجے تاکید فرمائی ہے اور اس پر یقیناً اجر و ثواب ملتا ہے۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے بڑوں کا ادب کریں، ان سے پہلے نہ بولیں، ان کے سامنے زور سے نہ بولیں، بلا ضرورت کے نہ بولیں، ان کے آگے آگے نہ چلیں اور بس میں ان کے لئے سیٹ چھوڑ دیں، اس پر اللہ تعالیٰ ہمیں اجر و ثواب عطا

---

[1] ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، رقم: ٤٨٤٣

[2] ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی اجلال الکبیر، رقم: ٢٠٢٢

فرمائیں گے اور ہماری عزت کے لئے ہمارے چھوٹوں کو مقرر فرمائیں گے۔

اچھے طریقے سے سلام کا جواب دینا

حضرت زہرہ بن حمیضہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پیچھے سواری پر سوار تھا، جب ہم لوگوں کے پاس سے گزرتے تو حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ انہیں سلام کرتے، لوگ جواب میں ہمارے الفاظ سے زیادہ الفاظ سلام میں ذکر کرتے اس پر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: آج تو لوگ (اجر وثواب میں) ہم پر غالب آ گئے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آج تو لوگ ہم سے خیر میں بہت آگے نکل گئے۔ [1]

آپ کے بیانات

سب سے بڑی عقل مندی تقویٰ ہے

حضرت عروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا:

❶ اے لوگو! مجھے آپ لوگوں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، حالاں کہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں، اب قرآن نازل ہو چکا ہے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سنتیں بیان فرما چکے ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمیں یہ سکھایا ہے:

''سب سے بڑی عقل مندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑی حماقت فسق فجور ہے۔''

❷ جو تم لوگوں میں سب سے زیاہ طاقت ور ہے (اور وہ طاقت کے زور سے کم

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (اردو) مسلمان کو سلام کرنا: ۲/ ۷۸۱

زوروں کے حق کو دبا لیتا ہے) وہ میرے نزدیک کم زور ہے۔ میں کم زور کو اس طاقت ور سے اس کا حق دلوا کر رہوں گا۔ اور جو تم میں سب سے زیادہ کم زور ہے (جس کے حق طاقت وروں نے دبا رکھے ہیں) وہ میرے نزدیک طاقت ور ہے، میں ان کے حق طاقت وروں سے ضرور لے کر دوں گا۔

۳ اے لوگو! میں تو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا) اتباع کرنے والا ہوں۔ اپنی طرف سے گھڑ کر نئی باتیں لانے والا نہیں ہوں۔

اگر میں اچھے کام کروں تو آپ لوگ ان میں میری مدد کریں اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دیں۔

میں اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[1]

سچ بولنا امانت اور جھوٹ بولنا خیانت ہے

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ پچھلی روایت کا کچھ مضمون ذکر کرنے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ "سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے" پھر یہ اضافہ کرتے ہیں:

غور سے سنو!

میرے نزدیک سچ بولنا امانت داری ہے اور جھوٹ بولنا خیانت ہے۔

اسی طرح حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان: "میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں" کے بعد یہ کہا:

اللہ کی قسم! ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان سب سے بہتر تھے اور اس بات میں کوئی ان سے مزاحمت کرنے والا نہیں تھا، لیکن مؤمن آدمی یوں ہی کسرِ نفسی (تواضع) کیا

[1] کنز العمّال، الثالث، کتاب الخلافة مع الامارة: ۵/ ۲۴۳، رقم: ۱۴۰۶۹

کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت حسن رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے یہ بھی نقل کیا کہ ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

میری تو دلی تمنا ہے کہ آپ لوگوں میں سے کوئی آدمی اس خلافت کا بوجھ اٹھالیتا اور میں اس ذمہ داری سے بچ جاتا۔

حضرت حسن رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ تمنا والی بات سچے دل سے کہی تھی (وہ واقعی خلیفہ نہیں بننا چاہتے تھے) پھر ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

۴ اگر تم لوگ یوں چاہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو سیدھے راستے پر لے آیا کرتے تھے، اسی طرح مجھے بھی لے آیا کریں یہ بات تو مجھے حاصل نہیں ہے۔ میں تو عام انسان ہی ہوں، اس لئے تم لوگ میری نگرانی رکھو۔[1]

حضرت حسن رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایسا زبردست بیان کیا تھا کہ اللہ کی قسم! اس کے بعد ویسا بیان تو کبھی ہوا ہی نہیں۔[2]

اپنے نفس کا محاسبہ کرو

حضرت عبداللہ بن عکیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: جب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیعتِ خلافت ہوگئی تو وہ منبر پر تشریف لے گئے اور منبر پر جہاں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بیٹھا کرتے تھے اس سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھے۔ پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو (! اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور آخر میں اس مضمون کا اضافہ کیا کہ)

۵ اپنے نفس کا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ (اللہ کی طرف سے) کیا جائے۔

---

[1] كنز العمال، الثالث، كتاب الخلافة: ٥/٢٤٠، رقم: ١٤٠٥٨ [2] أيضًا

❻ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دے گی ان پر اللہ تعالیٰ فقر مسلط کر دیں گے۔

❼ جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے گی اللہ تعالیٰ ان سب کو مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔

❽ جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت تمہارے ذمہ نہیں ہے۔

میں اپنی بات اس پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[1]

حرام کھانے والا جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

❾ اے لوگو! اسلام میں لوگ خوشی اور ناخوشی دونوں طرح داخل ہوئے ہیں، لیکن اب وہ سب اللہ کی پناہ اور اس کے پڑوس میں ہیں، اس لئے تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی مطالبہ نہ کرے (یعنی کسی مسلمان کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچاؤ) میرے ساتھ بھی ایک شیطان رہتا ہے جب تم دیکھو کہ مجھے غصہ آگیا ہے تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ کہ کہیں میں تمہارے بالوں اور کھالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔

❿ اے لوگو! اپنے غلاموں کی آمدنی کی تحقیق کر لیا کرو کہ حلال ہے یا حرام، اس لئے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہو وہ جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔[2]

---

[1] كنز العمّال، الثالث، كتاب الخلافة، مع الامارة: ٢٥٢/٥، رقم: ١٤١١٠

[2] حیاۃ الصحابہ (اردو)، خلافت لوگوں کو واپس کرنا: ۲/ ۵۰، ۵۱

موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے، تمہیں تلاش کر رہی ہے

حضرت عاصم بن عدی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وفات کے اگلے دن حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی طرف سے ایک آدمی نے اعلان کیا کہ اسامہ کے لشکر کی روانگی کا کام مکمل ہو جانا چاہیے۔ غور سے سنو! اب اسامہ کے لشکر کا کوئی آدمی مدینہ میں باقی نہیں رہنا چاہیے، بل کہ جرف میں جہاں ان کے لشکر کا پڑاؤ ہے وہاں پہنچ جانا چاہیے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے، پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا:

اے لوگو! میں تو تمہارے جیسا ہوں، مجھے معلوم تو نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ تم لوگ مجھے اس چیز کا مکلّف بناؤ جو صرف حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بس میں تھی (اور میرے بس میں نہیں) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کو تمام جہانوں پر فوقیت عطا فرمائی تھی اور انہیں چنا تھا اور ان کی تمام آفات سے حفاظت عطا فرمائی تھی اور میں (ان ہی کے) پیچھے چلنے والا ہوں، اپنی طرف سے نئی چیزیں گھڑنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں سیدھا چلوں تو تم میرے پیچھے چلوں اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تم لوگ مجھے سیدھا کر دو۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی شان تو یہ تھی کہ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا انتقال ہوا تو اس وقت اُمّت میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا جو کوڑے کی مار یا اس سے بھی کم ظلم کا مطالبہ کر رہا ہو۔

(۱۱) غور سے سنو! میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا ہوا ہے جو میرے پاس آتا رہتا ہے، جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ سے تم لوگ الگ ہو جاؤ، کہیں میں تمہاری کھالوں اور بالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ تم لوگ صبح اور شام اس موت کے منہ میں ہو جس کا تمہیں علم نہیں کہ کب آجائے گی۔ تم اس کی پوری کوشش کرو کہ جب بھی تماری موت آئے تو تم اس وقت نیک عمل میں لگے ہوئے ہو، اور تم ایسا صرف اللہ کی

مدد سے ہی کر سکتے ہو۔

لہٰذا جب تک موت نے مہلت دے رکھی ہے اس وقت تک تم لوگ نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، اس سے پہلے کہ موت آجائے اور عمل کرنے کا موقع نہ رہے، کیوں کہ بہت سے لوگوں نے موت کو بھلا رکھا ہے اور اپنے اعمال دوسروں کے لئے کر دیئے ہیں، لہٰذا تم ان جیسے نہ بنو، خوب کوشش کرو اور مسلسل کوشش کرو اور (سستی سے کام نہ لو بلکہ) جلدی کرو، کیوں کہ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے جو تمہیں تلاش کر رہی ہے اور اس کی رفتار بہت تیز ہے، لہٰذا موت سے چوکنے رہو اور آباؤ اجداد، بیٹوں اور بھائیوں (کی موت) سے عبرت حاصل کرو اور زندہ لوگوں کے ان نیک اعمال پر رشک کرو جن پر تم مردوں کے بارے میں رشک کرتے ہو یعنی دنیاوی چیزوں میں زندہ لوگوں پر رشک نہ کرو۔[1]

حضرت سعید بن ابی مریم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خلیفہ بنائے گئے تو منبر پر تشریف فرما ہوئے، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا:

اللہ کی قسم! اگر ہمارے ہوتے ہوئے تمہارے اجتماعی کاموں کے خراب ہوجانے کا خطرہ نہ ہوتا تو (میں خود خلیفہ نہ بنتا بلکہ) میں یہ چاہتا کہ جو تم میں سے مجھے سب سے زیادہ مبغوض ہے اس کی گردن میں اس امر خلافت کی ذمہ داری ڈال دی جاتی پھر اس کے لئے اس میں کوئی خیر نہ ہوتی۔

⑫ غور سے سنو! دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ بدبخت لوگ ''بادشاہ'' ہیں۔ اس پر تمام لوگوں نے گردنیں بلند کیں اور سر اٹھا کر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف دیکھنے لگے، پھر فرمایا:

---

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه، السنة الحادية عشر، ذكر اول امر ابى بكر فى خلافته: ٢/ ٢٤٤

تم لوگ جلد باز ہو اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہو۔ جو بھی کسی ملک کا بادشاہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بادشاہ بنانے سے پہلے اس کے ملک کو جانتے ہیں اور بادشاہ بن جانے پر اس کی آدھی عمر کم کر دیتے ہیں اور اس پر خوف اور غم مسلط کر دیتے ہیں اور جو کچھ خود اس کے اپنے پاس ہے اس سے اس کا دل ہٹا دیتے ہیں اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کا لالچ اس میں پیدا کر دیتے ہیں، وہ چاہے کتنے اچھے کھانے کھائے اور عمدہ کپڑے پہنے، لیکن اس کی زندگی تنگ ہوگی، سکھ چین اسے نصیب نہ ہوگا، پھر جب اس کا سایہ ختم ہوتا ہے اور اس کی جان نکل جاتی ہے اور اپنے رب کے پاس پہنچ جاتا ہے تو وہ اس سے سختی سے حساب لیتا ہے اور اس کی بخشش کا امکان بہت کم ہوتا ہے، بل کہ اس کی بخشش ہی نہیں ہوتی۔

غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے

حضرت عبداللہ بن عکیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا:

۱۳ اما بعد! میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اللہ کی شایانِ شان تعریف کرو اور اللہ کے عذاب کا خوف تو ہونا چاہیے، لیکن ساتھ ساتھ اس کی رحمت کی امید بھی رکھو اور اللہ سے خوب گڑگڑا کر مانگو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَامُ اور ان کے گھر والوں کی قرآن کریم میں تعریف فرمائی ہے:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝﴾[1]

---

[1] سورۃ الانبیاء: آیت ۹۰

ترجمہ: ’’یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید خوف کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔‘‘

اے اللہ کے بندو! تم یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بدلے میں تمہاری جانوں کو گروی رکھا ہوا ہے اور اس پر اللہ نے تم سب سے پختہ عہد لیا ہوا ہے اور اس نے تم سے (دنیا کے) تھوڑے اور ختم ہوجانے والے مال اور سامان کو (آخرت کے) زیادہ اور ہمیشہ رہنے والے اجر کے بدلے میں خرید لیا ہے۔

یہ تم میں اللہ کی کتاب ہے جس کے عجائب ختم نہیں ہوسکتے اور اس کا نور کبھی بجھ نہیں سکتا، لہٰذا اس کتاب کے ہر قول کی تصدیق کرو، اس سے نصیحت حاصل کرو اور اندھیرے والے دن کے لئے اس میں سے روشنی حاصل کرو۔

اللہ نے تمہیں صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور لکھنے والے کریم فرشتوں کو تم پر مقرر کیا ہے جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔

اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ تم صبح اور شام اس موت کی طرف بڑھ رہے ہو جس کا وقت مقرر ہے، لیکن تمہیں وہ بتایا نہیں گیا، تم اس کی پوری کوشش کرو کہ جب تمہاری عمر کا آخری وقت آئے تو تم اس وقت اللہ کے کسی عمل میں لگے ہوئے ہو اور ایسا تو تم صرف اللہ کی مدد سے ہی کرسکتے ہو۔

لہٰذا عمر کے پورے ہونے سے پہلے تمہیں جو مہلت ملی ہوئی ہے اس میں نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، ورنہ تمہیں اپنے برے اعمال کی طرف جانا پڑے گا، کیوں کہ بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو بھلا رکھا ہے اور اپنی عمر دوسروں کو دے دی ہے یعنی اپنے ایمان وعمل کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے۔ میں تمہیں ان جیسا بننے سے سختی سے روکتا ہوں، جلدی کرو، کیوں کہ تمہارے پیچھے موت کا فرشتہ لگا ہوا ہے جو تمہیں تیزی سے تلاش کر رہا ہے اس کی رفتار بہت تیز ہے۔[1]

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٦٩، رقم: ٨٠

موت سے پہلے صدقہ کرو، تاکہ موت کے بعد کام آئے

⑭ حضرت عمرو بن دینار رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: تمہارے فقر وفاقہ کی وجہ سے میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس کی شان کے مطابق اس کی تعریف کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو، کیوں کہ وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے۔[1]

تم اس بات کو بھی جان لو کہ جو عمل تم خالص اللہ کے لئے کرو گے تو اس طرح تم اپنے رب کی اطاعت کرو گے اور اپنے حق کو محفوظ کرلو گے، لہٰذا تم اپنے قرضہ دینے کے زمانے میں یعنی دنیاوی زندگی میں جو تم نے کمایا ہے وہ سب (اللہ کو) دے دو اور اپنے سامنے ان کو بطورِ نوافل کے رکھو (یعنی جتنا مال خرچ کرنا فرض ہے وہ تو خرچ کرنا ہی ہے مزید اور بھی خرچ کرو) اس طرح تمہیں شدید ضرورت کے وقت اور عین محتاجی کے زمانے میں اپنی ان کمائیوں کا اور دیئے ہوئے اپنے قرضوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

⑮ اے اللہ کے بندو! ان لوگوں کے بارے میں سوچو، جو تم سے پہلے دنیا میں تھے، وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟

وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے زمین کو خوب بویا اور جوتا تھا، خوب کھیتی باڑی کی تھی اور سامان وتعمیرات سے زمین کو خوب آباد کیا تھا؟ آج سب لوگ انہیں بھول چکے ہیں اور ان کا تذکرہ تک بھلایا جاچکا ہے، لہٰذا آج وہ ایسے ہیں جیسے کہ وہ کچھ بھی نہ تھے اور ان کے کفر وظلم کی وجہ سے ان کے گھر اور شہر ویران پڑے ہیں اور وہ بادشاہ خود اس وقت قبر کی تاریکیوں میں ہیں۔ کیا تم ان ہلاک ہونے والوں میں سے کسی کو

---

[1] اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عکیم والی پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور مزید یہ مضمون ذکر کیا۔

دیکھتے ہو یا ان میں سے کسی کی ہلکی سی بھی آواز سنتے ہو۔

تمہارے وہ ساتھی اور بھائی آج کہاں ہیں جن کو تم پہچانتے تھے؟

وہ ان اعمال کے بدلے کی جگہ پر پہنچ گئے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے تھے اور بدبختی یا نیک بختی دونوں میں سے کسی ایک کی جگہ میں پہنچ گئے ہیں۔

۱۶ اللہ تعالیٰ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی ایسا نسب کا رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اسے خیر دے اور اس سے برائی کو دور کرے۔ اللہ سے یہ باتیں تو صرف اس کی طاعت اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔

۱۷ وہ راحت راحت نہیں ہے جس کے بعد جہنم ہو اور وہ تکلیف تکلیف نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

جس قول میں اللہ کی رضا مقصود نہ ہو، اس میں کوئی خیر نہیں

۱۸ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اس قول میں کوئی خیر نہیں جس سے اللہ کی رضا مقصود نہ ہو اور اس مال میں کوئی خیر نہیں جسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کیا جائے اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جس کی نادانی اس کی بردباری پر غالب ہو اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو اللہ کے معاملے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے ڈرے۔[2]

جو تم میں سے مر گئے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو

۱۹ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتے ہیں جس سے مقصود صرف ان کی ذاتِ

---

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٧٠، رقم: ٨١

[2] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٧١، رقم: ٨٢

عالی ہو، لہٰذا تم اپنے اعمال سے صرف اسی کی ذات کو مقصود بناؤ اور اس کا یقین رکھو کہ تم جو عمل خالص اللہ کے لئے کرو گے تو وہ ایک نیکی ہے جو تم نے کی ہے اور بڑا حصہ ہے جسے حاصل کرنے میں تم کام یاب ہوگئے، یہ تمہاری ایسی آمدنی ہے جو تم نے (اللہ کو) دے دی ہے۔ یہ قرض ہے جو تم نے فانی دنیا کے دنوں سے لے کر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کے لئے آگے بھیج دیا ہے اور یہ قرض تمہیں اس وقت کام آئے گا جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی۔

اے اللہ کے بندو! جو تم میں سے مر گئے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو اور جو تم سے پہلے تھے ان کے بارے میں غور کرو کہ وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں۔

اے اللہ کے بندوں! کہاں ہیں وہ حسین و جمیل لوگ جن کے چہرے خوب صورت تھے اور وہ اپنی جوانی پر اکڑتے تھے۔ اب وہ مٹی ہو چکے ہیں اور جن اعمال کے بارے میں انہوں نے کمی بیشی کی تھی اب وہ اعمال ان کے لئے حسرت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بہت سے شہر بنائے تھے اور شہروں کے اردگرد بڑی مضبوط دیواریں بنائی تھیں اور ان میں عجیب و غریب چیزیں بنائی تھیں اور بعد میں آنے والوں کے لئے وہ ان شہروں کو چھوڑ کر چلے گئے اور اب ان کے رہنے کی جگہیں ویران پڑی ہوئی ہیں اور وہ خود قبر کی اندھیریوں میں ہیں۔ کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی ہلکی سی بھی آواز سنتے ہو؟

تمہارے وہ بیٹے اور بھائی کہاں ہیں جنہیں تم پہچانتے ہو؟

ان کی عمریں ختم ہو گئیں اور جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے تھے اب وہ ان اعمال کے پاس پہنچ گئے ہیں اور وہاں ٹھہر گئے ہیں اور موت کے بعد بدبختی یا نیک بختی والی جگہ ان کو مل گئی ہے۔

⑳ غور سے سنو! اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان

کوئی ایسا خاص تعلق نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اسے خیر دے اور اس سے برائی کو ہٹادے۔ اللہ سے تعلق تو صرف اطاعت سے اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے بنتا ہے۔

اس بات کو جان لو کہ تم ایسے بندے ہو جنہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ صرف اس کی اطاعت سے حاصل ہوسکتا ہے۔[1]

نفاق والے خشوع سے اللہ کی پناہ مانگو

۲۱ حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نفاق والے خشوع سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! نفاق والا خشوع کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دل میں تو نفاق ہو، لیکن ظاہری بدن میں خشوع ہو۔''[2]

اپنی خواہش کے پیچھے چلنے سے بچو

حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے: کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اور ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور موت کے بعد کے اکرام کا اس سے سوال کرتے ہیں، کیوں کہ میری اور تمہاری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] أخرجه ابن جرير فی تاريخه، السنة الحادية عشر ذكر اول امر ابی بكر فی خلافته: ۲/۲۴۵

[2] كنز العمّال، الرابع، كتاب الصلاة: ۸/۹۳، رقم: ۲۲۵۲۰

اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جنہیں اللہ نے حق دے کر خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا، تاکہ جو شخص زندہ ہے وہ اسے ڈرائیں اور کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جائے۔

۲۲ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

میں آپ لوگوں کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کے اس دین کو مضبوطی سے پکڑو جو اس نے تمہارے لئے شریعت بنایا اور جس کی اس نے تمہیں ہدایت دی۔

کلمہ اخلاص (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کے بعد ہدایت اسلام کی جامع بات یہ ہے کہ اس آدمی کی بات سنی اور مانی جائے جس کو اللہ نے تمہارے تمام کاموں کا والی اور ذمہ دار بنایا ہے، جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے والی اور ذمہ دار کی اطاعت کی وہ کامیاب ہو گیا، جو حق اس کے ذمہ تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔

۲۳ اپنی خواہش کے پیچھے چلنے سے بچو، جو آدمی خواہش کے پیچھے چلنے، لالچ میں پڑنے اور غصہ میں آنے سے محفوظ رہا وہ کامیاب ہو گیا۔

اترانے سے بچو! اس انسان کا کیا اترانا جو مٹی سے بنا ہے اور عن قریب مٹی میں چلا جائے گا، پھر اسے کیڑے کھا جائیں گے۔ آج وہ زندہ ہے اور کل وہ مرا ہوا ہوگا۔

ہر روز اور ہر گھڑی عمل کرتے رہو۔

مظلوم کی بددعا سے بچو۔[1]

اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔

صبر کرو، کیوں کہ ہر عمل صبر کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔

---

[1] ظلم اور مظلوم کی بددعا سے بچنے کے لئے ''مظلوم کی آہ'' نامی کتاب کا ضرور مطالعہ کریں

چوکنے رہو، کیوں کہ چوکنا رہنے سے فائدہ ہوتا ہے۔
عمل کرتے رہو، کیوں کہ عمل ہی قبول ہوتے ہیں۔

اللہ نے اپنے جس عذاب سے ڈرایا ہے اس سے ڈرتے رہو اور اللہ نے اپنی جس رحمت کا وعدہ کیا ہے اسے حاصل کرنے میں جلدی کرو۔

سمجھنے کی کوشش کرو اللہ تمہیں سمجھا دے گا۔ بچنے کی کوشش کرو اللہ تمہیں بچا دے گا، کیوں کہ اللہ نے وہ اعمال بھی تمہارے سامنے بیان کردیئے ہیں جن کی وجہ سے تم سے پہلے لوگوں کو اللہ نے ہلاک کیا ہے اور وہ اعمال بھی بیان کردیئے ہیں جن کی وجہ سے نجات پانے والوں کو نجات ملی۔

اللہ نے اپنی کتاب میں اپنا حلال اور حرام اور پسندیدہ اور ناپسند اعمال سب بیان کردیئے ہیں۔

میں تمہارے بارے میں اور اپنے بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔

اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔ برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی سے ملتی ہے۔

تم اس بات کو جان لو کہ جو عمل خالص اللہ کے لئے کرو گے تو اس سے تم اپنے رب کے مطیع بنو گے اور (آخرت میں اجر و ثواب کے) اپنے بڑے حصے کو محفوظ کرلو گے اور قابل رشک بن جاؤ گے۔

جو اعمال تم نے فرائض کے علاوہ کیے ہیں انہیں اپنے آگے کے لئے نفل بنالو۔

اس طرح تم اللہ کو جو اعمال کا قرضہ دو گے اس قرضے کا تمہیں آخرت میں پورا پورا بدلہ ملے گا جب کہ تمہیں اس کی شدید ضرورت ہوگی۔

۲۴ اے اللہ کے بندو! اپنے ان بھائیوں اور ساتھیوں کے بارے میں سوچو جو دنیا سے جا چکے ہیں۔ جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے تھے اب وہ ان اعمال کے پاس پہنچ گئے ہیں اور وہاں ٹھہر گئے ہیں اور موت کے بعد بدبختی اور خوش قسمتی کی جگہ میں پہنچ

گئے ہیں۔

اللہ کا کوئی شریک نہیں، اللہ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی نسب کا رشتہ نہیں جس کی وجہ سے اللہ اسے کوئی خیر دے یا اس سے کوئی برائی ہٹا دے، بل کہ یہ باتیں تو صرف اللہ کی اطاعت سے اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔

میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور میں تمہارے لئے اور اپنے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اپنے نبی پر درود بھیجو۔

صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ.[1]

فَائِدَہ: نیکی کے معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ نیک کام کا جذبہ یا شوق دل میں پیدا ہوتے ہی فوراً نیک کام شروع کر دینا چاہیے فرصت کے انتظار میں نہیں بیٹھے رہنا چاہیے، کیوں کہ وقت انسان کو کبھی فرصت یا مہلت نہیں دیتا اپنی رفتار چل رہا ہوتا ہے، جب وقت ہمارا انتظار نہیں کرتا ہم کیوں وقت کو وقت دیں؟

لہٰذا جب بھی کسی نیک کام کا خیال آئے فوراً مختلف کاموں کے بیچ ترتیب بنا کر اسے کر ڈالنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو

(۲۵) حضرت یزید بن ہارون رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا:

ایک ایسے بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا جسے اللہ نے دنیا میں بہت نعمتیں دی تھیں۔ اسے رزق میں خوب وسعت دی تھی۔ اسے جسمانی صحت کی نعمت

---

[1] کنز العمّال، الثامن کتاب المواعظ والرقائق ...... ۱۶/ ۶۳، رقم: ۴۴۱۷۷

بھی دی تھی، لیکن اس نے اپنے رب کی ناشکری کی تھی، اسے اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا تم نے آج کے دن کے لئے کیا کیا اور اپنے لئے کون سے عمل آگے بھیجے۔

وہ کوئی نیک عمل آگے بھیجا ہوا نہیں پائے گا اس پر وہ رونے لگے گا۔

پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا اس پر وہ خون کے آنسو رونے لگے گا۔

پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت کھا جائے گا۔

پھر اللہ کے احکام ضائع کرنے پر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اونچی آواز سے روئے گا اور اس کی آنکھیں نکل کر اس کے رخساروں پر آگریں گی اور دونوں آنکھوں میں سے ہر آنکھ تین میل لمبی اور تین میل چوڑی ہوگی۔

پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ پریشان ہو کر کہے گا: اے میرے رب! مجھے دوزخ میں بھیج دے اور مجھ پر رحم فرما کر مجھے یہاں سے نکال دے، چناں چہ اسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

﴿اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِاللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝﴾[1]

ترجمہ: ”جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا (جیسا یہ لوگ کر رہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔[2]“

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتیں ہر آن انسان پر مبذول رہتی ہیں، یہ نعمتیں اتنی

---

[1] سورۃ التوبۃ: آیت ٦٣

[2] کنز العمّال، الاول، کتاب الاذکار: ۱۷۸/۲، رقم: ٤٣٨٨

زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ [1]

تَرْجَمَہ: ''اور اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کو ٹھیک شمار نہ کر سکو گے۔''

شیخ سعدی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے فرمایا ہے کہ اگر دوسری نعمتوں کو چھوڑ دیا جائے تو صرف زندگی کی نعمت اتنی بے حساب ہے کہ ہر سانس میں دو نعمتیں پنہاں ہیں۔ سانس کا اندر جانا ایک نعمت اور باہر آنا دوسری نعمت ہے، کیوں کہ اگر سانس اندر جائے اور باہر نہ آئے تو مصیبت ہے اور باہر آئے اندر نہ جائے تو دوسری مصیبت ہے، لہٰذا ہر سانس پر انسان کو دو نعمتیں ملتی ہیں اور ہر نعمت شکر کا تقاضا کرتی ہے، اگر ہر سانس پر آدمی ایک بار شکر ادا کرے تب بھی صرف سانس کی نعمت کا شکر ادا نہیں ہوسکتا، دوسری بے شمار نعمتوں کا کیسے شکر ادا ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ [2]

تَرْجَمَہ: ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب سخت ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو شکر گزار بندہ بہت محبوب ہے اور ناشکرا شخص نہایت ناپسند ہے۔ کیوں کہ ناشکری انتہائی تنگ نظری کی علامت ہے۔ ناشکرے شخص کو اگر کوئی ذرا سی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اسی کو لے بیٹھتا ہے، اسے وہ بے شمار نعمتیں نظر نہیں آتیں جو عین اس تکلیف کے عالم میں بھی اس پر برس رہی ہوتی ہیں اور وہ ذرا سی تکلیف کو پہاڑ بنا کر اسی کا رونا روتا رہتا ہے۔ اس کے برخلاف شکر گزار بندے کا یہ حال ہے

---

[1] سورۃ ابراھیم: آیت ۳٤ [2] سورۃ ابراھیم: آیت ۷

کہ تکلیف کے عالم میں بھی اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر رہتی ہے۔ وہ ان نعمتوں پر شکر بھی ادا کرتا ہے اور ساتھ ساتھ تکلیف کے دور ہونے کی دعا بھی کرتا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لئے ہمیں ہر وقت یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا"[1]

ترجمہ: "اے اللہ! ہم کو اپنی نعمتوں کا شکر گزار اور ان پر تعریف کرنے والا اور اس کا قبول کرنے والا بنا اور ہمارے اوپر اپنی نعمت پوری فرما دے۔"

اور زوالِ نعمت سے پناہ مانگنے کے لئے یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوالِ نعمت سے پناہ مانگنے کے لئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ."[2]

ترجمہ: "الٰہی! میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے چھن جانے سے اور تیری عافیت کے پھر جانے سے اور تیرے ناگہانی عذاب سے اور تیری ہر طرح کے غصے سے۔"

تقویٰ اختیار کرو

(۲۶) حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم تقویٰ اور پاک دامنی

---

[1] ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب التشہد: ۱/۱۳۹

[2] مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب اکثر اهل جنة: ۲/۳۵۲

اختیار کرو تو تھوڑا عرصہ ہی گزرے گا کہ تمہیں پیٹ بھر کر روٹی اور گھی ملنے لگے گا۔[1]

اللہ عزوجل سے حیا کرو

٢٧ حضرت عروہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ لوگوں میں بیان فرمایا:

اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ عزوجل سے حیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! جب میں قضائے حاجت کے لئے جنگل جاتا ہوں تو میں اپنے رب سے حیا کی وجہ سے اپنے اوپر کپڑا اوڑھے رہتا ہوں۔[2]

عافیت بہترین نعمت ہے

٢٨ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک دن منبر پر کھڑے ہوئے تو رونے لگے۔ پھر فرمایا: پہلے سال حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہم میں بیان کرنے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے تو رونے لگے اور ارشاد فرمایا:

اللہ سے معافی بھی مانگو اور عافیت بھی، کیوں کہ کسی آدمی کو ایمان و یقین کے بعد...... عافیت سے بہتر...... کوئی نعمت نہیں دی گئی...... یعنی سب سے بڑی نعمت تو ایمان و یقین ہے اور اس کے بعد عافیت ہے۔[3]

اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگنے کے لئے اس دعا کو اپنا معمول بنانا چاہیے:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ“[4]

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ، والرقائق ......: ١٦/٦٣، رقم: ٤٤١٧٦

[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٦٢

[3] ترمذی، أبواب الدعوات: ٢/١٩٦

[4] ابوداؤد، کتاب الادب، باب ما یقول اذا اصبح: ٢/٣٣٦

تَرجَمہ: ”یا اللہ! میں آپ سے دنیا و آخرت میں عافیت مانگتا ہوں۔ یا اللہ! میں آپ سے معافی اور عافیت (دنیا و آخرت کے مصائب سے نجات) کا سوال کرتا ہوں اپنے دین میں بھی، اپنی دنیا میں بھی، اپنے گھر والوں کے لئے بھی اور اپنے مال کے لئے بھی۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صبح وشام ان الفاظ سے دعا مانگا کرتے تھے اور اس مبارک دعا کا معمول آخر عمر تک رہا۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے پردہ فرما گئے۔

یہ دعا بہت ہی مبارک ہے اور اس کو صبح وشام ضرور مانگنا چاہیے۔

جھوٹ سے بچو

(٢٩) حضرت اوسط رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا:

پچھلے سال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے میری اسی جگہ کھڑے ہوکر بیان فرمایا تھا: اللہ سے عافیت مانگو، کیوں کہ کسی کو یقین کے بعد عافیت سے افضل نعمت نہیں دی گئی اور سچ کو لازم پکڑے رہو، کیوں کہ سچ بولنے سے آدمی نیک اعمال تک پہنچ جاتا ہے۔ سچ اور نیک اعمال جنت میں لے جاتے ہیں اور جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ بولنے سے آدمی فسق و فجور تک پہنچ جاتا ہے اور جھوٹ اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتے ہیں۔ آپس میں حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، قطع تعلق نہ کرو۔ ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور جیسے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔[1]

---

[1] کنز العمّال، الاول، کتاب الاذکار: ٢/٢٦٥، رقم: ٤٩٢١

مسجدیں صرف ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں

۳۰ حضرت ابوضمرہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں میں بیان فرمایا:

عن قریب تمہارے لئے ملکِ شام فتح کر دیا جائے گا۔ پھر تم وہاں کی نرم زمین میں جاؤ گے اور روٹی اور تیل سے اپنا پیٹ بھرو گے اور وہاں تمہارے لئے مسجدیں بنائی جائیں گی اور اس بات سے بچنا کہ اللہ کے علم میں یہ بات آئے کہ تم لوگ کھیل کود کیلئے ان مسجدوں میں جاتے ہو، کیوں کہ مسجدیں تو صرف ذکر کیلئے بنائی گئی ہیں[1]

آپ کی وصیتیں

آپ کی حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو وصیت

۱ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ وصیت نامہ لکھوایا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

”یہ ابوبکر صدیق کی طرف سے وصیت ہے (اور وہ یہ وصیت نامہ اس وقت کر رہے ہیں) جب کہ ان کا اس دنیا میں آخری وقت آیا ہے اور وہ اس دنیا سے جا رہے ہیں اور ان کی آخرت شروع ہو رہی ہے جس میں وہ داخل ہو رہے ہیں اور یہ موت کا وقت ایسا ہے کہ جس وقت کافر بھی غیب پر ایمان لے آتا ہے اور فاسق و فاجر بھی متقی بن جاتا ہے اور جھوٹا آدمی بھی سچ بولنے لگ جاتا ہے:

”إِنِّي اسْتَخْلَفْتُ مِنْ بَعْدِي عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ فَإِنْ عَدَلَ

[1] کنز العمّال، الرابع، کتاب الصلاۃ، حقوق المسجد: ۱۴۸/۸، رقم: ۲۳۰۷۴

فَذٰلِكَ ظَنِّي فِيْهِ وَ إِنْ جَارَ وَبَدَّلَ فَالْخَيرَ أَرَدْتُّ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ"

ترجمہ: "میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ اگر وہ عدل وانصاف سے کام لیں تو ان کے بارے میں میرا گمان یہی ہے اور اگر وہ ظلم کریں اور بدل جائیں تو (اس کا وبال ان پر ہی ہوگا اور ان کو خلیفہ بنانے سے) میرا ارادہ خیر کا ہی ہے اور مجھے غیب کا علم نہیں۔"

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا:

"فَلَا حَاجَةَ لِیْ فِيْهَا"

یعنی "پھر تو مجھے خلافت کی ضرورت نہیں۔"

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

"لٰكِنْ لَّهَا بِكَ حَاجَةٌ"

لیکن خلافت کو تمہاری ضرورت ہے، کیوں کہ تم نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا ہے اور ان کے ساتھ رہے ہو اور تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمیں اپنی ذات پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ بعض مرتبہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی طرف سے ہمیں جو ملتا تھا ہم اسے استعمال کرتے اور پھر اس میں سے جو بچ جاتا وہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گھر والوں کو بھیج دیا کرتے (یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے گھر والوں کو پہلے نہ دیتے، بل کہ ان پر ترجیح دیتے ہوئے پہلے ہمیں دیتے) اور پھر تم نے مجھے بھی دیکھا ہے اور میرے ساتھ بھی رہے ہو اور میں نے اپنے سے پہلے والے کی یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اتباع کی ہے۔

اللہ کی قسم! یہ بات نہیں ہے کہ میں سو رہا ہوں اور خواب میں تم سے باتیں کر رہا ہوں یا کسی وہم کے طور پر تمہارے سامنے یہ شہادتیں دے رہا ہوں۔ میں نے (سوچ سمجھ کر) جو راستہ اختیار کیا ہے اس سے ادھر ادھر نہیں ہٹا ہوں۔

❷ اے عمر! اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ رات میں اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق ایسے ہیں جنہیں وہ دن میں قبول نہیں کرتے اور دن میں کچھ حقوق اللہ کے ایسے ہیں جن کو وہ رات میں قبول نہیں کرتے (یعنی انسان دن میں انسانوں پر محنت کرے اور مسلمانوں کے اجتماعی کام میں لگا رہے اور رات کو کچھ وقت اللہ کی عبادت ذکر و تلاوت اور دعا میں مشغول رہے۔ دن ورات کی یہ ترتیب اللہ نے مقرر فرمائی ہے۔

❸ قیامت کے دن صرف حق کے اتباع کرنے کی وجہ سے ہی اعمال کا ترازو بھاری ہوگا اور جس ترازو میں صرف حق ہی ہو اس کا بھاری ہونا ضروری ہے۔

قیامت کے دن صرف باطل کے اتباع کرنے کی وجہ سے ہی ترازو ہلکا ہوگا اور جس ترازو میں صرف باطل ہی ہو اس کا ہلکا ہونا ضروری ہے۔

❹ سب سے پہلے میں تمہیں تمہارے اپنے نفس سے ڈراتا ہوں۔ پھر لوگوں سے ڈراتا ہوں، کیوں کہ لوگوں کی نگاہیں (لالچ کی وجہ سے) جھانکنے لگ گئی ہیں اور ان کی نفسانی خواہشات پھول گئی ہیں۔ یعنی زور پکڑ چکی ہیں، لیکن جب ان خرابیوں کی وجہ سے انہیں ذلت اٹھانی پڑے گی تو اس وقت وہ حیران و پریشان ہوں گے، کیوں کہ جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے اس وقت تک وہ لوگ تم سے ڈرتے رہیں گے۔ یہ میری وصیت ہے۔ میری طرف سے تمہیں سلام ہو۔"[1]

آپ کی حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کو وصیت

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے شام بھیجنے کے لئے لشکروں کو جمع کرنے کا ارادہ فرمایا۔ (چناں چہ لشکر جمع ہو گئے اور) ان کے مقرر کردہ امیروں میں سے سب سے پہلے حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے ان کو

---

[1] کنز العمال، الثالث، کتاب الخلافة مع الامارة: ۲۷۰/۵، رقم: ۱٤۱۷٦

حکم دیا کہ فلسطین جانے کے ارادے سے وہ ''ایلہ'' شہر سے گزریں۔ حضرت عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کا لشکر جو مدینہ سے چلا تھا اس کی تعداد تین ہزار تھی۔ اس میں حضرات مہاجرین اور انصار کی بڑی تعداد تھی۔ (جب یہ لشکر روانہ ہوا تو ان کو رخصت کرنے کے لئے) حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ، حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی سواری کے ساتھ چل رہے تھے اور ان کو ہدایات دیتے جا رہے تھے:

❺ ''يَا عَمْرُو إِتَّقِ اللّٰهَ فِيْ سِرِّ أَمْرِكَ وَعَلَانِيَتِكَ وَاسْتَحْيِهِ فَإِنَّهُ يَرَاكَ وَيَرٰى عَمَلَكَ.''

تَرجَمہ: ''اے عمرو! ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے خواہ وہ کام چھپ کر کرو یا سب کے سامنے اور اللہ سے شرم کرنا، کیوں کہ وہ تمہیں اور تمہارے تمام کاموں کو دیکھتا ہے۔''

① تم آخرت کے لئے کام کرنے والے بنو ② اور تم جو کام بھی کرو...... اللہ کی رضا کی نیت سے کرو۔ ③ جو مسلمان تمہارے ساتھ جا رہے ہیں تم ان کے ساتھ والد کی طرح شفقت کا معاملہ کرنا۔ ④ لوگوں کی اندر کی باتوں کو ہرگز نہ کھولنا، بل کہ ان کے ظاہری اعمال پر اکتفا کرلینا۔ ⑤ اپنے کام میں پوری محنت کرنا۔ ⑥ دشمن سے مقابلہ کے وقت جم کر لڑنا اور بزدل نہ بننا۔ ⑦ (اور مال غنیمت میں اگر خیانت ہونے لگے تو اس) خیانت کو جلدی سے آگے بڑھ کر روک دینا اور اس پر سزا دینا۔ ⑧ جب تم اپنے ساتھیوں میں بیان کرو تو مختصر کرنا۔ ⑨ تم اپنے آپ کو ٹھیک رکھو تو تمہارے سارے مامور تمہارے ساتھ ٹھیک چلیں گے۔''[1]

آپ کی عمرو اور ولید بن عقبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کو وصیت

حضرت قاسم بن محمد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

[1] کنز العمّال، الثالث، کتاب الخلافة مع الامارة: ۲۴۸/۵، رقم: ۱۴۰۹۱

نے حضرت عمرو اور حضرت ولید بن عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو خط لکھا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک قبیلہ قضاعہ کے آدھے صدقات وصول کرنے پر مقرر تھا۔ جب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے صدقات وصول کرنے کے لئے ان دونوں حضرات کو بھیجا تھا تو ان دونوں کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ باہر آئے تھے اور ان دونوں کو ایک ہی وصیت فرمائی تھی:

❻ ''ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرتے رہنا، کیوں کہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے (ہر مشکل اور پریشانی اور سختی سے) نکلنے کا راستہ ضرور بنا دے گا اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے روزی ملنے کا گمان بھی نہ ہوگا اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کی برائیاں دور کردے گا اور اسے بڑا اجر دے گا۔

اللہ کے بندے جن اعمال کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں ان میں سب سے بہترین اللہ کا ڈر ہے۔ تم اس وقت اللہ کے راستوں میں سے ایک راستے میں ہو۔ تمہارے اس کام میں حق کی کسی بات پر چشم پوشی کرنے کی اور کسی کام میں کوتاہی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح جس کام میں تمہارے دین کی درستگی ہے اور تمہارے کام کی ہر طرح سے حفاظت ہے اس کام سے غفلت برتنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

❼ لہٰذا سست نہ پڑنا اور کوتاہی نہ کرنا۔''[1]

آپ کی دعائیں

حضرت حسن رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه ثم دخلت سنة ثلاث عشرة، ذكر الخبر...... ۲/۳۳۲

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

❶ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ فِيْ عَاقِبَةِ أَمْرِيْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَا تُعْطِيْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ رِضْوَانَكَ وَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ"[1]

تَرجَمَہ: "اے اللہ! میں تجھ سے اپنے ہر کام کے انجام میں خیر کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو مجھے جس خیر کی توفیق عطا فرمائے اسے اپنی رضا کا اور نعمتوں والی جنتوں میں اونچے درجات کے حاصل ہونے کا ذریعہ بنا۔"

فَائِدَہ: اس دعا میں ہمیں یہ سکھلایا گیا ہے کہ کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے مدد اس کے اچھے انجام کا سوال کریں کہ یا اللہ! میرے اس کام کا خاتمہ بالخیر فرما، اسی طرح اپنی زندگی کے خاتمے کے بارے میں بھی یہ دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ! میری زندگی کا خاتمہ بالایمان فرما۔

حضرت معاویہ بن قرہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

❷ "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِيْ اٰخِرَهٗ وَ خَيْرَ عَمَلِيْ خَوَاتِمَهٗ وَ خَيْرَ أَيَّامِيْ يَوْمَ أَلْقَاكَ."[2]

تَرجَمَہ: "اے اللہ! میری عمر کا سب سے بہترین حصہ وہ بنا جو اس کا آخر ہو اور میرا سب سے بہترین عمل وہ بنا جو خاتمہ والا ہو اور میرا سب سے بہترین دن وہ بنا جو تیری ملاقات کا دن ہو۔"

فَائِدَہ: دنیا کی زندگی صرف اور صرف امتحانات سے پہلے اسباق پڑھنے پھر اس کی

---

[1] کنز العمّال، الاول، کتاب الاذکار، الادعیة المطلقة: ۲/۲۸۴، رقم: ۵۰۲٦

[2] کنز العمّال، الاول، کتاب الاذکار، الادعیة المطلقة: ۲/۲۸۴، رقم: ۵۰۲۷

تیاری میں جتنا وقت خرچ ہوتا ہے اس کے برابر ہے، نتیجہ وہی ہاتھ آئے گا جتنا امتحان میں جوابی کاپی میں لکھیں گے۔ اسی طرح یہ زندگی ختم ہوگی پھر موت آئے گی دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اس لئے ہمارا ہر عمل ہر کام اللہ کی ملاقات کو مقصد بنا کر اور یہ دنیا ہر حال میں ختم ہوگی (جو کہ انجام کار ہے) اسے اپنی نظروں کے سامنے رکھ کر ہونا چاہیے، اس لئے ہمیں اپنی دعاؤں میں اپنی آخرت کی بہتری کے لئے دعا کرنی چاہیے۔

حضرت عبدالعزیز بن سلمہ ماجشون رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

۳ "اَسْئَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ فِي الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا وَ الشُّكْرَلَكَ عَلَيْهَا حَتّٰى تَرْضٰى وَ بَعْدَ الرِّضَا وَ الْخِيْرَةَ فِي جَمِيْعِ مَايَكُوْنُ فِيْهِ الْخِيَرَةُ بِجَمِيْعِ مَيْسُوْرِ الْأُمُوْرِ كُلِّهَا لَا بِمَعْسُوْرِهَا يَا كَرِيْمُ" [1]

تَرجَمہ: "میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تمام چیزوں میں تو نعمت پوری فرمادے اور ان چیزوں پر اتنا شکر ادا کرنے کی توفیق مانگتا ہوں کہ جس سے تو راضی ہوجائے اور اس رضا مندی کے بعد یہ درخواست کرتا ہوں کہ جتنی چیزوں میں کسی ایک جانب کے اختیار کرنے کی صورت ہوتی ہے ان میں میں آسان صورت اختیار کروں اور مشکل اختیار نہ کروں اے کریم۔"

فَائِدَہ: کسی کے احسان کا بدلہ احسان نہیں چکا سکتا اور یہ احسان ونعمت اللہ تعالیٰ کی ہو تو بدلہ چکانا تو دور کی بات ان نعمتوں کا جتنا شکر انسان پر واجب ہے وہ تک ادا نہیں کرسکتا، تاہم شکر اتنا اہم ہے کہ رب العزت نے اپنے بندوں کو ہمیشہ اپنی نعمتوں کا

---

[1] کنز العمّال، الاوّل، کتاب الأذکار، الأدعیة المطلقة: ۲/۲۸۵، رقم: ۵۰۳۱

اہتمام کرنے کی تلقین کی ہے، اس سے کم سے کم بندہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں و احسانات تو حاضر رہیں گے پر بندہ کو یہ نعمتیں گناہوں سے روکیں گی کہ جس ذات نے مجھ پر اتنے احسانات کئے میں کیسے اس کی نافرمانی مول لوں۔

حضرت ابویزید مدائنی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک دعا یہ بھی تھی:

۴ "اَللّٰھُمَّ ھَبْ لِیْ اِیْمَانًا وَّ یَقِیْنًا وَّ مُعَافَاۃً وَّ نِیَّۃً." [۱]

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے ایمان و یقین عافیت اور سچی نیت نصیب فرما۔"

فائدہ: ایمان کتنی اہم اور عظیم دولت ہے، اس کا اندازہ صرف اس سے ہو جاتا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مختلف الفاظ سے ہمیں ایمان مانگنا سکھایا ہے اور تمام صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور بزرگوں کا معمول رہا کہ اپنے ایمان کی مضبوطی کے لئے ہمیشہ دعا کرتے اور امت کے ایمان کی درستگی کے لئے ہمیشہ فکر کرتے تھے۔ ہمیں بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بڑائی عظمت اور قدرت کا تذکرہ کرتے رہنا چاہیے۔ اور ان دو دعاؤں کو ہر وقت مانگتے رہنا چاہیے:

۱ "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرَضِّنِیْ مِنَ الْمَعِیْشَۃِ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ." [۲]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے اور سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ جو بات تو نے میری تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آ سکتی ہے اور رضا مندی مانگتا

---

[۱] کنز العمّال، الاوّل، کتاب الاذکار باب الأدعیة المطلقة: ۲/۲۸۵، رقم: ۵۰۲۸

[۲] کنز العمال، الاوّل، کتاب الاذکار، الفصل السادس: ۲/۸۱، رقم: ۳۶۵۴

ہوں اس رزق پر جو تو نے میرے لئے تقسیم فرمادی ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

❷ "اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا لَّا یَرْتَدُّ وَیَقِیْنًا لَّیْسَ بَعْدَهٗ کُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ کَرَامَتِكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ"[۱]

تَرجَمَہ: "اے اللہ! مجھے وہ ایمان نصیب فرما جو زائل نہ ہو سکے اور ایسا یقین دے جس کے بعد کفر نہ ہو اور وہ رحمت عطا فرما جس کے سبب میں دنیا وآخرت میں تیری عطا کردہ بزرگی کا شرف حاصل کرسکوں۔"

مُذاکرہ

سُؤال ①: صدیق کے معنی بتائیے؟

سُؤال ②: حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اصل نام کیا تھا؟

سُؤال ③: تین باتیں بالکل حق ہیں۔ وہ کون سی تین باتیں ہیں جو حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمائیں؟

سُؤال ④: حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول کوئی ایک دعا سنائیے۔

[۱] کنز العمال، الاول، کتاب الاذکار: ۷۵/۲، رقم: ۳۶۰۵

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام عمر، کنیت ابو حفص، لقب فاروق اور والد کا نام خطاب تھا۔
اسلام قبول کرنے سے پہلے مسلمانوں کے بڑے سخت دشمن تھے۔ آپ کے اسلام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور ایمان کی دولت سے اسلام کے سب سے بڑے جاں نثار بن گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے اور حکمرانی کا ایسا بہترین نظام اختیار فرمایا کہ پوری دنیا نے ان اصولوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی حکمرانی کا انتظام ترتیب دیا۔ تقریباً گیارہ برس مسلمانوں کے خلیفہ رہے۔ اور ۲۴ھ کو ایک مجوسی کے حملے سے شہید ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں دفن ہوئے۔

آپ کا زہد

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس عراق سے کچھ لوگ آئے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کھانا کھلایا تو) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا لگا کہ جیسے انہوں نے کم کھایا (وہ لوگ عمدہ کھانا کھانے کے عادی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کھانا موٹا جھوٹا اور سادہ تھا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے عراق والو! اگر میں چاہتا تو میرے لئے بھی عمدہ اور نرم کھانے تیار کئے جاتے جیسے تمہارے لئے تیار کئے جاتے ہیں، لیکن ہم دنیا

کی چیزیں کم سے کم استعمال کرنا چاہتے ہیں، تا کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا بدلہ آخرت میں مل سکے۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک قوم کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ان سے قیامت کے دن یہ کہہ دیا جائے گا:

﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾[1]

تَرجَمہ: ”تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے۔“[2]

اپنی پیاری چیزوں کو خرچ کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خیبر میں ایک زمین ملی۔ انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ”مجھے ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ (آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی کیا رائے ہے کہ میں اس کے بارے میں کیا کروں۔“

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو زمین کو وقف کر دو اور اس کی آمدنی کو صدقہ کر دو۔“

چناں چہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان شرائط پر اس زمین کی آمدنی کو صدقہ کیا کہ (۱) نہ تو یہ زمین بیچی جا سکے گی، (۲) نہ کسی کو ہدیہ کی جا سکے گی اور (۳) نہ کسی کو وراثت میں مل سکے گی اور اس کی آمدنی فقیروں ......، رشتہ داروں، ...... غلاموں کے آزاد کرانے ......، جہاد فی سبیل اللہ میں ...... اور مہمانوں پر ...... خرچ کی جائے گی اور جو اس زمین کا متولی بنے اسے اجازت ہے کہ وہ عام دستور کے مطابق اس کی آمدنی میں سے خود کھا لے اور اپنے دوست کو کھلا دے، لیکن اپنے لئے اس میں سے مال جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔[3]

---

[1] سورۃ الاحقاف: آیت ۲۰

[2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ، ذکر الصحابۃ من المهاجرين: ۱/۸۵، رقم: ۱۱۹

[3] نصب الرایۃ: ۳/۴۷۶، بحوالہ حیاۃ الصحابہ (اردو)، اپنی پیاری چیزوں کو خرچ کرنا: ۲/۲۶۲

فَائِدَہ: ہم میں سے بھی ہر شخص کو یہ نیت کر لینی چاہیے کہ میں اپنے عمدہ مال میں سے خرچ کروں گا، اسی طرح یہ بھی نیت کر لینی چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی زمین عطا فرمائی تو اس میں سے کچھ حصہ مسجد کے لئے، مدرسے کے لئے یا یتیم بیوہ کے لئے وقف کروں گا جس طرح حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک زمین اور اس کی آمدنی کو وقف کر دیا تھا، اسی طرح نیت کریں کہ کسی جگہ پانی کی ضرورت ہوگی تو وہاں کنواں کھدواؤں گا، پل کی ضرورت ہوگی تو پل بنواؤں گا یا دیہات میں ایک ڈسپنسری بناؤں گا اس نیت پر بھی اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آپ کا صدقہ کرنا

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس اپنا صدقہ لائے، اور چپکے سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیا اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور آئندہ جب بھی اللہ تعالیٰ مطالبہ فرمائیں گے میں ضرور صدقہ کروں گا۔“

پھر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنا صدقہ لائے اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیا اور عرض کیا: ”یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور مجھے اللہ کے ہاں لوٹ کر جانا ہے۔“ (میں وہاں اللہ سے اس کا بدلہ لے لوں گا)۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”تم نے اپنی کمان میں تانت کے علاوہ کچھ اور لگا دیا۔“ (یعنی تم ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پیچھے رہ گئے کہ ان کا جذبہ اللہ کو اور دینے کا ہے اور تمہارا جذبہ اللہ سے بدلہ لینے کا ہے۔ ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جذبہ اعلیٰ و افضل ہے) پھر فرمایا:

"مَابَیْنَ صَدَقَتَیْکُمَا کَمَا بَیْنَ کَلِمَتَیْکُمَا."

تم دونوں کے صدقوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ تم دونوں کے بولوں میں فرق ہے۔ (قبول تو دونوں ہوئے، لیکن ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا صدقہ زیادہ قربانی والا ہے کہ ان کی توجہ اللہ کو اور دینے کی طرف ہے)۔[1]

فَائِدَہ: صدقہ و خیرات کی کثرت بھی انسان کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کے اضافے، گناہوں کی معافی اور دوزخ کے عذاب سے بچاؤ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ قرآن و حدیث میں صدقے اور بھلائی کے کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں، فضائل حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ زیادہ روپیہ ہی خرچ کیا جائے، بل کہ ہر شخص اپنی مالی حیثیت کے مطابق صدقہ خیرات کرکے یہ فضیلت حاصل کرسکتا ہے، اگر کسی شخص کے پاس ایک ہی روپیہ ہو اور وہ اس میں سے ایک پیسہ کسی نیک کام میں خرچ کردے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے ایک لاکھ روپے کا مالک ایک ہزار روپے صدقہ کرے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل قدر و قیمت اخلاص کی ہے، اخلاص کے ساتھ کم سے کم مقدار کا صدقہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

"اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ"[2]

تَرْجَمَہ: "جہنم کی آگ سے بچو، خواہ ایک کھجور کے آدھے حصے ہی کے ذریعے کیوں نہ ہو۔"

یعنی اگر کسی شخص کے پاس صدقہ کرنے کے لئے کوئی اور چیز نہ ہو اور وہ آدھی کھجور ہی کسی ضرورت مند کو دے دے تو اس سے بھی صدقے کا ثواب حاصل ہوسکتا ہے اور یہ بھی گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

---

[1] مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة ......: رقم: ۱۰۱۶

[2] أخرجه أبو نعيم فی الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۶۶، رقم: ۶۹

کسی کو حقیر نہ سمجھو

حضرت حسن رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس کچھ لوگ آئے، ان میں سے جو عرب تھے ان کو تو حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (کچھ) دیا اور جو عجمی غلام تھے ان کو نہ دیا۔

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کو اس کا پتہ چلا تو انہوں) نے حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ لکھا: ''تم نے ان سب کو برابر کیوں نہ دیا۔

آدمی کے برا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔''[1]

مسلمان کی جان ضائع کرنے سے بچنا

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے مجھ سے پوچھا: ''جب تم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہو تو کیا کرتے ہو؟''

میں نے کہا: ''ہم شہر کی طرف کھال کی مضبوط ڈھال دے کر کسی آدمی کو بھیجتے ہیں۔''

حضرت عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے فرمایا: ''ذرا یہ بتاؤ اگر شہر والے اسے پتھر ماریں تو اس کا کیا بنے گا۔''

میں نے کہا: ''وہ تو قتل ہو جائے گا۔'' حضرت عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے فرمایا: ''ایسا نہ کیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ تم لوگ ایک مسلمان کی جان ضائع کر کے ایسا شہر فتح کرلو جس میں چار ہزار جنگجو جوان ہوں۔''[2]

---

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الجهاد، الارزاق والعطایا: ۲۴۵/۴، رقم: ۱۱۶۸۷

[2] أخرجه البیهقی، فی السنن الکبری، کتاب السیر، باب ما علی الوالی من امر الجیش: ۴۲/۹

اجازت لینے کے لئے سلام کرنا

حضرت عامر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میری ایک باندی حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیٹی کو لے کر حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس گئی اور اس نے (دروازے پر پہنچ کر) کہا: کیا میں اندر آجاؤں؟

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: نہیں، وہ واپس چلی گئی تو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اسے بلا کر کہو کہ وہ (اجازت لینے کے لئے) یوں کہے:

السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں؟[1]

ملنے کے لئے آنے والوں کا اکرام کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (اکرام کے لئے) میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یوں ہی میرے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے درمیان پڑا رہا۔''

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آئے، وہ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ ان کے لئے رکھ دیا تو حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا:

''اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سچ فرمایا۔''

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ''اے ابوعبداللہ! اللہ اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں۔'' حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا:

---

[1] کنز العمّال، الخامس، کتاب الصحبة، الاستئذان: ۹/۹۲، رقم: ۲۵۷۰۲

"ایک مرتبہ میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے وہ تکیہ میرے لئے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا: اے سلمان! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لئے تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے۔"[1]

آج کا کام کل پر نہ چھوڑو

حضرت ضحاک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ خط لکھا:

"أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ الْقُوَّةَ فِي الْعَمَلِ أَنْ لَّا تُوَخِّرُوْا عَمَلَ الْيَوْمِ لِغَدٍ فَإِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ تَدَارَكَتْ عَلَيْكُمُ الْأَعْمَالُ، فَلَا تَدْرُوْنَ أَيُّهَا تَأْخُذُوْنَ فَأَضَعْتُمْ."

تَرْجَمَہ: "امابعد! عمل میں قوت اور پختگی اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ تم آج کا کام کل پر نہ چھوڑو، کیوں کہ جب تم ایسا کروگے تو تمہارے پاس بہت سارے کام جمع ہو جائیں گے، پھر تمہیں پتہ نہیں چلے گا کہ کون سا کام کرو اور کون سا نہ کرو اور یوں بہت سارے کام رہ جائیں گے۔ اگر تمہیں دو کاموں میں اختیار دیا جائے جن میں سے ایک کام دنیا کا ہو اور دوسرا آخرت کا تو آخرت والے کام کو دنیا والے کام پر ترجیح دو، کیوں کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔

اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور اللہ کی کتاب سیکھتے رہو، کیوں کہ اس میں علوم کے چشمے اور دلوں کی بہار ہے (یعنی قرآن سے دل کو راحت ملتی ہے)۔"[2]

---

[1] أخرجه الحاكم، كتاب معرفة الصحابة: ٢٦/٤، رقم: ٦٦٢١

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ٦٧/١٦، رقم: ٤٤١٩٨

آپ کا خط حضرت فیروز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو

حضرت حرمازی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت فیروز دیلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ خط لکھا:

''امابعد! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ میدے کی روٹی شہد کے ساتھ کھانے میں مشغول ہوگئے ہیں۔ لہٰذا جب آپ کے پاس میرا یہ خط پہنچے تو آپ اللہ کا نام لے کر میرے پاس آجائیں اور اللہ کے راستے میں جہاد کریں۔''

چناں چہ حضرت فیروز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (خط ملتے ہی مدینہ) آگئے۔ انہوں نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کو اجازت دے دی (وہ اندر جانے لگے تو) ایک قریشی نوجوان بھی اندر جانے لگا، جس سے ان کا راستہ تنگ ہوگیا۔ انہوں نے اس قریشی کی ناک پر (اس زور سے) تھپڑ مارا (کہ خون نکل آیا) وہ قریشی نوجوان اسی حالت میں حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس اندر چلا گیا کہ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس نوجوان سے پوچھا:

''تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟''

اس نے کہا: ''فیروز نے'' اور وہ اس وقت دروازے پر ہی ہیں۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت فیروز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اندر آنے کی اجازت دی، وہ اندر آگئے۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا:

''اے فیروز! یہ کیا ہے؟'' حضرت فیروز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا:

''اے امیر المؤمنین! ہم نے کچھ عرصہ قبل ہی بادشاہت چھوڑی ہے (جس کا اثر ابھی ہماری طبیعتوں میں باقی ہے) بات یہ ہوئی کہ آپ نے مجھے خط بھیج کر بلوایا۔

اسے آپ نے کوئی خط نہیں لکھا اور (اجازت مانگنے پر) آپ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے نہ اجازت مانگی اور نہ آپ نے اسے اجازت دی۔ اس نے (قاعدہ کے خلاف کرتے ہوئے بلا اجازت) مجھ سے پہلے میری اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر داخل ہونا چاہا (اس پر مجھے غصّہ آگیا) اس لئے مجھ سے وہ حرکت سرزد ہوگئی جو یہ آپ کو بتا رہا ہے۔''

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ''آپ کو بدلہ دینا ہوگا۔'' حضرت فیروز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: ''کیا بدلہ ضرور دینا پڑے گا؟''

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ''ہاں ضرور دینا پڑے گا۔''

حضرت فیروز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ گھٹنوں کے بل بدلہ دینے کے لئے بیٹھ گئے اور وہ نوجوان بدلہ لینے کھڑا ہوگیا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے کہا:

''اے نوجوان! ذرا ٹھہرنا میں تمہیں وہ بات سناتا ہوں جو میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنی ہے۔

ایک دن صبح کے وقت میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''جھوٹے نبی اسود عنسی کو آج رات قتل کر دیا گیا ہے اور اس کو اللہ کے نیک بندے فیروز دیلمی نے قتل کیا ہے۔'' جب تم نے ان کے بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی یہ حدیث سن لی ہے تو کیا اس کے بعد بھی تم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہو؟'' اس نوجوان نے کہا:

''جب آپ نے ان کے بارے میں مجھے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی یہ حدیث سنائی ہے تو میں نے ان کو معاف کر دیا ہے۔''

حضرت فیروز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ''میں نے ان کو معاف کر دیا ہے۔ میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور اس نے خوشی خوشی مجھے معاف کر دیا تو کیا اس کے بعد میں اپنی اس غلطی پر (اللہ کی پکڑ سے) بچ جاؤں گا۔''

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ''ہاں'' اس پر حضرت فیروز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا:

''میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میری تلوار، میرا گھوڑا اور میرے مال میں سے تیس ہزار اس نوجوان کو ہدیہ ہیں۔'' حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا:

''اے قریشی! تم نے معاف کر کے ثواب بھی لے لیا اور تم کو اتنا مال بھی مل گیا۔''[1]

فَائِدَہ: غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت فیروز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے غلطی ہوئی تو اس کا اعتراف فرما لیا، اس سے ایک اصول یہ بھی معلوم ہوا کہ غلطی ہو جائے تو اعتراف کر لینا چاہیے کہ غلطی ہوگئی، آئندہ خیال رکھوں گا۔

مولانا علی میاں رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی اپنی والدہ کا اندازِ تربیت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوسری بات جس میں وہ قطعاً رعایت نہ کرتیں، اور اس میں ان کی غیر معمولی محبت اور شفقت حارج نہ ہوتی تھی کہ اگر میں خادم کے لڑکے یا کام کاج کرنے والے غریب بچوں کے ساتھ کوئی زیادتی، ناانصافی کرتا، یا حقارت اور غرور کے ساتھ پیش آتا تو وہ نہ صرف مجھ سے معافی منگواتیں، بل کہ ہاتھ تک جڑواتیں، اس میں مجھے کتنی ہی اپنی ذلت اور خفت محسوس ہوتی، مگر وہ اس کے بغیر نہ مانتیں، اس کا مجھے اپنی زندگی میں بہت فائدہ پہنچا، اور ظلم و تکبر و غرور سے ڈر معلوم ہونے لگا، اور دل آزاری اور دوسروں کی تذلیل کو کبیرہ گناہ سمجھنے لگا، اس کی وجہ سے مجھے اپنی غلطی کا اقرار کر لینا ہمیشہ آسان معلوم ہوا۔''[2]

دھوکہ کافر کو بھی نہیں دینا چاہیے

کوفہ کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک

[1] کنز العمّال، السابع، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة: ۱۳/۲۴۵، رقم: ۳۷۴۷۰
[2] بشکریہ ''حیا'' ڈائجسٹ جنوری ۲۰۰۶

لشکر بھیجا، پھر اس کے امیر کو یہ خط لکھا:

''مجھے پتہ چلتا ہے کہ تمہارے کچھ ساتھی کبھی موٹے تازے کافر کا پیچھا کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ کافر دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور خود کو محفوظ کرلیتا ہے، پھر اس سے تمہارا ساتھی (فارسی میں) کہتا ہے ''مترس'' یعنی مت ڈرو (یہ کہہ کر اسے امان دے دیتا ہے تو وہ کافر خود کو اس مسلمان کے حوالے کر دیتا ہے) پھر یہ مسلمان اس کافر کو پکڑ کر قتل کر دیتا ہے۔ (یہ قتل دھوکہ دے کر کیا ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے!

آئندہ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔''[1]

حضرت ابوسلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کسی نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کسی مشرک کو امان دے دی اور وہ مشرک اس وجہ سے اس مسلمان کے پاس آگیا، پھر مسلمان نے اسے قتل کر دیا تو (یوں دھوکہ سے قتل کرنے پر) میں اس مسلمان کو ضرور قتل کروں گا۔[2]

بوڑھے لوگوں کے لئے بیت المال سے وظیفہ

حضرت عبداللہ اسلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب ہم حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ (دمشق کی بستی) جابیہ پہنچے تو آپ نے ایک بوڑھے ذمی کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے کھانا مانگ رہا ہے۔

---

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الجهاد، الامان: ٢٠٨/٤، رقم: ١١٤٤٤

[2] کنز العمّال، الثانی، کتاب الجهاد، الامان: ٢٠٩/٤، رقم: ١١٤٥

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا (کہ یہ کیوں مانگ رہا ہے) کسی نے کہا:

''یہ ذمی آدمی ہے جو کم زور اور بوڑھا ہو گیا ہے۔'' حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کے ذمہ جو جزیہ تھا وہ معاف کر دیا) اور فرمایا:

''پہلے تم نے اس پر جزیہ لگایا (جسے وہ دیتا رہا) اب جب وہ کم زور ہو گیا ہے تو تم نے اسے کھانا مانگنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔'' پھر آپ نے اس کے لئے بیت المال میں سے دس درہم وظیفہ مقرر کیا۔ وہ بوڑھا عیال دار تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک بوڑھے ذمی پر گزر ہوا جو لوگوں سے مسجدوں کے دروازوں پر مانگتا پھر رہا تھا۔

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''اے ذمی! ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ جوانی میں تو ہم تم سے جزیہ لیتے رہے اور بڑھاپے میں ہم نے تمہارا کوئی خیال نہ رکھا۔'' پھر آپ نے اس کے لئے بیت المال میں سے بقدرِ گزارہ وظیفہ جاری کر دیا۔[1]

فَائِدَہ: آپ بھی نیت کریں کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے بوڑھے، بے روزگار، بیوہ، یتیم اور مساکین کے بقدر گزارہ وظیفہ یا راشن اس طرح مقرر کر لیا کریں کہ دینے والے کا علم لینے والے کو نہ ہو۔

کافر ذمی کا مال بھی بغیر قیمت کے ظلماً نہیں لے سکتے

حضرت خالد بن یزید بن ابی مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: مسلمان جابیہ بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے، حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک ذمی نے آکر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بتایا:

---

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الجهاد، الجزية: ۲۱۵/٤، رقم: ۱۱٤٤۸۷

''لوگ اس کے انگوروں کے باغ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔'' چناں چہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ باہر نکلے تو ان کی اپنے ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی جس نے اپنی ڈھال پر انگور اٹھا رکھے تھے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ نے ان سے فرمایا:

''ارے میاں! تم بھی۔'' اس نے کہا:

''اے امیر المؤمنین! ہمیں بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے (کھانے کا اور سامان ہے نہیں)'' یہ سن کر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ واپس آ گئے اور یہ حکم دیا:

''اس ذمی کو اس کے انگوروں کی قیمت ادا کی جائے۔''[1]

نیک کام کی نیت کیجیے

حضرت سعید بن مسیّب رَحِمَہُ اللہُ تعالیٰ فرماتے ہیں: ایک مسلمان اور یہودی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ کے پاس آئے۔ آپ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس پر اس یہودی نے کہا:

''اللہ کی قسم! آپ نے حق کا فیصلہ کیا ہے۔''

اس پر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ نے اسے (خوشی میں ہلکا سا) کوڑا مار کر فرمایا:

''تجھے کس طرح پتہ چلا؟ (کہ حق کیا ہوتا ہے۔'' یہودی نے کہا:

''اللہ کی قسم! ہمیں تورات میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اسے صحیح راستے پر چلاتے ہیں اور اسے حق بات کا الہام کرتے ہیں، جب تک وہ قاضی حق کا فیصلہ کرنے کا عزم (پکا ارادہ اور سچی نیت) رکھتا ہے، اور جب وہ یہ عزم چھوڑ دیتا ہے تو

---

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الجهاد، احکام اهل الذمة: ٤/٢١٠، رقم: ١١٤٥٣

دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔'' [1]

فَائِدَہ: عزم یعنی پکا سچا ارادہ اور اس کے ساتھ ساتھ محنت انسان کو منزل تک پہنچا دیتی ہے، ایک طالبِ علم نیت کرلے کہ میں گناہوں اور برے اخلاق وغیرہ سے بچنا چاہتا ہوں اور کوشش و دعا کرتا رہے، ان شاء اللہ وہ ضرور بچے گا، ایک مسلمان صبح گھر سے نکلتے ہوئے یہ نیت کرلے کہ میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا امتی ہوں، میرا کام سارے انسانوں کو جہنم کی آگ سے بچانا ہے، اس نیت کا یہ اثر ہوگا کہ اس کو اللہ کی طرف سے وہ سمجھ ملے گی جس سے وہ ہزاروں انسانوں کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ بنے گا۔

ایک استاذ نیت کرلے کہ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کے شاگردوں کی تربیت بھی فرمادیں گے، ایک نوجوان نیت کرلے کہ میں اپنی آنکھوں کی حفاظت کروں گا، نامحرم عورتوں کو نہیں دیکھوں گا، ٹی وی وغیرہ نہیں دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو آنکھوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمادیں گے۔

کسی کا دل دکھ جائے تو اس کو دوسرے موقع پر خوش بھی کردیں

❶ حضرت ایاس رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اپنے والد (حضرت سلمہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بازار سے گزرتے دیکھا۔ ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔ انہوں نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا: ''راستے سے ہٹ جاؤ۔'' جب اگلا سال آیا پھر آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا:

''اے سلمہ! کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے؟''

میں نے کہا: ''جی ہاں'' پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم

---

[1] مؤطا امام مالك، كتاب الاقضية: ٦٣٢، حديث: ٢

دے کر فرمایا: ''انہیں اپنے سفرِ حج میں کام لے آنا اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلے میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا۔'' میں نے کہا:

''اے امیر المومنین! مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا۔ فرمایا: لیکن میں تو اسے نہیں بھولا (یعنی میں نے مار تو دیا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا)۔''[1]

❷ حضرت نافع بن عبدالحارث کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو جمعہ کے دن دارالندوہ تشریف لے گئے (جہاں قریش مشورہ کیا کرتے تھے اور بعد میں یہ جگہ مسجدِ حرام میں شامل کردی گئی) آپ کا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجد حرام جانا نزدیک پڑے گا۔

آپ نے وہاں کمرے میں ایک کھونٹی پر اپنی چادر لٹکادی۔ اس پر حرم کا ایک کبوتر آبیٹھا۔ آپ نے اسے اڑادیا تو ایک سانپ اس کی طرف لپکا اور اسے مار ڈالا۔ جب آپ نمازِ جمعہ سے فارغ ہوگئے تو میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا:

''آج مجھ سے ایک کام ہوگیا ہے، تم دونوں اس کام کے بارے میں میرے متعلق فیصلہ کرو۔ میں آج ہی اس گھر میں داخل ہوا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجدِ حرام نزدیک پڑے گا۔ میں نے اپنی چادر اس کھونٹی پر لٹکادی تو اس پر حرم کا ایک کبوتر آبیٹھا۔ مجھے ڈر ہوا کہ یہ بیٹ کرکے کہیں چادر کو خراب نہ کردے اس لئے میں نے اسے اڑادیا۔

وہ اڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آبیٹھا۔ وہاں لپک کر ایک سانپ نے اسے پکڑ کر مار ڈالا۔ اب میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے کہ وہ پہلی کھونٹی پر محفوظ تھا وہاں سے میں نے اسے اڑادیا۔ وہ اڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آگیا جہاں اسے موت آگئی۔ یعنی

---

[1] أخرجه الطبری: ۵/۳۲، بحواله حياة الصحابة (اردو) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف: ۲/۱۸۳

(گویا) میں ہی اس کے قتل کا سبب بنا ہوں۔‘‘ یہ سن کر میں نے حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا:

’’آپ کا کیا خیال ہے، اگر آپ امیر المؤمنین پر دو دانت والی سفید بکری دینے کا فیصلہ کر دیں؟‘‘

انہوں نے کہا:

’’میری بھی یہی رائے ہے۔‘‘ چناں چہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس طرح کی بکری دینے کا حکم دیا۔[1]

آپ کے بیانات

اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے مجھے اور میرے ذریعے تمہیں آزمائیں گے

حضرت حمید بن ہلال رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک صاحب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کے موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کی مٹی ہاتھوں سے جھاڑی، پھر اسی جگہ کھڑے ہو کر بیان فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے مجھے اور میرے ذریعے تمہیں آزمائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے دو حضرات (رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے بعد آپ لوگوں میں باقی رکھا ہے۔

اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکے گا کہ میرے پاس تمہارا کوئی کام پیش ہو اور میرے

---

[1] أخرجه الامام الشافعی فی مسنده: ٤٧، بحواله حیاة الصحابة (اردو) حضرت عثمان کا عدل وانصاف: ۱۸٤/۲

علاوہ کوئی اور اس کام کو کرے اور نہ ہی ایسا ہو سکے گا کہ تمہارا کوئی کام میری غیر موجودگی سے تعلق رکھتا ہو اور میں اس کی کفایت کرنے اور اس کے بارے میں امانت داری اختیار کرنے میں کوتاہی کروں۔

اگر لوگ اچھے عمل کریں گے تو میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا اور اگر برے عمل کریں گے تو میں انہیں عبرت ناک سزا دوں گا۔''

وہ بتانے والے صاحب کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا سے جانے تک پہلے دن کے بیان کردہ اپنے اس اصول کے خلاف نہ کیا، ہمیشہ اسی پر قائم رہے۔''[1]

قرآن پڑھو اس کے ذریعے تم پہچانے جاؤ گے

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو منبر پر بیان فرمایا:

''اللہ تعالیٰ مجھے ایسا نہیں دیکھنا چاہتے کہ میں اپنے آپ کو منبر کی اس جگہ بیٹھنے کا اہل سمجھوں جہاں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھا کرتے تھے۔'' یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سیڑھی نیچے ہو گئے پھر اللہ کی حمد وثنا کے بعد بیان فرمایا:

1. قرآن پڑھو اس کے ذریعے تم پہچانے جاؤ گے۔
2. قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے۔
3. اعمال نامے کے تولے جانے سے پہلے پہلے تم خود اپنا موازنہ کرلو۔
4. اس دن کی بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو (نیک اعمال سے) آراستہ کرلو، جس دن تم اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات

---

[1] أخرجه ابن سعد فی الطبقات، طبقات البدریین من المهاجرین ومن بنی عدی ...... : ۲۳۸/۲

چھپی نہیں رہ سکے گی، اور کسی حق والے کا حق اتنا نہیں بنتا کہ اس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے۔

غور سے سنو! میں اللہ کے مال یعنی بیت المال میں سے اتنا لوں گا جتنا یتیم کے والی کو یتیم کے مال میں سے ملتا ہے۔ اگر مجھے اس کی بھی ضرورت نہ ہوئی تو میں یہ بھی نہیں لوں گا اور اگر ضرورت ہوئی تو کام کرنے والے کو عام طور سے جتنا ملتا ہے اس کے مطابق لوں گا۔"[1]

لوگوں کو دین اور سنت سکھانا

حضرت ابو فراس رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! غور سے سنو! پہلے ہمیں آپ لوگوں کے اندرونی حالات اس طرح معلوم ہو جاتے تھے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، وحی نازل ہوا کرتی تھی جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں آپ لوگوں کے حالات بتا دیا کرتے تھے (کہ کون مؤمن ہے، کون منافق اور کس مؤمن کا درجہ بڑا ہے اور کس کا چھوٹا۔)

غور سے سنو! حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اب تشریف لے جا چکے اور وحی کا سلسلہ بھی بند ہو چکا ہے، اس لئے اب ہمارے لئے آپ لوگوں کے حالات و درجات معلوم کرنے کا طریقہ وہ ہوگا جو اب ہم بتانے لگے ہیں ...... آپ میں سے جو خیر کو ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے اور اسی وجہ سے اس سے محبت کریں گے۔

جو ہمارے سامنے شر ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں برا گمان رکھیں گے اور اسی وجہ سے اس سے بغض رکھیں گے۔

اور آپ لوگوں کے پوشیدہ اور اندرونی حالات آپ کے اور آپ کے رب کے

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٧٠، رقم: ٤٤٢٠٧

درمیان ہوں گے، یعنی ہم تو ہر ایک کے ظاہر کے مطابق اس کے متعلق فیصلہ کریں گے۔

غور سے سنو! ایک وقت تو ایسا تھا کہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ ہر قرآن پڑھنے والا صرف اللہ کے لئے اور اللہ کے ہاں کی نعمتوں کے لینے کے ارادے سے پڑھ رہا ہے۔

لیکن اب آخر میں آکر کچھ ایسا اندازہ ہو رہا ہے کہ بعض لوگ جو کچھ انسانوں کے پاس ہے اسے لینے کے ارادے سے قرآن پڑھتے ہیں۔ تم قرآن کے پڑھنے سے اور اپنے اعمال سے اللہ کی رضامندی کا ہی ارادہ کرو۔

توجہ سے سنو! اللہ کی قسم! میں اپنے گورنر آپ لوگوں کے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ آپ لوگوں کی پٹائی کریں یا آپ لوگوں کے مال لے لیں، بل کہ اس لئے بھیجتا ہوں تاکہ وہ آپ لوگوں کو دین اور سنت سکھائیں۔ جو گورنر کسی کے ساتھ اس کے علاوہ کچھ اور کرے وہ اس گورنر کی بات میرے پاس لے کر آئے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں اسے اس گورنر سے ضرور بدلہ لے کر دوں گا۔

غور سے سنو! (۱) مسلمانوں کی پٹائی نہ کرو، ورنہ تم انہیں ذلیل کر دو گے (۲) اور اسلامی سرحد سے انہیں گھر واپس جانے سے نہ روکو، ورنہ تم انہیں فتنے میں ڈال دو گے (۳) اور ان کے حقوق ان سے نہ روکو (بل کہ ادا کرو) ورنہ تم انہیں ناشکری میں مبتلا کر دو گے (۴) اور گھنے درختوں والے جنگل میں انہیں لے کر مت پڑاؤ ڈالنا، ورنہ (بکھر جانے کی وجہ سے دشمن کا داؤ چل جائے گا اور) وہ ضائع ہو جائیں گے۔[1]

عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر نہ کرو

حضرت ابوالعجفاء رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... ۱۶/۶۸، رقم: ٤٤٢٠٥

نے بیان فرمایا:

”غور سے سنو! عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر نہ کرو، کیوں کہ اگر مہر کا زیادہ ہونا دنیا میں عزت کی چیز ہوتی یا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ والا کام شمار ہوتا تو نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تم سے زیادہ اس کے حق دار ہوتے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی کسی بیوی یا بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ یعنی چار سو اسّی درہم سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔

تم لوگ مہر بہت زیادہ مقرر کر لیتے ہو، لیکن جب دینا پڑتا ہے تو پھر دل میں اس عورت کی دشمنی محسوس کرتے ہو، تم مہر دیتے بھی ہو، لیکن اس عورت سے کہتے ہو کہ مجھے تیرے مہر کی وجہ سے مشکیزہ بھی اٹھانی پڑی اور بہت مشقت بھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے غزوات میں جو آدمی قتل ہو جاتا ہے تم اس کے بارے میں کہتے ہو: ”فلاں شہید ہو کر قتل ہوا یا فلاں نے شہید ہو کر وفات پائی“ (بغیر تحقیق کے کسی کے شہید ہونے کا حتمی فیصلہ نہ کیا کرو) کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ تجارت کے ارادے سے ساتھ آیا ہو اور اس نے اپنی سواری کے آخری حصے پر اور کجاوے کی ایک جانب سونا چاندی لاد رکھا ہو (وہ تجارت والا اللہ کے راستے میں نہیں ہے) اس لئے یہ بات نہ کہا کرو، بل کہ جیسے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ویسے کہا کرو کہ:

جو آدمی اللہ کے راستے میں قتل ہوا یا فوت ہوا وہ جنت میں جائے گا۔“ [1]

ہدایت و گمراہی اللہ ہی کی طرف سے ہے

ایک مرتبہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جابیہ شہر میں اللہ کی حمد و ثنا کے بعد بیان فرمایا:

”جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب النکاح، الصداق: ۲۲۴/۱۶، رقم: ۴۵۷۸۱

ہدایت دینے والا نہیں۔‘‘ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے ایک پادری بیٹھا ہوا تھا، اس نے فارسی میں کچھ کہا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ترجمان سے پوچھا: ’’یہ کیا کہہ رہا ہے؟‘‘ ترجمان نے بتایا: ’’یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتے۔‘‘

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ’’اے اللہ کے دشمن! تم غلط کہتے ہو، بل کہ اللہ نے تمھیں پیدا کیا اور اسی نے تمھیں گمراہ کیا اور ان شاء اللہ وہ تمھیں دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا۔ اگر تمھارے (ذمی ہونے کے) عہد کا پاس نہ ہوتا تو میں تمھاری گردن اڑا دیتا۔‘‘ پھر فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا فرمایا تو ان کی ساری اولاد ان کے سامنے بکھیر دی اور جنت والوں کے نام اور ان کے اعمال (لوح محفوظ میں) اسی وقت لکھ دیئے اور اسی طرح دوزخ والوں کے نام اور ان کے اعمال بھی اسی وقت لکھ دیئے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ لوگ اس (جنت) کے لئے ہیں اور یہ لوگ اس (دوزخ) کے لئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: پھر لوگ بکھر گئے اور تقدیر کے بارے میں اختلاف کرنے لگے۔‘‘ [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: کسی آدمی نے آکر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بتایا کہ کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں، اس پر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

’’اے لوگو! تم سے پہلی امتیں تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کر کے ہی ہلاک ہوئی ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے! آئندہ جن دو آدمیوں کے بارے میں میں نے یہ سنا کہ یہ تقدیر کے بارے میں (اپنی عقل سے) باتیں کر رہے ہیں تو میں دونوں کی گردن اڑا دوں گا۔‘‘ راوی کہتے ہیں: حضرت عمر

---

[1] کنز العمّال، الاوّل، کتاب الایمان والاسلام: ۱/۱۷۸، رقم: ۱۵۴۳

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ اعلان سن کر تمام لوگوں نے تقدیر کے بارے میں بات کرنی چھوڑ دی۔ پھر حجاج کے زمانے میں شام میں ایک جماعت ظاہر ہوئی جس نے سب سے پہلے تقدیر کے بارے میں بات کرنی شروع کی۔[1]

قرآن سیکھو اور اس پر عمل کرو

حضرت باہلی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: جب حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ملک شام میں داخل ہوئے تو انہوں نے جابیہ شہر میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا:

"تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ تُعْرَفُوْا بِهٖ، وَاعْمَلُوْا بِهٖ تَكُوْنُوْا مِنْ أَهْلِهٖ فَإِنَّهٗ لَمْ يَبْلُغْ مَنْزِلَةَ ذِيْ حَقٍّ أَنْ يُّطَاعَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ"

تَرْجَمَۃ: "قرآن سیکھو اس سے تمہارا تعارف ہوگا اور قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے اور کسی حق دار کا درجہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا کہ اس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے۔"

اور اس بات کا یقین رکھو کہ حق بات کہنے سے اور کسی بڑے کو نصیحت کرنے سے نہ تو موت قریب آتی ہے اور نہ اللہ کا رزق دور ہوتا ہے۔

اور اس بات کو جان لو کہ بندے اور اس کی روزی کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا ہے، اگر بندہ صبر سے کام لیتا ہے تو اس کی روزی خود اس کے پاس آجاتی ہے اور اگر بے سوچے سمجھے روزی کمانے میں گھس جاتا ہے (حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا) تو وہ اس پردے کو تو پھاڑ لیتا ہے، لیکن اپنے مقدر کی روزی سے زیادہ نہیں پا سکتا۔

گھوڑوں کو سدھاؤ اور تیر چلانا سیکھو۔

اور جوتی پہنا کرو اور مسواک کیا کرو۔

اور موٹا جھوٹا استعمال کرو اور عجمیوں کی عادتیں اختیار کرنے سے اور ظالم جابر

---

[1] کنز العمّال، الاوّل، کتاب الایمان والاسلام: ۱/۱۷۸، رقم: ۱۵٤٤

لوگوں کے پڑوس سے بچو اور اس سے بھی بچو کہ تمہارے درمیان صلیب بلند کی جائے یا تم اس دستر خوان پر بیٹھو جس پر شراب پی جائے۔

بغیر لنگی کے حمام میں داخل ہونے سے بھی بچو۔

اور اس سے بھی بچو کہ تم عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دو کہ وہ حمام میں داخل ہوں کیوں کہ حمام میں داخل ہونا عورتوں کے لئے جائز نہیں۔

تم جب عجمیوں کے علاقے میں پہنچ جاؤ اور ان سے معاہدہ کرلو تو پھر کمائی کے ایسے کام اختیار کرنے سے بچو جن کی وجہ سے تمہیں وہاں ہی رہنا پڑ جائے اور ملک عرب میں واپس نہ آسکو، کیوں کہ تمہیں اپنے علاقے میں عن قریب واپس آنا ہے۔

ذلت اور خواری کو اپنی گردن میں ڈالنے سے بچو۔

عرب کے مال مویشی کو لازم پکڑو، جہاں بھی جاؤ انہیں ساتھ لے جاؤ۔

یہ بات جان لو کہ شراب تین چیزوں سے بنائی جاتی ہے: (۱) کشمش (۲) شہد اور (۳) کھجور جو اس میں سے پرانی ہو جائیں (اور اس میں نشہ پیدا ہو جائے) تو وہ شراب ہے جو کہ حلال نہیں ہے۔

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں کو پاک نہیں کریں گے، اور انہیں (رحمت کی نگاہ سے) نہیں دیکھیں گے، انہیں اپنے قریب نہیں کریں گے اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔

(۱) ایک وہ آدمی جو دنیا لینے کے ارادے سے امام سے بیعت ہو پھر اگر اسے دنیا ملے تو وہ اس بیعت کو پورا کرے ورنہ نہ کرے۔

(۲) دوسرا وہ آدمی جو عصر کے بعد (بیچنے کے لئے) سامان لے کر جائے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر کہے:

''اس کی اتنی اور اتنی قیمت لگ چکی ہے'' اور اس کی اس جھوٹی قسم کی وجہ سے وہ سامان بک جائے۔ مؤمن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے اور تمہارے

لئے یہ حلال نہیں کہ تم اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھو۔

۴ جو شخص کسی جادوگر، کاہن یا نجومی کے پاس جائے اور جو وہ کہے اسے سچا مانے تو اس نے محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والے دین کا انکار کر دیا۔'' [1]

فَائِدَہ: والدین اور استاذ دونوں کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ بچہ قرآن مجید اچھی طرح سیکھے، ہر ہر حرف اپنے مخرج کے ساتھ مع صفات کے ادا کرے، ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید پڑھے، ہر حرف کو صاف پڑھے اور عربوں کے لہجے کے موافق تمام حروف کو ہموار کرتا ہوا خشوع وخضوع اور ادب و وقار کے ساتھ پڑھنے والا بنے، خصوصاً ''س'' اور ''ث'' ''ح'' اور ''ہ'' ''ط'' اور ''ت'' ''ق'' اور ''ک'' ''ز'' اور ''ض'' ''ظ'' اور ''ذ'' میں فرق کرنے والا بنے۔

اسی طرح بڑوں کو بھی چاہیے کہ اگر وہ قرآن مجید غلط پڑھتے ہیں تو وہ اپنی مسجد کے امام صاحب سے یا کسی مدرسے کے قاری صاحب سے صحیح کروائیں، اس کے بعد اس کا ترجمہ اور مفہوم سمجھیں کہ قرآن مجید ہم سے کیا کہتا ہے اور پھر اس پر عمل کریں۔

ہر نماز کا ایک وقت ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے

حضرت موسیٰ بن عقبہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جابیہ میں یہ بیان فرمایا تھا:

''اما بعد! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ رہے گا اور اس کے علاوہ ہر ایک فنا ہو جائے گا۔

جو فرماں برداری کی وجہ سے اپنے دوستوں کا اکرام کرتا ہے اور نافرمانی کی وجہ سے اپنے دشمنوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اب جو کسی گمراہی والے کام کو ہدایت والا سمجھ کر

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٦٤، رقم: ٤٤١٨٠

کرتا ہے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے، یا کسی حق والے کام کو گمراہی والا سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے تو اس سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے تو اس ہلاک ہونے میں اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔

بادشاہ کو اپنی رعایا کے بارے میں سب سے زیادہ نگرانی اور دیکھ بھال اس بات کی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس دین کی ان کو ہدایت نصیب فرمائی اس دین کے احکامات ان لوگوں پر لازم ہیں۔ یہ لوگ ان احکامات کو صحیح طرح سے ادا کریں۔

ہم ذمہ دارانِ خلافت کے ذمہ یہ بھی ہے کہ ہم آپ لوگوں کو اللہ کی اس اطاعت کا حکم دیں، جس کا اللہ نے آپ لوگوں کو حکم دیا اور اللہ کی اس نافرمانی سے روکیں، جس سے اللہ نے آپ لوگوں کو روکا۔

قریب اور دور کے آپ تمام لوگوں میں اللہ کے احکام کو قائم کریں، جو حق کو جھکانا چاہتا ہے ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ بہت سے لوگ اپنے دین کے بارے میں بہت سی تمنائیں کرتے ہیں۔

کہتے ہیں: ہم نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور مجاہدوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے اور ہم ہجرت کی نسبت حاصل کریں گے۔

وہ ان کاموں کو کرتے تو ہیں، لیکن ان کا حق ادا نہیں کرتے اور ایمان صرف صورت بنا لینے سے نہیں ملتا۔

اور ہر نماز کا ایک وقت ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کے بغیر نماز ٹھیک نہیں ہو سکتی۔

فجر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب رات ختم ہو جاتی ہے اور روزے دار کے لئے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ فجر میں خوب زیادہ قرآن پڑھا کرو۔

ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہوجاتا ہے، لیکن گرمیوں میں اس وقت پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے جتنا لمبا ہوجائے۔ اس وقت تک انسان کا دوپہر کا آرام پورا ہوجاتا ہے۔

سردیوں میں اس وقت پڑھو جب کہ سورج تمہارے دائیں ابروں پر آجائے یعنی زوال کے تھوڑی دیر بعد پڑھ لو۔

عصر کا وقت یہ ہے کہ سورج زرد ہونے سے پہلے ایسے وقت میں پڑھی جائے کہ ابھی سورج سفید اور صاف ہو اور نماز کے بعد آدمی سست رفتار اونٹ پر چھ میل کا فاصلہ غروب سے پہلے طے کرسکے۔

مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی روزہ کھولنے کا وقت ہوتے ہی پڑھی جائے۔

عشاء کی نماز سرخی غائب ہوکر رات کا اندھیرا چھانے سے لے کر تہائی رات تک ہے جو اس سے پہلے سوجائے اللہ اسے آرام وسکون والی نیند نہ دے۔ یہ نمازوں کے اوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾[1]

تَرجَمَہ: ”یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔“

اور ایک آدمی کہتا ہے میں نے ہجرت کی ہے، حالاں کہ اس کی ہجرت کامل نہیں ہے۔ کامل ہجرت والے تو وہ لوگ ہیں جو تمام برائیاں چھوڑ دیں اور بہت سے لوگ کہتے ہیں ہم جہاد کررہے ہیں، حالاں کہ جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ آدمی دشمن کا مقابلہ بھی کرے اور حرام سے بھی بچے۔ بہت سے لوگ خوب اچھی طرح دشمن سے جنگ کرتے ہیں، لیکن نہ ان کا ارادہ اجر لینے کا ہوتا ہے اور نہ اللہ کو یاد کرنے کا۔ اور قتل ہوجانا بھی موت کی ایک صورت ہے یعنی قتل ہونا شہادت اس وقت شمار ہوگا

---

[1] سورۃ النساء: آیت ۱۰۳

جب کہ صرف اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی نیت سے جنگ کر رہا ہو۔

ہر آدمی اسی نیت پر شمار کیا جائے گا جس نیت سے اس نے جنگ کی ہے۔ ایک آدمی اس لئے جنگ کرتا ہے کہ اس کی طبیعت میں بہادری ہے۔

جسے جانتا ہے اور جسے نہیں جانتا ہر ایک کو جنگ کر کے دشمن سے بچاتا ہے، ایک آدمی طبعاً بزدل ہوتا ہے وہ تو اپنے ماں باپ کی مدد نہیں کر سکتا، بل کہ انہیں دشمن کے حوالے کر دیتا ہے، حالاں کہ کتا بھی اپنے گھر والوں کے پیچھے سے بھونکتا ہے یعنی بزدل آدمی کتے سے بھی گیا گزرا ہوتا ہے۔

جان لو کہ روزہ قابل احترام عمل ہے۔ آدمی روزہ رکھ کر کھانے، پینے اور عورتوں کی لذت سے جیسے بچتا ہے ایسے ہی اگر مسلمانوں کو تکلیف دینے سے بھی بچے تو پھر اس کا روزہ کامل درجہ کا ہوگا۔

زکوٰۃ حضور ﷺ نے (اللہ کے فرمانے سے) فرض کی ہے۔ اسے خوشی خوشی ادا کیا جائے اور زکوٰۃ لینے والے پر اپنا احسان نہ سمجھا جائے۔

تمہیں جو نصیحتیں کی جارہی ہیں انہیں اچھی طرح سمجھ لو۔

جس کا دین لٹ گیا اس کا سب کچھ لٹ گیا۔ خوش قسمت وہ ہے جو دوسرے کے حالات سے عبرت اور نصیحت حاصل کر لے۔

بدبخت وہ ہے جو کہ ماں کے پیٹ میں یعنی ازل سے بدبخت ہوا ہو اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے گھڑے جائیں۔

سنت میں میانہ روی اختیار کرنا بدعت میں بہت زیادہ کوشش کرنے سے بہتر ہے۔

اور لوگوں کے دلوں میں اپنے بادشاہ سے نفرت ہوا کرتی ہے۔

میں اور تم خواہشات کے پیچھے چلنے لگ جائیں یا دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگ جائیں اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ کہیں ظالموں کی طرف مائل نہ ہو جاؤ اور مال داروں پر تمہیں مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔

تم اس قرآن کو لازم پکڑو، کیوں کہ اس میں نور اور شفاء ہے، باقی سب کچھ تو بد بختی کا سامان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے جن کاموں کا والی بنایا ہے ان میں جو حق میرے ذمہ تھا وہ میں نے ادا کر دیا ہے اور تمہاری خیر خواہی کے جذبے سے تمہیں وعظ و نصیحت بھی کر چکا ہوں۔ ہم نے اس بات کا حکم دے دیا ہے کہ تمہیں تمہارے حصے (بیت المال میں سے) دے دیئے جائیں۔

تمہارے لشکروں کو ہم جمع کر چکے ہیں۔

جہاں جاکر تم نے غزوہ کرنا ہے وہ جگہیں ہم مقرر کر چکے ہیں اور تمہارے پڑاؤ کی جگہیں بھی مقرر کر دی ہیں اور تلواروں سے لڑ کر جو تم نے مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس میں ہم نے تمہارے لئے پوری طرح وسعت کی ہے، لہٰذا اب تمہارے پاس اللہ کے حکم کے مقابلے میں کوئی عذر نہیں ہے، بل کہ سارے وہ دلائل ہیں جن سے اللہ کا ہر حکم ماننا تم پر لازم ہے۔ میں اسی بات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور سب کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔"[1]

جماعت کو لازم پکڑو کیوں کہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے

سیف راوی نے اسی روایت کے ضمن میں بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں اپنی جگہ خلیفہ بنایا، پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چلے، تاکہ سفر تیزی سے پورا ہو۔ چلتے چلتے جابیہ شہر پہنچ گئے۔ وہاں قیام فرمایا، پھر وہاں ایک زبردست مؤثر بیان فرمایا:

"اے لوگو! اپنے باطن کی اصلاح کر لو، تمہارا ظاہر خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ تم

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۶۹، رقم: ۴۴۲۰۶

اپنی آخرت کے لئے عمل کرو، تمہاری دنیا کے کام من جانب اللہ خود ہی ہو جائیں گے۔ کسی آدمی کے اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے درمیان ایسا کوئی زندہ باپ نہیں ہے جو موت کے وقت اس کے کام آسکے اور نہ کسی آدمی کے اور اللہ کے درمیان نرمی کا کوئی معاہدہ ہے۔

جو آدمی اپنے لئے جنت کا راستہ واضح کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے رکھے، کیوں کہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے بہت دور ہوتا ہے۔

کوئی آدمی ہرگز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، ورنہ شیطان ان دو کے ساتھ تیسرا ہوگا۔

جسے اپنی نیکی سے خوشی ہو اور اپنی برائی سے رنج و صدمہ ہو وہ کامل ایمان والا ہے۔ راوی کہتے ہیں: یہ بیان بہت لمبا ہے جسے ہم نے اختصار سے ذکر کیا ہے۔"[1]

فَائِدَة: کامل ایمان کی علامتوں میں سے ایک یہ اہم علامت ہے، اس کے لئے یہ دعائے نبوی بھی مانگتے رہنا چاہیے:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوْا وَ اِذَا اَسَاءُوا اسْتَغْفَرُوْا."[2]

تَرجَمَة: "اے اللہ! مجھے ان بندوں میں سے بنا لے جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب برا کام کریں تو مغفرت مانگیں۔"

مردوں کے لئے ریشم کا پہننا منع ہے

حضرت سوید بن غفلہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جابیہ شہر میں لوگوں میں بیان فرمایا:

---

[1] البداية، والنهاية، ثم دخلت سنة خمس عشرة، فتح بيت المقدس: ۴۳/۷

[2] ابن ماجه، ابواب الادب، باب الاستغفار، رقم: ۳۸۲۰

''حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے (مردوں کو) ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے، صرف دو تین یا چار انگل کے برابر ریشم پہننے کی اجازت دی ہے۔'' اس موقع پر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سمجھانے کے لئے ہاتھ سے اشارہ بھی فرمایا۔[1]

تائیدِ الٰہی ہی ہر کامیابی کی ضمانت ہے

حضرت عروہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ اللہ کی حمد وثنا اس کی شان کے مناسب بیان کی پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کے بارے میں یاد دہانی کرائی پھر فرمایا:

''اے لوگو! مجھے تمہارا والی اور امیر بنایا گیا ہے۔ اگر مجھے یہ امید نہ ہوتی کہ میں تم میں سے تمہارے لئے سب سے بہتر، سب سے زیادہ قوی اور پیش آنے والے اہم امور میں سب سے زیادہ مضبوط رہوں گا تو ہرگز میں آپ لوگوں کا امیر نہ بنتا۔ عمر کے فکرمند اور غمگین ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اسے حساب کے ٹھیک نکلنے کا انتظار ہے اور حساب اس بات کا کہ تم سے حقوق لے کر کہاں رکھوں اور تم لوگوں کے ساتھ کیسے چلوں۔ میں اپنے رب سے ہی مدد چاہتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت، مدد اور تائید سے عمر کا تدارک نہ فرمادیں تو عمر کو کسی طاقت اور تدبیر پر کوئی اعتماد نہیں۔''

پھر فرمایا:

''إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ وَلَّا نِي أَمْرَكُمْ وَقَدْ عَلِمْتُ أَنْفَعَ مَا بِحَضْرَتِكُمْ لَكُمْ، وَ إِنِّي أَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يُّعِيْنَنِي عَلَيْهِ، وَأَنْ يَّحْرُسَنِي عِنْدَهُ كَمَا حَرَسَنِي عِنْدَ غَيْرِهٖ وَأَنْ يُّلْهِمَنِي الْعَدْلَ فِي قَسْمِكُمْ كَالَّذِي أَمَرَبِهٖ''

---

[1] مسند أحمد: ۵۱/۱، رقم: ۳۶۷

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا امیر بنا دیا ہے، جتنی چیزیں تمہارے سامنے ہیں ان میں سے جو چیز تمہیں سب سے زیادہ نفع دینے والی ہے میں اسے خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس سب سے زیادہ نفع دینے والی چیز میں میری مدد کرے۔ جیسے اور چیزوں میں میری حفاظت کررہا ہے، ایسے ہی اس میں میری حفاظت فرمائے اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے عدل کرنے کا حکم دیا ہے وہ مجھے تم لوگوں کی تقسیم میں عدل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: میں ایک مسلمان آدمی اور کم زور بندہ ہوں، لیکن اگر اللہ میری مدد فرمائے تو پھر کوئی کم زوری نہیں ہے، یہ امارت و خلافت جو مجھے دی گئی ہے یہ ان شاء اللہ میرے اچھے اخلاق کو نہیں بدل سکے گی۔

عظمت اور بڑائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور بندہ کے لئے اس میں سے کچھ بھی نہیں، لہٰذا تم میں سے کوئی آدمی ہرگز یہ نہ کہے کہ جب سے عمر امیر بنا ہے بدل گیا ہے۔ میں اپنے نفس کے حق کو خوب سمجھتا ہوں (میں اپنے بارے میں حق بات کو خوب سمجھتا ہوں) میں خود آگے بڑھ کر اپنی بات بیان کرتا ہوں، لہٰذا جس آدمی کو کوئی ضرورت ہے یا اس پر کسی نے ظلم کیا ہے اور ہماری بد خلقی کی وجہ سے اسے ہم پر غصہ آیا ہوا ہے تو وہ مجھے بتادے، کیوں کہ میں بھی تم میں کا ایک آدمی ہوں۔ اور تم لوگ اپنے ظاہر اور باطن میں اپنی قابل احترام چیزوں اور آبرو میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جو حقوق تمہارے اوپر ہیں تم انہیں ادا کرو اور تم ایک دوسرے کو اپنے مقدمات میرے پاس لے کر آنے پر آمادہ نہ کرو، کیوں کہ میرے اور لوگوں میں سے کسی کے درمیان نرمی یا طرف داری کا کوئی معاہدہ نہیں۔

تم لوگوں کی درستگی مجھے محبوب ہے اور تمہاری ناراضگی مجھ پر بہت گراں ہے۔ تم

میں سے اکثر لوگ شہروں میں مقیم ہیں اور تمہارے علاقے میں نہ کوئی خاص کھیتی باڑی ہے اور نہ دودھ والے جانور زیادہ ہیں، بس وہی غلے اور جانور یہاں ملتے ہیں جو اللہ تعالیٰ باہر سے لے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت زیادہ اکرام کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

میں اپنی امانت کا ذمہ دار ہوں۔ امانت کے بارے میں مجھ سے پوچھا جائے گا، لیکن امانت کا جو حصہ میرے سامنے ہے اس کی دیکھ بھال تو میں خود کروں گا، یہ کسی کے سپرد نہیں کروں گا، لیکن امانت کا جو حصہ مجھ سے دور ہے میں اس کی دیکھ بھال خود نہیں کرسکتا۔ اسے سنبھالنے کے لئے میں تم میں سے ایسے لوگ استعمال کروں گا جو امانت دار ہیں اور عام لوگوں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے ہیں اور ان شاء اللہ اپنی امانت ایسے لوگوں کے علاوہ اور کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔'' [1]

ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح کی فکر کرنی ہے

ایک مرتبہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

''اے لوگو! لالچ کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن سے انسان فقیر اور محتاج ہوجاتا ہے اور (لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے) ناامیدی کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن سے انسان غنی اور بے نیاز ہوجاتا ہے۔

تم وہ چیز جمع کرتے ہو جس کو کھا نہیں سکتے اور ان باتوں کی امید لگاتے ہو جنہیں پا نہیں سکتے۔

تم دھوکے والے گھر یعنی دنیا میں ہو اور تمہیں موت تک کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں تو تم لوگ وحی کے ذریعے پکڑے جاتے تھے،

---

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه، السنة الثالثة والعشرون، ذكر بعض خطب عمر: ٢/ ٥٧٣

جو اپنے باطن میں کوئی چیز چھپاتا تھا اس کی اس چیز پر پکڑ ہو جاتی تھی (اس کے اندر کی اس چیز کا پتہ وحی سے چل جاتا تھا) اور جو کسی چیز کو ظاہر کرتا تھا اس کی اس چیز پر گرفت ہو جاتی تھی۔

لہٰذا اب تم لوگ ہمارے سامنے اپنے سب سے اچھے اخلاق ظاہر کرو، باقی رہے تمہارے اندرونی حالات اور باطن کی نیتیں تو انہیں اللہ خوب جانتا ہے۔

اب جو ہمارے سامنے کسی بری چیز کو ظاہر کرے گا اور یہ دعویٰ کرے گا کہ اس کی اندرونی حالت بہت اچھی ہے ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور جو ہمارے سامنے کسی اچھی چیز کو ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے۔

فَائِدَة: ہمیں چاہیے کہ اپنے ظاہر اور باطن کی اصلاح کے لئے اس دعا کا معمول بنا لیں:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً." [1]

تَرجَمَہ: "اے اللہ! میرے باطن کو ظاہر سے بہتر بنا اور میرا ظاہر بھی بہتر بنا دے۔"

بعض لوگوں کو یہ دھوکہ لگتا ہے کہ باطن ٹھیک ہے، دل صاف ہے، ظاہر کی ٹھیک کرنے کی کیا ضرورت ہے، ان کو اس دھوکہ سے بچنا چاہیے اور یہ دعا اہتمام سے مانگنی چاہیے۔

کنجوسی کی بعض صورتیں نفاق کا شعبہ ہیں

یہ بات جان لو کہ کنجوسی کی بعض صورتیں نفاق کا شعبہ ہیں، لہٰذا تم خرچ کرو جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] ترمذی، ابواب الدعوات: ۱۹۹/۲

﴿وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ [1]

ترجمہ: ''اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ (بھی) کیا کرو اور یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں۔''

اے لوگو! اپنے ٹھکانے پاک صاف رکھو اور اپنے تمام امور کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔

اپنی عورتوں کو قبطی (مصری) کپڑے نہ پہناؤ، کیوں کہ ان سے اندر جسم نظر تو نہیں آتا، لیکن اس کی نوعیت معلوم ہو جاتی ہے۔

اے لوگو! میری تمنا یہ ہے کہ میں برابر سرابر نجات پا جاؤں، نہ مجھے انعام ملے اور نہ سزا اور مجھے اس بات کی امید ہے کہ آئندہ مجھے تھوڑی یا زیادہ جتنی عمر ملے گی میں اس میں ان شاء اللہ حق پر عمل کروں گا اور ہر مسلمان کا اللہ کے مال میں جتنا حصہ ہے وہ حصہ خود اس کے پاس اس کے گھر پہنچے گا اور اسے اس حصہ کے لینے کے لئے نہ کچھ کرنا پڑے گا اور نہ کبھی تھکنا پڑے گا۔

اور جو مال اللہ نے تمہیں دے رکھے ہیں انہیں درست کرتے رہو۔

سہولت کی تھوڑی کمائی اس زیادہ کمائی سے بہتر ہے جس کے لئے بڑی مشقت اٹھانی پڑے۔

اور قتل ہو جانا مرنے کی ایک صورت ہے جو نیک اور بد ہر آدمی کو حاصل ہو جاتی ہے، لیکن ہر قتل ہونے والا اللہ کے ہاں شہید نہیں ہوتا، بل کہ شہید وہ ہے جس کی نیت اجر و ثواب لینے کی ہو۔

جب تم کوئی اونٹ خریدنا چاہو تو لمبا اور بڑا اونٹ دیکھو اور اسے اپنی لاٹھی مارو

---

[1] سورہ التغابن: آیت ۱۶

اگر تم اسے چوکنے دل والا پاؤ تو اسے خریدو۔''[1]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تم لوگوں پر شکر واجب کیا ہے

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا:

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تم لوگوں پر شکر واجب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے اور بغیر طلب کے جو دنیا اور آخرت کی شرافت تمہیں عطا فرمائی ہے اس کے بارے میں تمہارے اوپر کئی دلیلیں بنادی ہیں۔

تم لوگ کچھ نہیں تھے، لیکن اس نے تمہیں پیدا کیا اور پیدا بھی اپنے لئے اور اپنی عبادت کے لئے کیا، حالاں کہ تمہیں (انسان نہ بناتا بل کہ) اپنی سب سے بے قیمت مخلوق بنا سکتا تھا اور اپنی ساری مخلوق تمہارے فائدہ اور خدمت کے لئے بنائی۔ تمہیں اپنے علاوہ اور کسی مخلوق کے لئے نہیں بنایا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ط﴾[2]

ترجمہ: ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں۔''

اس نے تمہیں خشکی اور سمندر کی سواریاں دیں اور پاکیزہ نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر گزار بنو، پھر تمہارے کان اور آنکھیں بنائیں۔

اللہ کی کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو تمام بنی آدم کو ملی ہیں اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو

---

[1] ذکره ابن جرير فی تاريخه، السنة الثالثة والعشرون، ذكر بعض خطب عمر: ۵۷۳/۲

[2] سورة لقمن: آیت ۲۰

صرف تم دین اسلام والوں کو ملی ہیں، یہ تمام خاص اور عام نعمتیں تمہاری حکومت میں، تمہارے زمانے میں، تمہارے طبقے میں خوب فراوانی سے ہیں، ان نعمتوں میں سے ہر نعمت تم میں سے ہر آدمی کو اتنی زیادہ مقدار میں ملی ہے کہ اگر وہ نعمت تمام لوگوں میں تقسیم کر دی جائے تو وہ اس کا شکر ادا کرتے کرتے تھک جائیں اور اس کا حق ادا کرنا ان پر بھاری ہو جائے۔ ہاں اگر وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور اللہ ان کی مدد کرے تو پھر وہ اس نعمت کا شکر اور اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

اور اللہ نے تمام روئے زمین پر تمہیں اپنا خلیفہ بنایا ہوا ہے اور زمین والوں پر تم غالب آئے ہوئے ہو اور اللہ نے تمہارے دین کی خوب مدد کی ہے۔

جن لوگوں نے تمہارا دین اختیار نہیں کیا ان کے دو حصے ہو گئے ہیں۔ کچھ لوگ تو اسلام اور اسلام والوں کے غلام بن گئے ہیں[1] جو تمہیں جزیہ (ٹیکس) دیتے ہیں خون پسینہ ایک کر کے کماتے ہیں اور طلب معاش میں ہر طرح کی مشقت اٹھاتے ہیں۔ مشقت ساری ان کے ذمہ ہے اور ان کی کمائی سے جزیہ کا فائدہ آپ لوگوں کو ملتا ہے۔

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو دن رات ہر وقت اللہ کے لشکروں کے حملوں کے منتظر ہیں[2] اللہ نے ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا ہے۔ اب ان کے پاس کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں انہیں پناہ مل جائے یا بھاگ کر وہاں چلے جائیں اور اسلامی لشکروں سے کسی طرح بچ جائیں۔ اللہ کے لشکر ان پر چھا گئے ہیں اور ان کے علاقے میں داخل ہو گئے ہیں اور اللہ کے حکم سے ان لشکروں کو زندگی کی وسعت، مال کی بہتات، لشکروں کا تسلسل اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت جیسی نعمتوں کے ساتھ عافیت اور امن وامان جیسی بڑی نعمت بھی حاصل ہے۔

---

[1] اس سے مراد ذمی لوگ ہیں۔
[2] اس سے مراد وہ کافر ہیں جن کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لشکر جانے والے تھے۔

جب سے اسلام شروع ہوا ہے کبھی اس اُمّت کے ظاہری حالات اس سے زیادہ اچھے نہیں رہے اور ہر شہر میں مسلمانوں کو جو بڑی بڑی فتوحات ہو رہی ہیں ان پر اللہ ہی کی تعریف ہونی چاہیے اور یہ جو بے حساب نعمتیں حاصل ہیں جن کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، ان کے مقابلے میں مسلمان کتنا ہی اللہ کا شکر اور ذکر کرلیں اور دین کے لئے کتنی ہی محنت کرلیں وہ ان نعمتوں کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے، ہاں اللہ اگر ان کی مدد فرمائے اور ان کے ساتھ رحم اور مہربانی کا معاملہ فرمائے تو اور بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اسی نے ہم پر یہ اتنے انعام و احسان فرمائے ہیں۔ ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی اطاعت والے عمل کرنے کی اور اپنی رضا کی طرف جلدی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اے اللہ کے بندو! اللہ کی جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں انہیں اپنی مجلسوں میں دو دو ایک ایک ہو کر یاد کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو پورا کرلو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ہے:

﴿اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ﴾[1]

ترجمہ: ''اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ کے معاملات (نعمت اور نقمت کی) یاد دلاؤ۔''

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾[2]

ترجمہ: ''اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے سرزمین میں کم زور شمار کیے جاتے تھے۔''

جب تم لوگ اسلام سے پہلے کم زور شمار کیے جاتے تھے اور دنیا کی خیر سے محروم

---

[1] سورۃ ابراھیم: آیت ۵ [2] سورۃ الانفال: آیت ۲۶

تھے، اگر اس وقت تم حق کے کسی شعبے پر ہوتے اس شعبے پر ایمان لاتے اور اس سے آرام پاتے، اللہ اور اس کے دین کی معرفت تمہیں حاصل ہوتی اور اس شعبے سے مرنے کے بعد کی زندگی میں تم لوگ خیر کی امید رکھتے تو یہ کوئی بات ہوتی، لیکن تم تو زمانۂ جاہلیت میں لوگوں میں سب سے زیادہ سخت زندگی والے اور اللہ کی ذات و صفات سے سب سے زیادہ جاہل تھے، پھر اللہ نے اسلام کے ذریعے تمہیں ہلاکت سے بچایا۔

اب اچھا یہ تھا کہ صرف اسلام ہوتا اس کے ساتھ تمہاری دنیا کا کوئی حصہ نہ ہوتا اور آخرت میں جہاں تم نے لوٹ کر جانا ہے وہاں یہ اسلام تمہارے لئے بھروسہ کی چیز ہوتی اور تم جس مشقت والی زندگی پر تھے اس زندگی میں تم اس بات کے قابل تھے کہ اسلام میں سے اپنے حصے پر کنجوسی کرو، اسی سے چمٹے رہو اور اسے دوسروں پر ظاہر کرو، لہٰذا تم میں سے جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اسے دنیا کی فضیلت اور آخرت کی شرافت دونوں باتیں حاصل ہو جائیں تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، جو وہ چاہتا ہے اسے چاہنے دو۔

میں تمہیں اس اللہ کی یاد دہانی کراتا ہوں جو تمہارے اور تمہارے دلوں کی درمیان حائل ہے۔

تم اللہ کا حق پہچانو اور اس کے حق والے عمل کرو اور اپنے نفسوں کو اللہ کی اطاعت پر مجبور کرو۔

تمہیں نعمتوں پر خوش بھی ہونا چاہیے لیکن یہ ڈر بھی ہونا چاہیے کہ نہ معلوم کب یہ نعمتیں تم سے چھن جائیں اور دوسروں کو مل جائیں، کیوں کہ کوئی چیز ناشکری سے زیادہ نعمت سے محروم کرانے والی نہیں ہے اور شکر کرنے سے نعمت بدل جانے سے محفوظ ہو جاتی ہے اور اس سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ کام اللہ کی طرف سے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں تمہیں مفید کاموں کا حکم دوں اور نقصان دہ کاموں سے

روکوں۔"[1]

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لئے، یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے کہ:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾[2]

ترجمہ: "اے میرے رب! مجھ کو اس پر مداومت اور ہمیشگی دیجیے کہ آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں (اس پر بھی مداومت دیجیے کہ) میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور شامل کر لیجیے مجھ کو اپنی رحمت خاصہ سے اپنے نیک بندوں میں۔"

اس دعا پر بار بار غور کیجیے کہ کتنی اہم دعا ہے اور اس دعا کو حضرت سلیمان علیہ السلام مانگ رہے ہیں، یعنی اللہ کے برگزیدہ بندے اور نبی خود اس بات کی دعا مانگتے ہیں کہ "اے اللہ! مجھے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیے" تو اندازہ لگائیے کہ ہم سب کو شکر کی توفیق مانگنے کے لئے کتنی دعائیں مانگنی ہوں گی۔ چناں چہ ہمیں یہ دعا مانگنی چاہیے۔

تواضع اختیار کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بڑا بناتا ہے

حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے منبر پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"جب بندہ اللہ کی وجہ سے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر و منزلت بڑھا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں بلند ہو جا اللہ تجھے بلند کرے۔ یہ اپنے آپ کو

---

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه، السنة الثالثة والعشرون، ذكر بعض خطبه عمر رضي الله تعالىٰ عنه: ۲/۵۷٤

[2] سورة النمل: آیت۱۹

حقیر سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے۔

جب بندہ تکبر کرتا ہے اور اپنی حد سے آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے توڑ کر نیچے زمین پر گرادیتے ہیں اور فرماتے ہیں دور ہو جا اللہ تجھے دور کرے اور یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، لیکن لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ ان کے نزدیک سور سے بھی زیادہ حقیر ہو جاتا ہے۔"[1]

فَائِدَة: ہر مسلمان مرد و عورت کو چاہیے کہ وہ تکبر سے اپنے آپ کو بچائے، اپنے آپ کو حقیر سمجھے اور دوسروں کو بڑا سمجھے اور یہ دعا مانگتا رہے کہ:

"رَبِّ فَحَبِّبْنِیْ وَفِیْ نَفْسِیْ لَکَ رَبِّ فَذَلِّلْنِیْ اِلَیْکَ وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِیْ وَمِنْ سَیِّیءِ الْاَخْلَاقِ فَجَنِّبْنِیْ"[2]

تَرجَمَہ: "اے میرے رب! تو مجھے اپنی بارگاہ میں پسند فرمالے، اے میرے رب! تو اپنے لئے مجھ کو میری نظروں میں ذلیل رکھ اور دوسروں کی نظروں میں عزت والا کردے اور برے اخلاق سے مجھے محفوظ رکھ۔"

سود کی لعنت سے بچو

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

"ہوسکتا ہے کہ میں آپ لوگوں کو ایسی چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن میں آپ لوگوں کا فائدہ ہو اور ایسی چیزوں سے روک دیتا ہوں جن میں آپ لوگوں کا فائدہ نہ ہو اور قرآن میں سب سے آخر میں سود کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے لئے ابھی سود کی اس آیت کی (موٹی موٹی اور بنیادی باتیں تو بیان فرما گئے تھے، لیکن اس کی) تفصیلی اور باریک باریک باتیں بیان نہ کر پائے تھے کہ

---

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الاخلاق، التواضع: ۳/۲۸۰، رقم: ۸۵۰۵

[2] کنز العمال، الاول، کتاب الاذکار: ۲/۲۹۲، رقم: ۵۰۸۴

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی (کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے) اس لئے جس صورت میں تمہیں سود کا کچھ کھٹکا ہو اسے چھوڑ دیا کرو اور جس میں کوئی کھٹکا نہ ہو وہ اختیار کرلیا کرو۔''[1]

فائدہ: سود کہتے ہیں کہ کسی شخص کو دیئے ہوئے قرض پر طے کر کے کسی بھی قسم کی زیادہ رقم کا مطالبہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ شراب نوشی بھی حرام ہے، خنزیر کھانا، زنا کاری، بدکاری اور بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیئے ہیں، لیکن ''سود'' وہ واحد گناہ ہے جس کے کرنے والے کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔ اتنی سخت وعید کیوں ہے۔ اسے آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ:

- یہ اجتماعی خیر خواہی کا قاتل ہے۔ سارا نفع سودی رقم دینے والے کے پاس چلا جاتا ہے اور سارا نقصان لینے والے کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔
- سودی معاملات کرنے والا اللہ کی رحمت سے دور ہوتا ہے۔
- سودی معاملات کرنے والے کے دل میں کینہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے دل سے اُلفت و رحمت ختم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے معاشرے سے اُخوت مٹ جاتی ہے اور معاشرہ ٹوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔
- سودی معاملات کرنے والے کے دل میں برے خیالات جنم لیتے ہیں پھر دل اسے برے کام پر ابھارتا ہے۔
- سودی معاملات کرنے والے کا انجام بہت برا اور عبرت ناک ہوتا ہے۔

دین اسلام بھائی چارگی اور خیر خواہی کا مذہب ہے، اور سود کینہ، بغض اور تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ تب ہی اسلام نے سودی معاملات کو حرام قرار دیا ہے۔[2]

---

[1] كنز العمّال، الثاني، كتاب البيوع، باب في الربا وأحكامه: ۷۷/٤، رقم: ۱۰۰۹۷

[2] سودی معاملات کی مزید تفصیل مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''مسئلہ سود'' میں دیکھئے۔

احرام باندھنے کے مقامات

حضرت اسود بن یزید رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں میں بیان فرمایا:

''تم میں سے جو بھی حج کا ارادہ کرے تو وہ صرف میقات سے ہی احرام باندھے اور احرام باندھنے کے لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جو میقات مقرر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں:

مدینہ والوں کے لئے اور دوسری جگہ کے رہنے والے مدینے سے گزریں تو ان کے لئے ذوالحلیفہ میقات ہے۔

شام والوں کے لئے اور دوسری جگہ کے رہنے والے شام سے گزریں تو ان کے لئے جحفہ میقات ہے۔

نجد والوں کے لئے اور جو نجد سے گزریں تو ان کے لئے قرن میقات ہے۔

یمن والوں کے لئے یلملم اور عراق والوں اور باقی تمام لوگوں کے لئے ذات عرق میقات ہے۔''[1]

ہر مسئلے کا قرآن میں ہونا ضروری نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان فرمایا اور اس میں رجم کا یعنی زنا کرنے والے کو سنگسار کرنے کی سزا کا ذکر کیا اور فرمایا:

''رجم کے بارے میں دھوکہ نہ کھالینا، کیوں کہ (اگرچہ اس کا قرآن میں ذکر نہیں ہے، لیکن) یہ بھی اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے ایک سزا ہے۔

غور سے سنو! حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خود رجم کیا ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد ہم

---

[1] کنز العمال، کتاب الحج، فصل فی المیقات المکانی: ۵/۶۰، رقم: ۱۲۴۳۰

نے رجم کیا ہے۔

اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ لوگ یوں کہیں گے کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں وہ چیز بڑھا دی جو اس میں نہیں تھی تو میں قرآن کے کنارے پر یہ لکھ دیتا کہ عمر بن خطاب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، فلاں اور فلاں صحابی اس بات کے گواہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے رجم کیا ہے۔

اور سنو! تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو ''رجم کو، دجال کو، شفاعت کو، عذابِ قبر کو اور ان لوگوں کو جو جل جانے کے بعد جہنم سے نکلیں گے، ان سب چیزوں کو جھٹلائیں گے۔[1]

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب منیٰ سے واپس ہوئے تو انہوں نے پتھریلے میدان میں اپنی سواری بٹھائی پھر کنکریوں کی ایک ڈھیری بنا کر اپنے کپڑے کا ایک کنارا اس ڈھیری پر ڈالا اور اس پر لیٹ گئے اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

''اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، میری قوت کم زور ہوگئی ہے اور میری رعایا بہت پھیل گئی ہے، اس لئے اب مجھے اپنی طرف اس طرح اٹھالے کہ میں تیرے احکام کو نہ ضائع کرنے والا بنوں اور نہ ان میں کمی کرنے والا۔''

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچے تو لوگوں میں بیان فرمایا:

''اے لوگو! کچھ اعمال تم پر فرض کیے گئے ہیں اور سنتیں تمہارے لئے صاف بیان کردی گئی ہیں اور تمہیں ایک واضح اور صاف ملت پر چھوڑا گیا ہے۔'' پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا:

اس کے بعد بھی تم دائیں بائیں ہو کر لوگوں کو گمراہ کرتے پھرو تو یہ الگ بات ہے پھر تم اس بات سے بچو کہ رجم کی آیت کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی

---

[1] أخرجه أحمد: ۱/ ۲۳، رقم: ۱۵۷

یوں کہے کہ ہمیں کتاب اللہ میں زنا کے بارے میں دو سزائیں نہیں ملتیں (ایک رجم کی اور دوسری کوڑے مارنے کی، بل کہ ہمیں تو صرف ایک سزا ملتی ہے یعنی کوڑے مارنے کی) میں نے خود دیکھا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے رجم کیا ہے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے عمر نے اللہ کی کتاب میں نئی چیز بڑھا دی تو میں یہ عبارت قرآن میں لکھ دیتا:

”اَلشَّیْخُ وَ الشَّیْخَةُ اِذَا زَنَیَا فَارْ جُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ“

تَرجَمہ: ”شادی شدہ مرد اور عورت جب زنا کریں تو دونوں کو ضرور رجم کرو۔“

کیوں کہ (پہلے یہ آیت قرآن میں نازل ہوئی تھی اور) ہم قرآن میں اس کی تلاوت کیا کرتے تھے (بعد میں یہ الفاظ منسوخ ہو گئے لیکن ان کا حکم اب بھی باقی ہے) حضرت سعید کہتے ہیں: ”ابھی ذوالحجہ کا مہینہ ختم نہیں ہوا تھا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا گیا“ (اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا)۔[1]

خلافت راشدہ میں اختلاف نہیں کرنا چاہیے

حضرت معدان بن ابی طلحہ یعمری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ منبر پر کھڑے ہوئے، پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کا ذکر کیا، پھر بیان فرمایا:

”میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں یہی سمجھا ہوں کہ میرے دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ مرغے نے مجھے دو مرتبہ چونچ ماری ہے۔ میں نے اس خواب کا ذکر (اپنی بیوی) اسماء بنت عمیس سے کیا اس نے تعبیر یہ بتائی کہ عجم کا ایک آدمی آپ کو قتل کرے گا۔

---

[1] مؤطا امام مالك، كتاب الحدود، باب ماجاء فی الرجم: ٦٨٦

لوگ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں (خلیفہ مقرر کرنا ٹھیک تو ہے، لیکن ضروری نہیں ہے) مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنا دین اور خلافت دے کر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے اسے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے۔

اگر (دنیا سے جانے کا) میرا معاملہ جلدی ہو گیا تو یہ چھ آدمی جن سے دنیا سے جاتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے، آپس کے مشورے سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنالیں اور وہ چھ آدمی یہ ہیں: حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تم ان میں سے جس سے بھی بیعت کرو اس کی بات سنو اور مانو۔

مجھے معلوم ہے کہ کچھ لوگ اس امرِ خلافت میں اعتراض کریں گے، حالاں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے میں نے اپنے اس ہاتھ سے اسلام پر جنگ کی ہے، اگر وہ لوگ ایسا کریں تو وہ اللہ کے دشمن کافر اور گمراہ ہوں گے (اگر وہ اس اعتراض کو جائز سمجھتے ہیں پھر تو واقعی وہ کافر ہو جائیں گے، ورنہ ان کا یہ عمل کافروں کے عمل کے مشابہ ہو جائے گا)۔

میں کوئی ایسی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں جو میرے نزدیک کلالہ کے معاملے سے زیادہ اہم ہو (کلالہ وہ آدمی ہے جس کے نہ اولاد اور نہ ماں باپ ہوں)۔

اللہ کی قسم! جب سے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی چیز کے بارے میں میرے ساتھ اتنی سختی نہیں کی جتنی سختی میرے ساتھ اس کلالہ کے بارے میں کی ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی میرے سینے پر مار کر فرمایا: سورۂ نساء کی آخری آیت جو گرمیوں میں ﴿يَسْتَفْتُونَكَ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ط﴾[1] نازل ہوئی ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے۔

اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ ہر پڑھے لکھے اور ان

---

[1] سورۃ النساء: آیت ۱۷۶

پڑھ کو اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں شہروں کے گورنروں کو اس لئے بھیجتا ہوں، تاکہ وہ لوگوں کو دین اور ان کے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سنت سکھائیں اور جو کوئی نیا یا پیچیدہ معاملہ ایسا پیش آجائے جس کا انہیں حل سمجھ میں نہ آئے تو وہ اسے میرے پاس بھیج دیں۔"

پھر فرمایا: "اے لوگو! تم یہ دو سبزیاں کھاتے ہو، میں تو انہیں برا ہی سمجھتا ہوں، وہ لہسن اور پیاز ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اللہ کے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا ہے کہ (مسجد میں) جس آدمی سے لہسن یا پیاز کی بو آجاتی تھی تو اسے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے فرمانے پر ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال کر جنت البقیع پہنچا دیا جاتا تھا۔ لہٰذا جو شخص لہسن یا پیاز ضرور ہی کھانا چاہتا ہے وہ انہیں پکا کر (ان کی بو) مار دے۔"

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ بیان جمعہ کے دن فرمایا اور اس کے بعد بدھ کے دن انہیں حملہ کر کے زخمی کر دیا گیا جب کہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے۔[1]

مسجد میں نماز پڑھو

حضرت یسار بن معرور رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا:

"اے لوگو! حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ مسجد بنائی اور مسجد بنانے میں ہم مہاجرین اور انصار بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھے۔ جب مسجد میں مجمع زیادہ ہو جائے تو تم میں سے ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے آگے والے بھائی کی پشت پر سجدہ کر لے۔"

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کچھ لوگوں کو راستے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۱۵، رقم: ۹۰

تو فرمایا: ”مسجد میں نماز پڑھو۔“[1]

آٹھ نصیحتیں

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے بیان میں فرمایا کرتے تھے:

”تم میں سے وہ آدمی کامیاب رہا ① جو خواہش پر چلنے سے...... ② غصہ میں آنے...... ③ اور لالچ میں پڑنے سے...... محفوظ رہا اور ④ جسے گفتگو میں سچ بولنے کی توفیق دی گئی، کیوں کہ سچ اسے خیر کی طرف لے جائے گا اور جو شخص جھوٹ بولے گا وہ گناہ کے کام کرے گا اور جو گناہ کے کام کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔

⑤ اور گناہ کے کاموں سے بچو اور اس شخص کا کیا گناہ کرنا جو مٹی سے پیدا ہوا اور مٹی کی طرف لوٹ جائے گا۔ آج وہ زندہ ہے کل مردہ ہوگا۔

⑥ روزانہ کا کام روزانہ کرو اور ⑦ مظلوم کی بددعا سے بچو اور ⑧ اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔“[2]

فَائِدَہ: یہ آٹھ نصیحتیں ہیں جو ہر ایک کو خود بھی یاد کرنی چاہئیں اور دوسروں کو بھی یہ نصیحتیں کرنی چاہئیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! ان آٹھ نصیحتوں پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، ان میں سے پہلی نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

”اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ“[3]

تَرْجَمَہ: ”اے اللہ! میری بھلائی میرے دل میں ڈال دے، اور مجھ کو میرے نفس کی بدی سے بچالے۔“

---

[1] کنز العمّال، الرابع، کتاب الصلاۃ، ذیل الجماعۃ: ۱۴۷/۸، رقم: ۲۳۰۶۵

[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۶۶/۱۶، رقم: ۴۴۱۹۱

[3] ترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۸۳

دوسری نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ"[1]

ترجمہ: "اے اللہ! میرے دل سے غصہ کی عادت نکال دے۔"

تیسری نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ طَمَعٍ یَّھْدِیْ اِلٰی طَبَعٍ"[2]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی لالچ سے جو مہر لگنے تک پہنچادے۔"

چوتھی نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"رَبِّ سَدِّدْ لِسَانِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ"[3]

ترجمہ: "اے میرے پروردگار! میری زبان کو سیدھا رکھ اور میرے دل کو راہ راست پر لگا۔"

پانچویں نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ"[4]

ترجمہ: "اے اللہ! بے حیائیوں سے ہم کو بچالے جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔"

چھٹی نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ"[5]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور کاہلی سے۔"

---

[1] مسند احمد: ٦/٣٠٢، رقم: ٢٦٠٣٦

[2] ماخذہ مسند احمد: ٥/٢٤٧، رقم: ٢١٦٢٣

[3] ترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ٣٥٥١

[4] ابوداؤد، کتاب الصلاۃ باب التشھد، رقم: ٩٦٩

[5] مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعوات والتعوذ: ٢/٣٤٧

ساتویں نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ" [1]

ترجمہ: "اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ بے راہ ہو جاؤں یا میرے قدم ڈگمگا جائیں یا کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر کوئی ظلم کرے یا کوئی جہالت والا کام کروں یا مجھ سے جہالت والا برتاؤ کیا جائے۔"

اور آٹھویں نصیحت پر عمل کرنے کے لئے اس دعا کا معمول بنائیں:

"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ" [2]

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے موت میں برکت عطا فرما، اور موت کے بعد جو ہونا ہے اس میں برکت عطا فرما۔"

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

حضرت قبیصہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا:

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

جو معاف نہیں کرتا اسے معاف نہیں کیا جاتا۔

جو توبہ نہیں کرتا اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی۔

جو (برے کاموں سے) نہیں بچتا اسے (عذاب سے) نہیں بچایا جاتا۔" [3]

---

[1] ابن ماجه، ابواب الدعاء، باب الدعاء، عندالكرب، رقم: ٣٨٨٤

[2] عمل اليوم والليلة للسيوطی، اذكار الصباح والمساء: ٢٨

[3] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ...... : ٦٤/١٦، رقم: ٤٤١٧٩

لالچ فقر کی نشانی ہے

حضرت عروہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیان میں فرمایا: ''یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ لالچ فقر کی نشانی ہے اور ناامیدی سے انسان غنی ہو جاتا ہے۔ آدمی جب کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو آدمی کو اس کی ضرورت نہیں رہتی۔''[1]

اے اللہ! ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھ

حضرت عبداللہ بن خراش رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کے چچا کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! اپنی امان کے ذریعے ہماری حفاظت فرما اور ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ اپنے فضل سے ہمیں رزق عطا فرما۔''[2]

مناسکِ حج شرعی طریقے پر ادا کرو

حضرت ابوسعید رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں میں بیان فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جس چیز کی چاہی اجازت دے دی (چناں چہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پہلے صرف حج کا احرام باندھا تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسی احرام میں عمرے کی نیت بھی کرلی، اب ایسا کرنے کی امت کو اجازت نہیں ہے) اور اب اللہ کے نبی اپنے راستے پر (دنیا سے) تشریف لے جا چکے ہیں، لہٰذا حج اور عمرے کو اللہ کے لئے ایسے پورا کرو جیسے تمہیں اللہ نے حکم دیا

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٨٧، رقم: ١٢٥

[2] كنز العمّال، الاول، كتاب الاذكار، الادعية المطلقة: ٢/٢٨٥، رقم: ٥٠٣٣

ہے۔“[۱]

عیدین کے دن روزے رکھنا منع ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت ابوعبید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی۔ انہوں نے اذان اور اقامت کے بغیر خطبے سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا:

اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو دنوں کے روزے سے منع فرمایا ہے۔ ایک تو عید الفطر کا دن، جس دن تم رمضان کے روزوں سے افطار کرتے ہو اور عید مناتے ہو۔ دوسرا وہ دن، جس دن تم لوگ اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔“[۲]

عمل کا دارومدار نیت پر ہے

حضرت علقمہ بن وقاص لیثی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں میں بیان کرتے ہوئے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

”عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور آدمی کو عمل پر وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا۔ لہٰذا جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہی شمار ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے شمار ہوگی جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہوگی۔“[۳]

---

[۱] أخرجه أحمد: ١٧/١، رقم: ١٠٥

[۲] أخرجه أحمد: ٣٤/١، رقم: ٢٢٥

[۳] أخرجه أحمد: ٤٣/١، رقم: ٣٠٢

تمہارے جو کام لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں ان میں بھی اللہ سے ڈرو

حضرت سلیمان بن یسار رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رمادہ کی قحط سالی کے زمانے میں بیان فرمایا:

''اے لوگو! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو اور تمہارے جو کام لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں ان میں بھی اللہ سے ڈرو۔ مجھے تمہارے ذریعے آزمایا جارہا ہے اور تمہیں میرے ذریعے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ (اللہ نے ناراض ہوکر جو یہ قحط سالی بھیجی ہے اور وہ کس سے ناراض ہے)۔ وہ مجھ سے ناراض ہے اور تم سے نہیں یا تم سے ناراض ہے مجھ سے نہیں یا مجھ سے اور تم سے دونوں سے ہی ناراض ہے۔ آؤ ہم اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کو ٹھیک کردے اور ہم پر رحم فرمائے اور یہ قحط ہم سے دور کردے۔''

راوی کہتے ہیں: اس دن دیکھا گیا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کررہے ہیں اور لوگ بھی دعا کررہے ہیں۔ پھر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور لوگ تھوڑی دیر روتے رہے اس کے بعد حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[1]

خطرناک منافق

حضرت ابوعثمان نہدی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں میں بیان کررہے تھے، میں ان کے منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے بیان میں فرمایا: ''میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سنا:

[1] أخرجه ابن سعد في الطبقات، طبقات البدريين من المهاجرين ومن بني عدي ......: ۲/۲۷۴

"مجھے اس اُمّت پر سب سے زیادہ ڈر اس منافق کا ہے جو زبان کا خوب جاننے والا ہو یعنی جسے باتیں بنانی خوب آتی ہوں۔"[1]

آپ کی نصیحتیں

لوگوں میں لگ کر اپنے سے غافل نہ ہو جاؤ

ایک مرتبہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک آدمی کو یہ نصیحت فرمائی:

"لوگوں میں لگ کر اپنے سے غافل نہ ہو جاؤ، کیوں کہ تم سے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا، لوگوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

اِدھر اُدھر پھر کر دن نہ گزار دیا کرو، کیوں کہ تم جو بھی عمل کرو گے وہ محفوظ کر لیا جائے گا۔

جب تم سے کوئی برا کام ہو جایا کرے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کر لیا کرو، کیوں کہ جس طرح نئی نیکی پرانے گناہ کو بہت زیادہ تلاش کرتی ہے اور اسے جلدی سے پالیتی ہے اس طرح اس سے زیادہ تلاش کرنے والی میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔"[2]

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

"جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہے اس سے تم کنارہ کشی اختیار کر لو۔ نیک آدمی کو دوست بناؤ، لیکن ایسا آدمی مشکل سے ملے گا اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔"[3]

حضرت سعید بن میّب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب

---

[1] أخرجه احمد في مسنده: ١/٤٤، رقم: ٣١٢

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٦٦، رقم: ٤٤١٩٥

[3] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٦٦، رقم: ٤٤١٨٩

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے لئے اٹھارہ باتیں مقرر کیں جو سب کی سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱ جو تمہارے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تم اسے اس جیسی اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو۔

۲ اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رخ کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرو۔ ہاں اگر وہ بات ہی ایسی ہو کہ اسے اچھے رخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے۔

۳ مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا ہے اور تم اس کا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے برے مطلب کا گمان مت کرو۔

۴ جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔

۵ جو اپنے راز کو چھپائے گا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔

۶ سچے بھائیوں کے ساتھ رہنے کو لازم پکڑو۔ ان کے سایہ خیر میں زندگی گزارو، کیوں کہ وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لئے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے۔

۷ ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان ہی چلی جائے۔

۸ بے فائدہ اور بے کار کاموں میں نہ لگو۔

۹ جو بات ابھی پیش نہیں آئی اس کے بارے میں مت پوچھو، کیوں کہ جو پیش آچکا ہے اس کے تقاضوں سے ہی کہاں فرصت مل سکتی ہے۔

۱۰ اپنی حاجت اس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کام یاب ہو جاؤ۔

۱۱ جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو، ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کر دیں گے۔

⑫ بدکاروں کے ساتھ نہ رہو، ورنہ تم ان سے بدکاری سیکھ لو گے۔

⑬ اپنے دشمن سے الگ رہو۔

⑭ اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو، لیکن اگر وہ امانت دار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور امانت دار صرف وہی ہو سکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

⑮ قبرستان میں جا کر خشوع اختیار کرو۔

⑯ جب اللہ کی فرماں برداری کا کام کرو تو عاجزی اور تواضع اختیار کرو۔

⑰ جب اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو اللہ کی پناہ چاہو۔

⑱ اپنے تمام امور میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾[1]

تَرْجَمَہ: "اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔"[2]

فَائِدَہ: ان اٹھارہ نصیحتوں میں سے ہر نصیحت بہت ہی اہم اور قیمتی ہے، ہم سب ان پر عمل کرنے کی نیت کر لیں، خصوصاً ان میں سے پہلی نصیحت پر اگر ہم عمل کر لیں گے تو آپس کے جھگڑے، گھر کے اندر ساس بہو کی لڑائیاں، اور میاں بیوی کی ناچاقیاں ان شاء اللہ کافی حد تک ختم ہو سکتی ہیں۔

مرد اور عورت تین تین قسم کے ہوتے ہیں

حضرت سمرہ بن جندب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں اور عورتیں بھی تین قسم کی ہوتی ہیں۔

---

[1] سورة فاطر: آيت ٢٨

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/١١٠، رقم: ٤٤٣٦٥

عورتوں کی تین قسمیں یہ ہیں:

❶ وہ عورت ہے جو پاک دامن، مسلمان نرم طبیعت، محبت کرنے والی، زیادہ بچے دینے والی ہو اور زمانے کے رسم ورواج کے خلاف اپنے گھر والوں کی مدد کرتی ہو (سادہ رہتی ہو) اور گھر والوں کو چھوڑ کر زمانے کے رسم ورواج پر نہ چلتی ہو، لیکن تمہیں ایسی عورتیں بہت کم ملیں گی۔

❷ وہ عورت ہے جو خاوند سے بہت زیادہ مطالبے کرتی ہو اور بچے جننے کے علاوہ اس کا اور کوئی کام نہ ہو۔

❸ وہ عورت ہے جو خاوند کے گلے کا طوق ہو اور جوں کی طرح سے چمٹی ہوئی ہو (یعنی بداخلاق بھی ہو اور اس کا مہر بھی زیادہ ہو جس کی وجہ سے اس کا خاوند اسے چھوڑ نہ سکتا ہو) ایسی عورت کو اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کی گردن سے اتار لیتے ہیں۔

اور مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں:

❶ وہ مرد ہے جو پاک دامن، نرم طبیعت، درست رائے والا، اچھے مشورے دینے والا ہو۔ جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو خود سوچ کر فیصلہ کرتا ہے اور ہر کام کو اس کی جگہ رکھتا ہے۔

❷ وہ مرد ہے جو سمجھ دار نہیں، اس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے، لیکن جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو وہ سمجھ دار درست رائے والے لوگوں سے جا کر مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشوروں پر عمل کرتا ہے۔

❸ وہ مرد جو حیران و پریشان ہو، اسے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا یوں ہی ہلاک ہو جاتا ہے، کیوں کہ اپنی سمجھ پوری نہیں اور سمجھ دار اور صحیح مشورہ دینے والوں کی مانتا نہیں۔"[1]

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۱۱۱، رقم: ٤٤٣٦٦

فائدہ: ہر شخص کو چاہیے کہ وہ نیک عورت کے حصول کے لئے اور عورت نیک شوہر کے حصول کے لئے یہ دعا مانگتے رہیں:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ خَلِیْلٍ مَّاکِرٍ عَیْنَاہُ تَرِیَانِیْ وَقَلْبُہٗ یَرْعَانِیْ اِنْ رَّاٰی حَسَنَۃً دَفَنَھَا وَ اِنْ رَّاٰی سَیِّئَۃً اَذَاعَھَا.“[1]

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا/ لیتی ہوں ایسے مکار دوست سے جس کی آنکھیں مجھ کو دیکھیں اور اس کا دل میری ٹوہ میں لگا ہے اگر کوئی نیکی دیکھے تو اس کو چھپا لے اور برائی دیکھ پائے تو اس کو پھیلاتا پھرے۔“

جو آدمی زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے

حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

”جو آدمی زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے۔

جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اسے ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں۔

جو باتیں زیادہ کرتا ہے اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

جس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں اس کی حیا کم ہو جاتی ہے اور جس کی حیا کم ہو جاتی ہے اس کی پرہیز گاری کم ہو جاتی ہے اور جس کی پرہیز گاری کم ہو جاتی ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔“[2]

اللہ کے نیک بندوں کی پیاری صفت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] فیض القدیر: ۱/ ۱۸۳، رقم: ۱۵۳۵

[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/ ۱۱۱، رقم: ۴۴۳۶۷

"إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يُمِيتُونَ الْبَاطِلَ بِهَجْرِهِ وَيُحْيُونَ الْحَقَّ بِذِكْرِهِ"

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو باطل کے تذکرے کو چھوڑ کر اسے مٹا دیتے ہیں اور حق کا بار بار تذکرہ کر کے اسے زندہ کرتے ہیں۔ جب انہیں کسی عمل کی ترغیب دی جاتی ہے تو وہ اس کا اثر لیتے ہیں اور اس عمل کا ان میں شوق پیدا ہو جاتا ہے۔

اور جب انہیں اللہ کے غصے اور عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ ڈر جاتے ہیں اور ڈر کی وجہ سے کبھی بے خوف نہیں ہوتے۔ جن چیزوں کو انہوں نے آنکھ سے نہیں دیکھا انہیں یقین کی طاقت سے دیکھ لیتے ہیں اور یقین کو ان غیبی امور کے ساتھ ملاتے ہیں جن سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

خوف خداوندی نے ان کو عیوب سے بالکل پاک صاف کر دیا۔ ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کی وجہ سے دنیا کی فانی لذتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

دنیا کی زندگی ان کے لئے نعمت ہے اور موت ان کے لئے باعث عزت ہے۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کی شادی کر دی جائے گی اور ہمیشہ نو عمر رہنے والے لڑکے ان کی خدمت کریں گے۔"[1]

فائدہ: یہ نیک بندوں کی صفاتِ مبارکہ میں سے ایک بہترین صفت ہے کہ برائیوں کا تذکرہ ہی نہیں کرتے۔ کسی برائی کے تذکرے سے مزید وہ برائی پھیلے گی، اس لئے وہ برائی کا تذکرہ نہیں کرتے کہ آج کل یہ ہو رہا ہے، ہمارے معاشرے میں یہ خرابیاں ہیں ہر وقت برائی ہی برائی کا ذکر، اس برائی کے ذکر سے دوسرا نقصان ناشکری کا مرض پیدا ہوتا ہے، تیسرا نقصان حوصلہ شکنی ہوتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں اچھائیاں یا اس طبقے میں خوبیاں پیدا نہیں ہو سکتی وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۹۲، رقم: ۱۵٤

کثرت سے توبہ کرنے کی فضیلت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''تم کتاب اللہ کے برتن اور علم کے چشمے بن جاؤ یعنی قرآن اپنے اندر اتار لو پھر علم اندر سے پھوٹ کر نکلے گا اور اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ایک دن کی روزی مانگو۔'' اور ایک روایت میں یہ بھی ہے: ''کثرت سے توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو، کیوں کہ ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہوتے ہیں۔''[1]

اللہ سے ڈرنے والے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''مَنْ خَافَ اللّٰهَ لَمْ يُشْفِ غَيْظَهٗ''

''جو اللہ سے ڈرے گا وہ کبھی کسی پر اپنا غصہ نہیں نکالے گا یعنی کسی سے انتقام نہیں لے گا، بل کہ اپنا غصہ پیئے گا۔''

''وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ لَمْ يَصْنَعْ مَا يُرِيْدُ''

''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اپنی مرضی کا ہر کام نہیں کر سکے گا اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو جو تمہیں نظر آ رہا ہے وہ نہ ہوتا، بل کہ افراتفری کا کچھ اور عالم ہوتا۔''[2]

انصاف کرنے والا ہر مصیبت جھیلتا ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''مَنْ يَّنْصِفُ النَّاسَ مِنْ نَفْسِهٖ يُعْطَى الظَّفَرُ فِي أَمْرِهٖ''

''جو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا ہے اور اس کے لئے اپنی جان پر جو مشقت

---

[1] أخرجه أبو نعيم فى الحلية ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۸۷، رقم: ۱۲۸

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۱۱۱، رقم: ٤٤٣٦٨

جھیلنی پڑے وہ جھیلتا ہے تو اسے اپنے تمام کاموں میں کام یابی ملے گی۔“
”اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے ذلت اٹھانا نافرمانی کی عزت کی بہ نسبت نیکی کے زیادہ قریب ہے۔“[1]

عزت وشرافت دین پر چلنے سے ملتی ہے

حضرت امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

”① آدمی تقویٰ سے عزت پاتا ہے اور ② اسے دین سے شرافت ملتی ہے۔

③ آدمی کی مروت اور مردانگی عمدہ اخلاق ہیں۔ ④ بہادری اور بزدلی خدا داد صفات ہیں۔ ⑤ بہادر آدمی تو ان لوگوں کی طرف سے بھی لڑتا ہے جنہیں جانتا ہے اور ان کی طرف سے بھی لڑتا ہے جنہیں نہیں جانتا اور بزدل آدمی تو اپنے ماں باپ کو بھی چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔

دنیا والوں کی نگاہ میں عزت مال سے ملتی ہے، لیکن اللہ کے ہاں تقویٰ سے ملتی ہے۔ تم کسی فارسی عجمی اور نبطی سے صرف تقویٰ کی وجہ سے بہتر ہو سکتے ہو عربی ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتے۔“[2]

فَائِدَہ: تقویٰ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ تقویٰ کا معنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا خوف ایسا دل میں بیٹھ جائے کہ گناہ کرنا مشکل ہو، خود بھی گناہ سے وحشت ہو اور کسی مسلمان کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر دل کڑھے، غم ہو، آنسو بہیں۔ اس تقویٰ کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کے بہت ہی بڑے وعدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/١١١، رقم: ٤٤٣٦٩
[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/١١١، رقم: ٤٤٣٧٠

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ﴾[1]

ترجمہ: ”اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے کشائش پیدا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔“

انسان نیکی تو کر لیتا ہے، لیکن شیطان گناہوں میں مبتلا رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ والدین کے انتقال کے بعد مال کی تقسیم سے شیطان روکتا ہے کہ بہن بھائیوں میں مال تقسیم مت کرو۔ اب نیکیاں تو ہوگئیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے اتنے بڑے حکم سے شیطان نے رکوا دیا، مگر جب تقویٰ کی دولت حاصل ہو جائے گی تو انتقال کے فوراً بعد میت کی ملکیت میں جو کچھ ہے سوئی دھاگہ سے لے کر بڑی سے بڑی چیز تک تقسیم کرنا آسان ہوگا، قرض لے کر وقت پر ادا کرنے کی فکر سوار ہوگی، معاملات میں صفائی کی فکر ہوگی اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا آسان ہوں گے، شادیوں میں فضول خرچی اور بے پردہ عورتوں کا باہر پھرنا مشکل ہوگا۔ یہ سب تقویٰ کی دولت سے حاصل ہوگا۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تقویٰ کی پانچ برکات ہیں:

1. یہ کہ اللہ تعالیٰ متقی کے لئے دنیا و آخرت کے مصائب اور مشکلات سے نجات کا راستہ نکال دیتے ہیں۔
2. یہ کہ اس کے لئے رزق کے ایسے دروازے کھول دیتے ہیں جن کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں جاتا۔
3. یہ کہ اس کے سب کاموں میں آسانی پیدا فرما دیتے ہیں۔

[1] سورۃ الطلاق: آیت ۲، ۳

④ یہ کہ اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتے ہیں۔

⑤ یہ کہ اس کا اجر بڑھا دیتے ہیں اور ایک دوسری جگہ تقویٰ کی یہ برکت بھی بتلائی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے اس کو حق و باطل کی پہچان آسان ہو جاتی ہے۔[1]

اس لئے ہر مسلمان کو تقویٰ مانگتے رہنا چاہیے، لہٰذا یہ دعا مانگئے:

"اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَآ اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَآ اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا"۔[2]

تَرْجَمَۃ: "اے اللہ! تو میرے نفس کو پرہیزگاری عطا فرما اور اس کو پاک کر تو سب سے اچھا پاک صاف کرنے والا ہے تو ہی اس نفس کا مولا اور آقا ہے۔"

حکمت و دانائی عمر سے نہیں اللہ کی مہربانی سے ملتی ہے

حضرت سفیان ثوری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خط میں یہ لکھا:

"إِنَّ الْحِکْمَۃَ لَیْسَتْ عَنْ کِبَرِ السِّنِ، وَلٰکِنَّہٗ عَطَاءُ اللّٰہِ یُعْطِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ."

"حکمت و دانائی عمر بڑی ہونے سے حاصل نہیں ہوتی بل کہ یہ تو اللہ کی دین ہے جسے اللہ چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں اور کمینے کاموں اور گھٹیا اخلاق سے بچو۔"[3]

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر شر اور فتنے سے بچاتے ہیں

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

---

[1] معارف القرآن: ۴۸۹/۸، الطلاق: ٤ [2] مسند احمد: ۳۷۱/٤، رقم: ۱۸۸۲۱
[3] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق: ۱۱۲/۱٦، رقم: ٤٤۳۷٤

کو خط میں یہ لکھا: اما بعد!

❶ ''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیوں کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر شر اور فتنے سے بچاتے ہیں۔

❷ اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی کفایت کرتے ہیں۔

❸ اور جو اللہ کو قرض دیتا ہے یعنی دوسروں پر اپنا مال اللہ کے لئے خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتے ہیں۔

❹ اور جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نعمت کو بڑھاتے ہیں۔''

❺ ''وَلْتَكُنِ التَّقْوٰى نَصْبَ عَيْنَيْكَ، وَعِمَادَ عَمَلِكَ وَجِلَاءَ قَلْبِكَ''

''اور تقویٰ ہر وقت تمہارا نصب العین، تمہارے اعمال کا سہارا اور ستون اور تمہارے دل کی صفائی کرنے والا ہونا چاہیے۔''

❻ ''فَإِنَّهٗ لَا عَمَلَ لِمَنْ لَّا نِيَّةَ لَهٗ''

''جس کی کوئی نیت نہیں ہوگی اس کا کوئی عمل معتبر نہیں ہوگا۔''

❼ ''وَلَا أَجْرَ لِمَنْ لَا حِسْبَةَ لَهٗ''

''جس نے ثواب لینے کی نیت سے عمل نہ کیا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔''

❽ ''وَلَا مَالَ لِمَنْ لَّا رِفْقَ لَهٗ''

''جس میں نرمی نہیں ہوگی اسے اپنے مال سے بھی فائدہ نہیں ہوگا۔''

❾ ''وَلَا جَدِيْدَ لِمَنْ لَّا خَلَقَ لَهٗ''

''جب تک پہلا کپڑا پرانا نہ ہو جائے نیا نہیں پہننا چاہیے۔''[1]

---

[1] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٦٥، رقم: ٤٤١٨٢

اپنے نفس کا خود محاسبہ کرو

حضرت جعفر بن برقان رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا، خط کے آخر میں یہ مضمون تھا:

"فراخی اور وسعت والے حالات میں سختی والے حساب سے پہلے (جو قیامت کے دن ہوگا) اپنے نفس کا خود محاسبہ کرو، کیوں کہ جو فراخ اور وسعت والے حالات میں سختی کے حساب سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا تو انجام کار خوش ہوگا، بل کہ اس کے حالات قابل رشک ہوں گے۔

اور جس کو دنیا کی زندگی نے (اللہ سے، آخرت سے اور دین سے) غافل رکھا اور وہ برائیوں میں مشغول رہا تو انجام کار وہ ندامت اٹھائے گا اور حسرت و افسوس کرتا رہے گا۔ جو نصیحت تمہیں کی جارہی ہے اسے یاد رکھو، تاکہ تمہیں جن کاموں سے روکا جارہا ہے تم ان سے پرہیز کرسکو۔" [1]

حق کو لازم پکڑو

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو خط میں یہ مضمون لکھا:

امابعد!

"حق کو ہر حال میں لازم پکڑو اس طرح حق تمہارے لئے اہلِ حق کے مراتب کھول دے گا اور ہمیشہ حق کے مطابق فیصلہ کیا کرو۔" [2]

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٦٥، رقم: ٤٤١٨٣
[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٦٦، رقم: ٤٤١٨٦

آپ کی دعائیں

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے تھے:

❶ ''أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ أَنْ تَأْخُذَنِي عَلٰى غِرَّةٍ أَوْ تَذَرَنِي فِي غَفْلَةٍ أَوْ تَجْعَلَنِي مِنَ الْغَافِلِيْنَ''[1]

ترجمہ: ''اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو اچانک بے خبری میں میری پکڑ کرے، یا مجھے غفلت میں پڑا رہنے دے یا مجھے غافل لوگوں میں سے بنادے۔''

حضرت حسن رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے:

❷ ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ عَمَلِيْ صَالِحًا وَّاجْعَلْهُ لَكَ خَالِصًا وَّلَا تَجْعَلْ لِأَحَدٍ فِيْهِ شَيْئًا.''[2]

ترجمہ: ''اے اللہ! میرے عمل نیک بنادے اور میرے عمل کو خالص اپنے لئے بنادے اور میرے عمل میں اور کسی کا ذرہ بھر بھی حصہ نہ ہونے دے۔''

حضرت عمرو بن میمون رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی دعا میں یہ بھی کہا کرتے تھے:

❸ ''اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِي مَعَ الْأَبْرَارِ وَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْأَشْرَارِ وَقِنِي عَذَابَ النَّارِ وَ أَلْحِقْنِي بِالْأَخْيَارِ''[3]

---

[1] أخرجه أبونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۹۱/۱، رقم: ۱۴۹

[2] كنز العمّال، الاوّل، الاذكار، الادعية المطلقة: ۲۸۶/۲، رقم: ۵۰۳۸

[3] كنز العمّال، الاوّل، الاذكار، الادعية المطلقة: ۲۸۶/۲، رقم: ۵۰۴۰

ترجمہ: ''اے اللہ! تو مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے برے لوگوں میں سے نہ بنا اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچا اور مجھے نیک اور بھلے لوگوں کے ساتھ شامل فرما۔''

حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں اکثر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنتا:

❹ ''اَللّٰهُمَّ عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا.''[1]

ترجمہ: ''اے اللہ! ہمیں عافیت نصیب فرما اور ہمیں معاف فرما۔''

فائدہ: عافیت یہ دنیا و آخرت دونوں کی راحت کا نام ہے۔ یہ بظاہر ایک مختصر سی دعا ہے، مگر اتنی جامع ہے کہ گویا ہر قسم کی پریشانیوں سے نجات اور خوشی کے حاصل ہونے کی دعا کی گئی ہے۔ دنیا کی خوشی یہ ہے کہ بندے کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ آخرت کی خوشی یہ ہے کہ بندے کو کوئی عذاب نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ یہ (عافیت) بہت بڑی نعمت ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اس دعا کو ورد زبان بنائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعاؤں میں عافیت کی اہمیت بیان ہوئی ہے اور وہاں عافیت کی ایک دعا ذکر کی گئی ہے جس کے بارے میں آتا ہے:

''لَمْ يَدَعْهُ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا.''

یعنی انہوں نے اس دعا کو آخر دم تک نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

❺ ''اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي قَتْلاً فِي سَبِيْلِكَ وَوَفَاةً فِي بَلَدِ نَبِيِّكَ''[2]

---

[1] کنز العمّال، الاوّل، الاذکار، الادعیة المطلقة: ۲/۲۸۶، رقم: ۵۰۳۷

[2] أخرجه أبو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۹۰، رقم: ۱۴۷

ترجمہ: ''اے اللہ! مجھے اپنے راستے کی شہادت اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی موت نصیب فرما۔''

میں نے کہا: ''آپ کو یہ دونوں باتیں کیسے حاصل ہوسکتی ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اللہ جہاں چاہے اپنے فیصلے کو وجود دے سکتا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بھی دعا کی:

❻ ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ ظُلْمِيْ وَ كُفْرِيْ''[1]

ترجمہ: ''اے اللہ! میرے ظلم اور میرے کفر کو معاف فرما۔''

ایک آدمی نے کہا: یہ ظلم کا لفظ تو ٹھیک ہے، لیکن کفر کا کیا مطلب؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (قرآن میں ہے)۔

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝﴾[2]

ترجمہ: ''سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

(یعنی کفر سے ناشکری مراد ہے)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ناشکری کے گناہ سے معافی طلب کی ہے، ہمیں بھی چاہیے کہ ناشکری کے گناہ سے بچیں، ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کریں، کسی حال میں بھی ناشکری نہ کریں، اور شکر کرنے کے لئے ایک بہترین اور آسان معیار حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت اللہ کا طواف کررہے تھے تو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا:

❼ ''اَللّٰھُمَّ إِنْ كَتَبْتَنِيْ فِي السَّعَادَةِ فَأَثْبِتْنِيْ فِيْهَا وَ إِنْ كُنْتَ

---

[1] كنز العمّال، الاوّل، الاذكار، الادعية المطلقة: ۲۸٦/۲، رقم: ۵۰٤۳

[2] سورة ابراهيم: آيت ۳٤

كَتَبْتَنِي فِي الشَّقَاوَةِ فَامْحُنِي مِنْهَا وَأَثْبِتْنِي فِي السَّعَادَةِ فَإِنَّكَ تَمْحُوْ مَاتَشَاءُ وَ تُثْبِتُ وَ عِنْدَكَ أُمُّ الْكِتَابِ"[1]

تَرجَمہ: "اے اللہ! اگر تو نے میرا نام خوش قسمت انسانوں میں لکھا ہے تو میرا نام ان میں لکھا رہنے دے اور اگر میرا نام بدقسمت لوگوں میں لکھا ہوا ہے تو اس میں سے مٹا کر خوش قسمت لوگوں میں لکھ دے، کیوں کہ تو جو چاہے مٹا سکتا ہے اور جو چاہے باقی رکھ سکتا ہے اور تیرے پاس لوح محفوظ ہے۔"

حضرت یزید رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو آدھی رات کے وقت رمادہ قحط کے زمانے میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، وہ یہ دعا کر رہے تھے:

❽ "اَللّٰهُمَّ لَا تُهْلِكْنَا بِالسِّنِيْنَ وَ ارْفَعْ عَنَّا هٰذَا الْبَلَاءَ"[2]

تَرجَمہ: "اے اللہ! ہمیں قحط سے ہلاک نہ فرما اور ہم سے یہ مصیبت دور فرما۔" (اور وہ یہ دعا بار بار کرتے رہے)

حضرت یزید رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے رمادہ قحط کے زمانے میں حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر چادر دیکھی جس پر سولہ پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ کی چادر پانچ ہاتھ اور ایک بالشت لمبی تھی اور یہ دعا کر رہے تھے:

❾ "أَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَلَكَةَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلٰى رِجْلَيَّ"[3]

تَرجَمہ: "اے اللہ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اُمت کی ہلاکت میرے

---

[1] كنز العمّال، الاوّل، الاذكار، الادعية المطلقة: ٢/٢٨٦، رقم: ٥٠٤٢

[2] أخرجه ابن سعد فى الطبقات، طبقات البدريين من المهاجرين، ومن بنى عدى ......: ٢/٢٧٢

[3] أخرجه ابن سعد فى الطبقات، طبقات البدريين من المهاجرين، ومن بنى عدى ......: ٢/٢٧٣

زمانے میں نہ کر۔"

حضرت اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

۱۰ "اَللّٰهُمَّ لَا تَجعَلْ قَتْلِيْ بِيَدِ رَجُلٍ صَلّٰى لَكَ سَجْدَةً وَاحِدَةً يُحَاجُّنِيْ بِهَا عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"[1]

ترجمہ: "اے اللہ! میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھوں نہ کر جس نے ایک رکعت ہی پڑھی ہو یا ایک سجدہ ہی کیا ہو اور وہ اس کی وجہ سے قیامت کے دن مجھ سے جھگڑا کرے۔" (یعنی میری شہادت مسلمان کے ہاتھوں نہ ہو)۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنکریوں کی ایک ڈھیری بنائی، پھر اس پر اپنے کپڑے کا کنارہ ڈال کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے پھر آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

۱۱ "اَللّٰهُمَّ كَبُرَتْ سِنِّيْ وَضَعُفَتْ قُوَّتِيْ وَانْتَشَرَتْ رَعِيَّتِيْ فَاقْبِضْنِيْ إِلَيْكَ غَيْرَ مُضَيِّعٍ وَلَا مُفَرِّطٍ"[2]

ترجمہ: "اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی اور میرے قویٰ کمزور ہوگئے اور میری رعایا پھیل گئی، لہٰذا اب تو مجھے اپنی طرف اس طرح اٹھالے کہ نہ تو میں کسی کا حق ضائع کرنے والا ہوں اور نہ کسی کے حق میں کمی کرنے والا ہوں۔"

حضرت اسود بن ہلال محاربی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب حضرت عمر بن

---

[1] موطأ الامام مالك، كتاب الجهاد، الشهداء فى سبيل الله: ص٤٧٦

[2] أخرجه أبو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٩١، رقم: ١٤٨

خطاب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ خلیفہ بنے تو انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو! غور سے سنو! میں دعا کروں گا تم سب اس پر آمین کہو۔"

۱۲ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي غَلِيظٌ فَلَيِّنِي وَ شَحِيحٌ فَسَخِّنِي وَضَعِيفٌ فَقَوِّنِي"[۱]

تَرجَمہ: "اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے، کنجوس ہوں مجھے سخی بنا دے کمزور ہوں مجھے قوی کر دے۔"

فَائِدَہ: کنجوسی ایک لعنت ہے اور سخاوت ایک نعمت و رحمت ہے ...... بخیل (کنجوس) آدمی جہاں دوسروں پر کچھ خرچ نہیں کرتا بسا اوقات وہاں وہ خود اپنی ذات پر بھی کچھ صرف نہیں کرتا...... اور بعض مرتبہ نہایت ضرورت ہونے کے باوجود اپنی بخیلی طبیعت کی وجہ سے کچھ خرچ نہیں کرتا۔ پھر اس کا زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے ...... سخی آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت محبوب ہوتا ہے اور بخیل نہایت ہی مبغوض ہوتا ہے، ہمیں چاہیے کہ اپنے اندر سخاوت پیدا کریں اور اسے اپنائیں اور بخل سے نجات حاصل کریں اور اس کے دور ہونے کی دعا کریں۔

حضرت سعید بن مسیّب رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى کہتے ہیں: حضرت عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کسی کی نماز جنازہ پڑھاتے تو فرماتے: "تیرا یہ بندہ دنیا سے رہائی پا گیا اور دنیا...... دنیا والوں کے لئے چھوڑ کر چلا گیا، اور اب وہ تیرا محتاج ہے تجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، وہ اس بات کی گواہی دیا کرتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اس سے درگزر فرما اور اسے اس کے نبی کے پاس پہنچا دے۔"[۲]

حضرت کثیر بن مدرک رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى کہتے ہیں: جب قبر پر مٹی ڈال دی جاتی

---

[۱] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۹۰، رقم: ۱۴۵

[۲] كنز العمّال، الثامن، كتاب الموت، صلاة الجنائز: ۱۵/۲۹۹، رقم: ۴۲۸۱۷

تو حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے:

۱۳ "اَللّٰهُمَّ أَسْلَمَهُ إِلَيْكَ الْأَهْلُ وَ الْمَالُ وَ الْعَشِيْرَةُ وَذَنْبُهُ عَظِيْمٌ فَاغْفِرْ لَهُ"[۱]

ترجمہ: "اے اللہ! اہل وعیال، مال اور خاندان والوں نے اسے تیرے سپرد کر دیا ہے اور اس کے گناہ بھی بڑے بڑے ہیں اس کی مغفرت فرما۔"

مذاکرہ

سوال ۱: حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کتنے عرصے حکومت کی؟

سوال ۲: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خیبر میں زمین ملی، اس کے بارے میں انہوں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کیا عرض کیا؟

سوال ۳: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دعاؤں میں سے کوئی چھ دعائیں زبانی یاد کر کے سنائیں۔

سوال ۴: حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کوئی دس نصیحتیں بیان کریں۔

---

[۱] کنز العمّال، الثامن، کتاب الموت، ذیل الدفن: ۳۱۱/۱۵، رقم: ٤٢٩٢١

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارُف

آپ کا نام عثمان، ابوعبداللہ کنیت اور والد کا نام عفان تھا۔

زمانۂ جاہلیت سے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قریبی تعلقات تھے اور ان ہی کی دعوت سے متاثر ہو کر دین اسلام قبول فرمایا۔ آپ بہترین عادت اور اخلاق کی بدولت جلد ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ سے نکاح کرا دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بھی آپ سے کرا دیا۔ اس وجہ سے آپ کا لقب ذُوالنورین یعنی دو نور والا پڑا۔

آپ اسلام میں حبشہ کی طرف پہلی ہجرت میں بھی شامل تھے اور دوسری ہجرت میں تو تھے ہی۔ آپ صرف مال کے نہیں بل کہ دل کے بھی غنی تھے۔ ہجرتِ مدینہ طیبہ کے بعد جب مسلمانوں کو پانی کی تنگی محسوس ہوئی تو آپ نے ہی اپنے مال سے بیر رومہ خرید رکھا تھا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب نہایت تنگی کا وقت تھا تو آپ ہی نے ایک تہائی فوج کا تمام خرچ اپنے ذمہ لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ راشد چنے گئے۔

خلافت کے ساتویں سال خارجیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور چالیس

دن تک اس محاصرے کو جاری رکھا۔ جمعے کے دن آپ روزے سے تھے اور قرآن حکیم کی تلاوت کر رہے تھے کہ آپ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا گیا۔

آپ کا زہد

حضرت عبدالملک بن شداد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے جمعے کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر دیکھا کہ ان پر عدن کی بنی ہوئی موٹی لنگی تھی جس کی قیمت چار یا پانچ درہم تھی اور گیروے رنگ کی ایک کوفی چادر تھی۔
حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو مسجد میں قیلولہ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے زمانۂ خلافت میں ایک دن مسجد میں قیلولہ فرما رہے تھے اور جب وہ سو کر اٹھے تو ان کے جسم پر کنکریوں کے نشان تھے (مسجد میں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں) اور لوگ (ان کی اس سادہ اور بے تکلف زندگی پر حیران ہو کر) کہہ رہے تھے یہ امیر المؤمنین ہیں یہ امیر المؤمنین ہیں۔[1]

حضرت شرحبیل بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو خلافت والا عمدہ کھانا کھلاتے اور خود گھر جا کر سرکہ اور تیل یعنی سادہ کھانا کھاتے۔[2]

غلطی ہو جانے پر دنیا ہی میں معاملہ صاف کر لینا

حضرت ابو الضرات رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا، آپ نے اس سے فرمایا:

”میں نے ایک مرتبہ تمہارا کان مروڑا تھا، لہٰذا تم مجھ سے بدلہ لے لو۔“ چناں

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۹۸/۱، رقم: ۱۷۸، ۱۷۹
[2] اخرجه ابو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۹۸/۱، رقم: ۱۸۰

چہ اس نے آپ کا کان پکڑ لیا تو آپ نے اس سے فرمایا:

”زور سے مروڑ، دنیا میں بدلہ دینا کتنا اچھا ہے، اب آخرت میں بدلہ نہیں دینا پڑے گا۔“[1]

کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے صدقہ کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کون ہے جو بیر رومہ (مدینہ کے ایک کنویں کا نام ہے) خرید کر مسلمانوں کے لئے صدقہ کردے۔ قیامت کے دن سخت پیاس کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو پانی پلائیں گے۔“ چناں چہ یہ فضیلت سن کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے صدقہ کردیا۔[2]

گھی شہد اور آٹے کا حلوہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اونٹنی لے کر آرہے ہیں جس پر آٹا، گھی اور شہد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی کو بٹھاؤ۔

چناں چہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹنی بٹھادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کی ایک ہانڈی منگوائی اور اس میں کچھ گھی، شہد اور آٹا ڈالا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اس کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ پک گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: کھاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس میں سے

---

[1] الطبری: ۱۱۱/۲، بحواله حياة الصحابه (اردو) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عدل و انصاف: ۱۸٤/۲

[2] أخرجه ابن عساكر بحواله حياة الصحابه (اردو) صحابہؓ کا صدقہ کرنا: ۲۹۹/۲

کھایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اہل فارس خبیص کہتے ہیں۔[1]

آپ کی وصیت

حضرت علاء بن فضل کی والدہ کہتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کے بعد لوگوں نے ان کے خزانے کی تلاشی لی تو اس میں ایک صندوق ملا جسے تالا لگا ہوا تھا، جب لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں ایک کاغذ ملا جس میں یہ وصیت لکھی ہوئی تھی:

"هٰذِهٖ وَصِيَّةُ عُثْمَانَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ، وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ، وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ عَلَيْهَا يَحْيٰى وَعَلَيْهَا يَمُوْتُ وَعَلَيْهَا يُبْعَثُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ"[2]

ترجمہ: "یہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، عثمان بن عفان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جنت حق ہے، دوزخ حق ہے اور اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو قبروں سے اٹھائیں گے جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ بے شک اللہ

[1] جمع الفوائد، کتاب الأطعمة، ما ورد فی اطعمة مخصوصة ......: ۵۷۸/۱، رقم: ۵۵۵۹

[2] أخرج الفضائلی الرازی بحواله حیاة الصحابة (اردو) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصیت کرنا: ۲/ ۲۱۳

تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی شہادت پر عثمان زندہ رہا، اسی پر مرے گا اور اسی پر ان شاء اللہ (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔“

نظام الملک نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ لوگوں نے اس کاغذ کی پشت پر یہ لکھا ہوا دیکھا

غِنَى النَّفْسِ يُغْنِي النَّفْسَ حَتّٰى يُجِلَّهَا
وَإِنْ غَضَّهَا حَتّٰى يَضُرَّبِهَا الْفَقْرُ

دل کا غنا آدمی کو غنی بنا دیتا ہے حتیٰ کہ اسے بڑے مرتبے والا بنا دیتا ہے۔ اگر چہ یہ غنا اسے اتنا نقصان پہنچائے کہ فقر اسے ستانے لگے۔

وَمَا عُسْرَةٌ فَاصْبِرْلَهَا إِنْ لَّقِيْتَهَا
بِكَائِنَةٍ إِلَّا سَيَتْبَعُهَا يُسْرٌ

اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو تم اس پر صبر کرو، کیوں کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ضرور آتی ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يُقَاسِ الدَّهْرَ لَمْ يَعْرِفِ الْأَسٰى
وَفِي غَيْرِ الْأَيَّامِ مَا وَعَدَ الدَّهْرُ [1]

جو زمانے کی سختیاں برداشت نہیں کرتا اسے کبھی غم خواری کے مزے کا پتہ نہیں چل سکتا۔ زمانے کے حوادث ہی پر اللہ نے سب کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

فَائِدَہ: انسان کی موت کا کوئی بھروسہ نہیں، معلوم نہیں کس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آجائے، اس لئے ہر مسلمان مرد و عورت کو چاہیے کہ وہ وصیت لکھ کر رکھ لیں کہ میرے ذمے فلاں شخص کا اتنا قرض ہے اتنی نمازیں قضا ہیں، حج فرض ہے ادا نہیں کیا وغیرہ وغیرہ اور پھر اس کی ایک کاپی بیوی بچوں کو دیں، ایک اپنے بھائیوں کو

---

[1] الرياض النضرة في مناقب العشرة: ۱۳۳/۲ بحواله حياة الصحابة، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصیت کرنا: ۲۱۴/۲

دیں اور ایک اپنے کسی قریبی دوست کو دیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''جو شخص وصیت کر کے دنیا سے گیا وہ سیدھے راستے اور سنت والے راستے پر دنیا سے گیا اور تقویٰ اور شہادت پر مرا، اور مغفرت کی حالت میں دنیا سے گیا۔''[1]

صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ہر سنت اور ہر ادا پر مر مٹنے والے تھے، موت ہمیشہ ان کی نگاہوں کے سامنے رہتی تھی، ان میں سے ہر ایک اس بات کی فکر میں رہتا تھا کہ ''ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی حق (یعنی نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ) یا کسی بندے کا کوئی حق (یعنی کسی کا قرض وغیرہ) مجھ پر رہ جائے اور وہ میری پکڑ کا سبب بن جائے۔''

چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وصیت والی حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''میں نے کوئی رات ایسی نہیں گزاری مگر یہ کہ میری وصیت میرے پاس لکھی ہوئی رکھی ہوتی تھی۔''[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں ان صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وضاحت: وصیت کی اہمیت اور اس کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے ہمارے ادارے بیت العلم ٹرسٹ نے دو اہم کتابیں شائع کی ہیں ① طریقۂ وصیت ② وصیت لکھئے۔ وصیت لکھنے اور کرنے میں ان شاء اللہ یہ دو کتابیں بہت معاون ثابت ہوں گی۔

---

[1] ابن ماجه، ابواب الوصايا، باب الحث على الوصية: رقم۲۷۰۱

[2] مسند احمد: ۴/۲، رقم: ۴۴۵۵

آپ کے بیانات

دنیا سراسر دھوکہ ہی دھوکہ ہے

حضرت بدر بن عثمان رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے چچا بیان کرتے ہیں: جب اہلِ شوریٰ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بیعت ہو گئے تو اس وقت وہ بہت غمگین تھے، ان کی طبیعت پر بڑا بوجھ تھا۔ وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے منبر پر تشریف لائے اور لوگوں میں بیان فرمایا، پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود بھیجا، اس کے بعد فرمایا:

''تم ایسے گھر میں ہو جہاں سے تمہیں کوچ کر جانا ہے اور تمہاری عمر تھوڑی باقی رہ گئی ہے، لہٰذا تم جو خیر کے کام کر سکتے ہو موت سے پہلے کر لو، صبح اور شام موت تمہیں آنے ہی والی ہے۔

غور سے سنو! دنیا سراسر دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے)

﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وقفہ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝﴾ [1]

ترجمہ: ''سو تم کو دنیوی زندگانی دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ وہ دھوکہ باز (شیطان) اللہ سے دھوکہ میں ڈالے۔''

اور جو لوگ جا چکے ان سے عبرت حاصل کرو اور خوب محنت کرو اور غفلت سے کام نہ لو، کیوں کہ موت کا فرشتہ تم سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔

کہاں ہیں دنیا کے وہ بھائی اور بیٹے جنھوں نے دنیا میں کھیتی باڑی کی اور اسے خوب آباد کیا اور لمبی مدت تک اس سے فائدہ اٹھایا۔

---

[1] سورۃ لقمان: آیت ۳۳

کیا دنیا نے انہیں پھینک نہیں دیا۔ چوں کہ اللہ نے دنیا کو پھینکا ہوا ہے، اس لئے تم بھی اسے پھینک دو اور آخرت کو طلب کرو، کیوں کہ اللہ نے دنیا کی اور آخرت کی جو کہ دنیا سے بہتر ہے دونوں کی مثال اس آیت میں بیان کی۔

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَآءِ سے لے کر اَمَلًا ﴾ تک۔[1]

ترجمہ: ''اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان فرمایئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعے سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئیں ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ مال اور اولاد حیاتِ دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی۔''

بیان کے بعد لوگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہونے لگے۔[2]

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کرنے کے بعد لوگوں میں بیان فرمایا:

''اما بعد! مجھ پر خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے جسے میں نے قبول کرلیا ہے۔ غور سے سنو! میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے) پیچھے چلوں گا اور اپنے پاس سے گھڑ کے نئی باتیں نہیں لاؤں گا۔

توجہ سے سنو! اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بعد میرے اوپر تمہارے تین حق ہیں:

---

[1] سورۃ الکھف: آیت ٤٥، ٤٦

[2] أخرجه ابن جرير فی تاريخه، سنة اربع وعشرين، خطبة عثمان ......: ٥٨٩/٢

پہلا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ لوگ متفق ہیں اور اس کا ایک راستہ مقرر کرلیا ہے اس میں میں اپنے سے پہلوں کے طریقے پر چلوں۔

دوسرا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ سب لوگوں نے مل کر کوئی راستہ مقرر نہیں کیا ہے اس میں میں خیر والوں کے راستے پر چلوں۔

اور تیسرا حق یہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں، آپ لوگوں کو کسی قسم کی سزا نہ دوں۔ ہاں آپ لوگ ہی خود کوئی ایسا کام کر بیٹھیں جس پر سزا دینا میرے ذمہ واجب ہو تو یہ الگ بات ہے۔

غور سے سنو! دنیا سرسبز و شاداب ہے اور تمام لوگوں کے دلوں میں اس کی رغبت رکھی ہوئی ہے اور بہت لوگ اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں، لہٰذا تم دنیا کی طرف مت جھکو اور اس پر بھروسہ نہ کرو، یہ بھروسے کے قابل نہیں اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دنیا صرف اسے چھوڑتی ہے جو اسے چھوڑ دے۔" [۱]

موت سے پہلے موت کی تیاری کرلو

حضرت مجاہد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان فرمایا۔

"اے ابن آدم! یہ بات جان لے کہ موت کا فرشتہ تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے جب سے تم دنیا میں آئے ہو وہ تمہیں چھوڑ کر دوسروں کے پاس جارہا تھا، لیکن اب اس نے دوسروں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ اس لئے اپنے بچاؤ کا سامان لے لو اور موت کی تیاری کرلو اور غفلت سے کام نہ لو، کیوں کہ موت کا فرشتہ تم سے بالکل غافل نہیں ہے۔

---

[۱] أخرجه ابن جرير في تاريخه، السنة الخامسة والثلاثون، ذكر بعض خطب عثمان: ٦/٦٩٣

اے ابن آدم! جان لے کہ اگر تم اپنے بارے میں غفلت میں پڑ گئے اور تم نے موت کی تیاری نہ کی تو تمہارے علاوہ کوئی اور یہ تیاری نہیں کرے گا اور اللہ سے ملاقات ضرور ہونی ہے، اس لئے اپنے لئے نیک اعمال لے لو اور یہ کام دوسروں پر نہ چھوڑو۔ فقط والسلام۔"[1]

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیوں کہ اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا:

"اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، کیوں کہ اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے۔ سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرے اور قبر کے اندھیرے کے لئے اللہ کے نور میں سے نور حاصل کر لے۔ اور بندے کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے حشر کے دن اندھا بنا کر نہ اٹھائیں حالاں کہ وہ دنیا میں آنکھوں والا تھا۔

"وَقَدْ يُكْفِي الْحَكِيْمُ جَوَامِعُ الْكَلِمِ وَالْأَصَمُّ يُنَادٰي مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ مَنْ كَانَ اللّٰهُ مَعَهٗ لَمْ يَخَفْ شَيْئًا، وَمَنْ كَانَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَمَنْ يَّرْجُوْ بَعْدَهٗ."

اور سمجھ دار آدمی کو تو چند جامع کلمات کافی ہو جاتے ہیں جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں اور بہرے آدمی کو تو دور سے پکارنا پڑتا ہے۔

اور یقین رکھو کہ جس کے ساتھ اللہ ہوگا وہ کسی چیز سے نہیں ڈرے گا اور اللہ جس کے خلاف ہوگا وہ اللہ کے علاوہ اور کس کی مدد کی امید کر سکتا ہے؟"[2]

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب الموت، ذکر الموت: ۲۹۴/۱۵، رقم: ۴۲۷۸۳

[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۹۳/۱۶، رقم: ۴۴۲۴۴

فائدہ: جس کے ساتھ اللہ ہوگا وہ کسی چیز سے نہیں ڈرے گا، یہ جملہ یاد رکھنا چاہیے اور ہر وقت اس کی فکر ہو کہ اللہ کی مدد میرے ساتھ رہے اور اللہ کی مدد ساتھ لینے کا آسان نسخہ اور آسان تدبیر یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دیئے جائیں اور گناہ چھوڑنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ پانچ وقت کی نماز کا اہتمام کیا جائے کہ نماز گناہوں سے روکتی ہے، اسی لئے......

- صبح کی نماز چھوڑنے والے کو فرشتے یا فاجر کہہ کر پکارتے ہیں۔
- ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو فرشتے یا خاسر کہہ کر پکارتے ہیں۔
- عصر کی نماز چھوڑنے والے کو فرشتے یا عاصی کہہ کر پکارتے ہیں۔
- مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو فرشتے یا کافر کہہ کر پکارتے ہیں۔
- عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو فرشتے یا مضیع کہہ کر پکارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تکبیر اولیٰ کے اہتمام کے ساتھ نماز پڑھنے والا بنادے۔ آمین

کوئی عمل اللہ سے چھپا ہوا نہیں ہے

حضرت حسن رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو منبر پر دیکھا وہ فرمارہے تھے:

''اے لوگو! تم چھپ کر جو عمل کرتے ہو ان میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سنا۔

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! جو بھی کوئی عمل چھپ کر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس عمل کی چادر علی الاعلان ضرور پہنائیں گے۔ اگر خیر کا عمل کیا ہوگا تو اسے خیر کی چادر پہنائیں گے اور برا عمل کیا ہوگا تو اسے بری چادر پہنائیں گے۔'' پھر حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سورۂ اعراف کی آیت میں سے ایک لفظ وَرِیْشًا نہیں پڑھا، بل کہ اس طرح آیت پڑھی:

﴿وَرِيَاشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۚ﴾[1]

ترجمہ: "باریک کپڑا اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے۔"

راوی کہتے ہیں: باریک کپڑا اور تقویٰ والے لباس سے مراد اچھی عادتیں ہیں۔[2]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت "وَرِيَاشًا" پڑھتے ہوئے سنا ہے نہ کہ "وَرِيْشًا"۔[3]

بیمار کی عیادت کرنا

حضرت عباد بن زاہر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا:

"اللہ کی قسم! ہم لوگ سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیماروں کی عیادت فرماتے تھے اور ہمارے جنازوں کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے اور ہمارے ساتھ غزوہ میں جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کم یا زیادہ جتنا ہوتا اسی سے ہم سے غم خواری فرماتے اور اب کچھ لوگ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ بتا رہے ہیں، حالاں کہ ان لوگوں نے تو شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھی نہیں ہوگا۔[4]

فائدہ: بیمار پرسی ایک عبادت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام سے بیماروں کی عیادت کو جاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس کا حکم فرماتے تھے۔ بیماروں کی عیادت کرنے کے کچھ آداب ہیں:

---

[1] سورۃ الاعراف: آیت ۲۶

[2] کنز العمّال، الثانی، کتاب الاخلاق: ۳/۲۶۹، رقم: ۸۴۲۳

[3] کنز العمال، الاول، کتاب الاذکار: ۲/۲۵۴، رقم: ۴۸۲۶

[4] مسند أحمد: ۱/۶۹، رقم: ۵۰۶

* کسی کی عیادت کے لئے جاؤ تو اس کے پاس تھوڑا بیٹھو زیادہ دیر بیٹھنے سے بیمار کو تکلیف ہوگی۔
* عیادت کے لئے مناسب وقت کا انتخاب کرو، نامناسب وقت میں جانے سے انہیں پریشانی ہوگی۔
* اگر مریض کو تکلیف نہ ہو تو اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھ لو۔
"اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ إِشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لاشَافِيَ إِلَّا أَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا" [1]
* عیادت کے لئے جاتے وقت سنت کی نیت کرلو۔
* مریض کے حق میں دعا کرو۔

بیمار کی عیادت کرنا بڑا اجر وثواب کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "بیمار کی عیادت کرنے سے ستّر ہزار فرشتے صبح سے لے کر شام تک اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔" [2]

دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جتنی دیر تک وہ عیادت کرتا ہے وہ مسلسل جنت کے باغ میں رہتا ہے۔" [3]

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ "جب مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک باغ متعین کر دیتا ہے۔" [4]

ہمیں چاہیے کہ کوئی مسلمان بھائی بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کو سمجھیں اور خود یہ عیادت صلہ رحمی کے فروغ کا ایک بہت بڑا

---

[1] ترمذی، أبواب الجنائز، باب ماجاء فی التعوذ للمريض: ۱۹۱/۱

[2] طبرانی، بروایت ابن عباس: ۱۵۸/۱۱، رقم: ۱۱٤۸۱

[3] مسند احمد، بروایت ثوبان: ۲۷٦/۵، رقم: ۲۱۸۷

[4] ترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی عيادة المريض، رقم: ۹٦۹

ذریعہ ہے جو کسی معاشرے کی بقا کے لئے نہایت ضروری ہے۔

چھوٹی عمر کے ملازموں پر کام کا بوجھ نہ ڈالیں

حضرت مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بیان میں فرماتے ہوئے سنا:

"چھوٹی عمر کے غلام کو کما کر لانے کا مکلّف نہ بناؤ، کیوں کہ اگر تم اسے کمانے کا مکلّف بناؤ گے تو وہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے کما نہیں سکے گا، اس لئے چوری شروع کر دے گا۔

اور پاک دامنی اختیار کئے رہو، کیوں کہ اللہ نے تمہیں پاک دامنی عطا فرما رکھی ہے اور کھانے کی صرف وہ چیزیں استعمال کرو جو حلال اور پاکیزہ ہیں۔"[1]

جوا کھیلنے سے بچو

حضرت زبید بن صلت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

"اے لوگو! جوا کھیلنے سے بچو یعنی نرد (شطرنج وغیرہ) نہ کھیلا کرو، کیوں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں کے گھروں میں نرد (شطرنج وغیرہ) کھیل کے آلات ہیں، اس لئے جس کے گھر میں یہ آلات موجود ہیں وہ یا تو انہیں جلا دے یا توڑ دے۔"

دوسری مرتبہ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے منبر پر فرمایا:

"اے لوگو! میں نے اس نرد کھیل کے بارے میں بات کی تھی، لیکن ایسا نظر آ رہا ہے کہ تم لوگوں نے اس کھیل کے آلات کو گھروں سے ابھی نہیں نکالا ہے، اس

---

[1] كنز العمّال، الخامس، كتاب الصحبة، حقوق المملوك: ٩/٨٥، رقم: ٢٥٦٤٢

لئے میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ حکم دے کر لکڑیوں کے گٹھڑ جمع کراؤں اور جن گھروں میں یہ آلات ہیں ان سب کو آگ لگا دوں۔ [۱]

بے کار میں راحت پسند نہیں ہونا چاہیے

حضرت عبدالرحمٰن بن حمید کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے منیٰ میں نماز پوری پڑھائی (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حج کے موقع پر منیٰ کے دنوں میں ظہر، عصر، عشاء تینوں نمازوں میں دو رکعت نماز پڑھاتے رہے۔ شروع میں حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی دو رکعت پڑھاتے رہے، لیکن پھر چار رکعت پڑھانے لگے تھے) پھر لوگوں میں بیان فرمایا:

"اے لوگو! اصل سنت تو وہ ہے جو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور آپ کے دو ساتھیوں (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) نے کیا، لیکن اس سال لوگ حج پر بہت آئے ہیں۔ اس لئے مجھے ڈر ہوا کہ لوگ دو رکعت پڑھنے کو مستقل سنت نہ بنالیں" (اس لئے میں نے چار پڑھائیں)۔ [۲]

یہ قبر تنہائی کا گھر ہے

حضرت قتیبہ بن مسلم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حجاج بن یوسف نے ہم میں بیان کیا اور اس نے قبر کا تذکرہ کیا اور مسلسل کہتا رہا:

"یہ قبر تنہائی کا گھر ہے اور اجنبیت اور بیگانگی کا گھر ہے، یہاں تک کہ خود بھی رونے لگا اور آس پاس والوں کو بھی رلا دیا۔ پھر کہا: میں نے امیر المؤمنین عبدالملک

---

[۱] أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، كتاب الشهادات، باب كراهية اللعب بالنرد: ۱۰/۲۱۵

[۲] كنز العمّال، الرابع، كتاب الصلاة، في الصلاة المسافر: ۸/۱۱۱، رقم: ۲۲۶۹۶

بن مروان کو بیان میں کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہم میں بیان کیا جس میں فرمایا:

''حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جب بھی کسی قبر کو دیکھا یا اس کا تذکرہ کیا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضرور روئے۔''[1]

اندازے سے کوئی چیز نہ خریدو

حضرت سعید بن مسیّب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا:

''میں بنو قینقاع کے ایک یہودی خاندان سے کھجوریں خریدتا تھا اور آگے نفع پر بیچتا تھا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا:

اے عثمان! جب خریدا کرو تو پیمانے سے ناپ کرلیا کرو اور جب بیچا کرو تو دوبارہ پھر پیمانے سے ناپ کر دیا کرو۔''[2]

کبوتر بازی اچھی عادت نہیں ہے

حضرت حسن رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں ایک مرتبہ حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ بیان میں تکلیف دہ کتوں کو مارنے کا اور کھیل کے طور پر اڑائے جانے والے کبوتروں کو ذبح کر دینے کا حکم دے رہے تھے (جو دوسرے کبوتروں کو لے آتے ہوں)۔[3]

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب الموت، ذکر الموت: ۱۵/۲۹۴، رقم: ۴۲۷۸۴

[2] أخرجه أحمد: ۱/۷۵، رقم: ۵۶۱

[3] أخرجه أحمد: ۱/۷۲، رقم: ۵۲۲

مذاکرہ

سُؤال ①: حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ذوالنورین کیوں کہا جاتا ہے؟

سُؤال ②: آپ کی کی شہادت کیسے ہوئی؟

سُؤال ③: وہ کون سا کنواں تھا جسے حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خرید کر صدقہ کیا؟

سُؤال ④: حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کیا وصیت کی؟

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام علی، ابوالحسن کنیت اور لقب حیدر تھا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے بیٹے تھے۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ نے ہی اسلام قبول فرمایا تھا۔ اکابرِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ آپ ہی نے عمر پائی۔ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے۔ اس وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد احکام وفرائض میں سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ اس وجہ سے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بھی آپ ہی سے کرایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ مقرر ہوئے اور سنہ ۴۰ھ میں ابن ملجم نے آپ کو شہید کردیا۔

آپ کا زہد

حضرت عبداللہ بن شریک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دادا بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مرتبہ فالودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا تو فالودے کو مخاطب کر کے فرمایا: اے فالودے! تیری خوش بو بہت اچھی ہے اور رنگ بہت خوب صورت ہے اور ذائقہ بہت عمدہ ہے، لیکن مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ مجھے جس چیز کی عادت نہیں ہے میں خود کو اس کا عادی بناؤں۔[1]

تقسیم میں برابری

حضرت کلیب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ، ذکر الصحابۃ من المھاجرین: ۱/ ۱۲۳، رقم: ۲۴۷

اصبہان سے مال آیا۔آپ نے اسے سات حصوں میں تقسیم کیا۔اس میں آپ کو ایک روٹی بھی ملی۔آپ نے اس کے سات ٹکڑے کئے اور ہر حصے پر ایک ٹکڑا رکھ دیا، پھر لشکر کے ساتوں حصوں کے امیروں کو بلایا اور ان میں قرعہ اندازی کی، تاکہ پتہ چلے کہ ان میں سے پہلے کس کو دیا جائے۔[1]

حضرت عبداللہ ہاشمی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کے پاس دو عورتیں مانگنے کے لئے آئیں۔ان میں سے ایک عربی تھی اور دوسری اس کی آزاد کردہ باندی تھی۔آپ نے حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک کُر (تقریباً ۶۳ من) غلہ اور چالیس درہم دیئے جائیں۔اس آزاد شدہ باندی کو تو جو ملا وہ اسے لے کر چلی گئی، لیکن عربی عورت نے کہا:

اے امیر المؤمنین! آپ نے اس کو جتنا دیا مجھے بھی اتنا ہی دیا، حالاں کہ میں عربی ہوں اور یہ آزاد کردہ باندی ہے۔اس سے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا:

میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بہت غور سے دیکھا تو اس میں مجھے اولاد اسماعیل عَلَیْهِ السَّلَام کو اولاد اسحاق عَلَیْهِ السَّلَام پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی۔[2]

یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے

حضرت عبیداللہ بن محمد بن عائشہ رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک سائل امیر المؤمنین حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کے پاس آکر کھڑا ہوا۔حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ یا حضرت حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے کہا: ''اپنی والدہ

---

[1] أخرجه البيهقى، فى السنن الكبرى، كتاب قسم الفئى والغنيمة، باب التسوية ......: ٣٤٨/٦

[2] أخرجه البيهقى فى السنن الكبرى، كتاب قسم الفئى والغنيمة، باب التسوية ......: ٣٤٩/٦

کے پاس جاؤ اور ان سے کہو میں نے آپ کے پاس چھ درہم رکھوائے تھے، ان میں سے ایک درہم دے دو۔"

وہ گئے اور انہوں نے واپس آکر کہا: امی جان کہہ رہی ہیں کہ وہ چھ درہم تو آپ نے آٹے کے لئے رکھوائے تھے۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا:

"لَا یَصْدُقُ اِیْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰی یَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدِ اللّٰہِ اَوْثَقُ مِنْہُ بِمَا فِیْ یَدِہٖ"

کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ جو چیز اس کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد اس چیز پر نہ ہوجائے جو اللہ کے خزانوں میں ہے۔

اپنی والدہ سے کہو کہ چھ درہم بھیج دیں۔ چناں چہ انہوں نے چھ درہم حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھجوادیئے جو حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سائل کو دے دیئے۔

راوی کہتے ہیں: حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی تھی کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس سے ایک اونٹ لئے گزرا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: یہ اونٹ کتنے میں دو گے؟

اس نے کہا: ایک سو چالیس درہم میں۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: اسے یہاں باندھ دو۔ البتہ اس کی قیمت کچھ عرصہ کے بعد دیں گے، وہ آدمی اونٹ وہاں باندھ کر چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: یہ اونٹ کس کا ہے؟

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میرا۔ اس آدمی نے کہا: کیا آپ اسے بیچیں گے؟

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا ہاں۔ اس آدمی نے کہا: کتنے میں؟

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: دو سو درہم میں، اس نے کہا: میں نے اس قیمت میں یہ اونٹ خرید لیا اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دو سو درہم دے کر وہ اونٹ لے گیا۔

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جس آدمی سے اونٹ ادھار خریدا تھا اسے ایک سو چالیس درہم دیئے اور باقی ساٹھ درہم لاکر حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دیئے۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ﴾ [1]

ترجمہ: ”جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملیں گے۔“ [2]

مسلمان کی ضرورت پوری کرنا

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو نعمتوں میں سے کون سی نعمت سے نواز کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے: ایک یہ کہ ایک آدمی یہ امید لگا کر میری طرف خلوص چہرہ کے ساتھ رہتا ہے کہ اس کی ضرورت مجھ سے پوری ہوگی اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں اس کی ضرورت آسانی سے پوری کرادیتے ہیں (اب یہ اس کا مجھ سے اپنی امید لگنا یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے یا میرا اس کی ضرورت کو پورا کرنا بڑی نعمت ہے) اور میں کسی مسلمان کی ایک ضرورت پوری کردوں یہ مجھے زمین بھر سونا چاندی ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ [3]

مسلمان کے اکرام کو قبول کرنا

حضرت ابوجعفر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: دو آدمی حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

---

[1] سورہ الانعام: آیت ۱۶۰

[2] کنز العمّال، الثالث، کتاب الزکاۃ، باب فی السخاء والصدقة، فصل فی فضلها: ۲۴۳/۶، رقم: ۱۶۹۷۲

[3] کنز العمّال، الثالث، کتاب الزکاۃ، فصل فی انواع الصدقة: ۲۵۴/۶، رقم: ۱۷۰۴۵

کے پاس آئے۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کے لئے گدا بچھایا، ایک تو گدے پر بیٹھ گیا اور دوسرا زمین پر۔ جو زمین پر بیٹھ گیا اسے حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "قُمْ فَاجْلِسْ عَلَى الْوِسَادَةِ، فَإِنَّهُ لَا يَأْبَى الْكَرَامَةِ إِلَّا حِمَارٌ"

اٹھو اور تکیے پر بیٹھو، کیوں کہ ایسے اکرام کا انکار تو گدھا ہی کر سکتا ہے۔[1]

بیمار کی عیادت

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور ﷺ جب کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

"أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ."[2]

ابن جریر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَائُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا.[3]

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور ﷺ جب کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے دائیں رخسار پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے: 'لَا بَأْسَ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا يَكْشِفُ الضُّرَّ إِلَّا أَنْتَ.'[4]

آپ کے بیانات

خیر کو لو اور شر کو چھوڑو

حضرت علی بن حسین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے

---

[1] کنز العمّال، الخامس، کتاب الصحبة، حق المجلس والجلوس: ۹/۹۷، رقم: ۲۵۷۵۱

[2] کنز العمّال، الخامس، کتاب الصحبة، حق عیادت المریض: ۹/۸۹ رقم ۲۵۶۷۹

[3] مسند احمد: ۱/۸۶، رقم: ۵۶۶

[4] کنز العمّال، الخامس، کتاب الصحبة، عیادت حق المریض: ۹/۹۰، رقم: ۲۵۶۸۹

امیر المومنین بننے کے بعد جو سب سے پہلا بیان فرمایا اس میں پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

اللہ نے ہدایت دینے والی کتاب نازل فرمائی اور اس میں خیر و شر سب بیان کر دیا، لہٰذا تم خیر کو لو اور شر کو چھوڑ و اور تمام فرائض ادا کر کے اللہ کے ہاں بھیج دو۔ اللہ ان کے بدلے میں تمہیں جنت میں پہنچا دیں گے۔

اللہ نے بہت سی چیزوں کو قابل احترام بنایا ہے جو سب کو معلوم ہے، لیکن ان تمام چیزوں پر مسلمان کی حرمت کو فوقیت عطا فرمائی ہے۔

اللہ نے اخلاص اور وحدانیت کے یقین کے ذریعے مسلمانوں کو مضبوط کیا ہے۔

کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ناحق تکلیف سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔ کسی مسلمان کو ایذاء پہنچانا حلال نہیں ہے، البتہ قصاص اور بدلہ میں جو تکلیف دینا شرعاً واجب ہو جائے اس کی اور بات ہے۔

قیامت اور موت کے آنے سے پہلے پہلے اعمالِ صالحہ کر لو، کیوں کہ بہت سے لوگ تم سے آگے جا چکے ہیں اور تمہارے پیچھے قیامت آ رہی ہے جو تمہیں ہانک رہی ہے۔

ہلکے پھلکے رہو یعنی گناہ نہ کرو اگلوں سے جا ملو گے، کیوں کہ اگلے لوگ پچھلوں کا انتظار کر رہے ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ کے بندوں اور شہروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

تم سے ہر چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ زمین کے ٹکڑوں اور جانوروں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔

جب تمہیں خیر کی کوئی چیز نظر آئے تو اسے لے لو اور جب شر نظر آئے تو اسے

چھوڑ دو۔

اس وقت کو یاد رکھو جب تم تھوڑے تھے اور سرزمین مکہ میں تم کمزور سمجھے جاتے تھے۔[1]

آدمی کا کنبہ ایک بہت بڑی نعمت ہے

ایک مرتبہ حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ نے بیان فرمایا:

آدمی سے اس کے کنبے کو اتنے فائدے حاصل نہیں ہوتے جتنے کنبے سے آدمی کو حاصل ہوتے ہیں، کیوں کہ اگر آدمی کنبے کی مدد سے اپنا ہاتھ روکتا تو صرف ایک ہاتھ رکتا ہے اور کنبے والے اپنے ہاتھ روک لیں تو پھر کئی ہاتھ رک جاتے ہیں اور کنبے کی طرف سے آدمی کو محبت حفاظت اور نصرت ملتی ہے۔

بعض مرتبہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی خاطر ناراض ہوتا ہے، حالاں کہ وہ اس دوسرے آدمی کو صرف اس کے خاندانی نسب کی وجہ سے ہی جانتا ہے۔ میں تمہیں اس بارے میں اللہ کی کتاب میں بہت سی آیتیں پڑھ کر سناؤں گا، پھر حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ نے یہ آیت پڑھی:

﴿لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ۝﴾[2]

تَرجَمَہ: ”کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا۔“

اس کے بعد حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ نے فرمایا:

یہ جو حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَامُ نے ”رُکْنٍ شَدِیْدٍ“ یعنی مضبوط پایہ فرمایا ہے اس سے مراد کنبہ ہے، کیوں کہ حضرت لوط کا کوئی کنبہ نہیں تھا۔

اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَامُ کے بعد

---

[1] أخرجه ابن جرير في تاريخه السنة الخامسة والثلاثون، اتساق الامر ۲/۷۰۱

[2] سورة هود: آیت ۸۰

اللہ نے جو نبی بھی بھیجا وہ اپنی قوم کے بڑے کنبے میں سے ہوتا تھا، پھر حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں یہ آیت پڑھی:

﴿ وَ اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ج ﴾[1]

ترجمہ: ''اور ہم تم کو اپنے میں کم زور دیکھ رہے ہیں۔''

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام چوں کہ نابینا تھے، اس لئے ان لوگوں نے آپ کو کمزوری کی طرف منسوب کیا:

﴿ وَلَوْ لَا رَھْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ز ﴾[2]

ترجمہ: ''اور اگر تمہارے خاندان کا پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو سنگسار کر چکے ہوتے۔''

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! انہیں اپنے رب کے جلال کا ڈر تو تھا نہیں، البتہ حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کے خاندان کا ڈر تھا۔[3]

روزہ صرف کھانے، پینے کے چھوڑنے کا نام نہیں ہے

حضرت امام شعبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: جب رمضان شریف آتا تو حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان فرماتے:

یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزوں کو اللہ نے فرض کیا اور اس کی تراویح کو (ثواب کی چیز بنایا لیکن) فرض نہیں کیا اور آدمی کو یہ بات کہنے سے بچنا چاہیے کہ جب فلاں روزہ رکھے گا تو میں بھی رکھوں گا اور جب فلاں روزہ رکھنا چھوڑ دے گا تو میں بھی چھوڑ دوں گا۔

---

[1] سورۃ ھود: آیت ۹۱　　[2] سورۃ ھود: آیت ۹۱

[3] کنز العمّال، الاوّل، کتاب الاذکار، سورۃ ھود: ۱۸۵/۲، رقم: ٤٤٣٣

غور سے سنو! روزہ صرف کھانے، پینے کے چھوڑنے کا نام نہیں ہے، بل کہ انہیں تو چھوڑنا ہے ہی، لیکن اصل روزہ یہ ہے کہ آدمی جھوٹ...... غلط...... اور بیہودہ باتوں...... کو بھی چھوڑ دے۔

توجہ سے سنو! رمضان کے مہینے کو اس کی جگہ سے آگے نہ لے جاؤ، وہیں رہنے دو، اس لئے جب تمہیں رمضان کا چاند نظر آجائے تو روزے شروع کردو اور جب عید کا چاند نظر آئے تو روزے رکھنے چھوڑ دو اور اگر رمضان کی ۲۹ کو غروب کے وقت ابر (بادل) ہو تو پھر مہینے کی ۳۰ کی گنتی پوری کرو۔ حضرت امام شعبی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ تمام باتیں فجر اور عصر کے بعد کہا کرتے۔[۱]

قبر روزانہ تین مرتبہ اعلان کرتی ہے

ایک مرتبہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد موت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ کے بندو! اللہ کی قسم! موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔ اگر تم (تیاری کرکے) اس کے لئے ٹھہر جاؤ گے تو بھی وہ تمہیں پکڑ لے گی اور اگر (اس کے لئے تیاری نہیں کروگے، بل کہ) اس سے بھاگو گے تو بھی وہ تمہیں آ پکڑے گی، اس لئے اپنی نجات کی فکر کرو، نجات کی فکر کرو اور جلدی کرو، جلدی کرو۔

اور ایک چیز تلاش میں تمہارے پیچھے لگی ہوتی ہے جو بہت تیز ہے اور وہ ہے قبر۔ لہٰذا قبر کے بھینچنے سے، اس کی اندھیری سے اور اس کی وحشت سے بچو۔

غور سے سنو! قبر یا تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ غور سے سنو! قبر روزانہ تین مرتبہ یہ اعلان کرتی ہے، میں تاریکی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں۔

---

[۱] کنز العمّال، الرابع، كتاب الصوم: ۲٦٦/۸، رقم: ۲٤۲٦۷

غور سے سنو! قبر کے بعد وہ جگہ ہے جو قبر سے بھی زیادہ سخت ہے، وہ جہنم کی آگ ہے جو بہت گرم اور بہت گہری ہے۔ جس کے زیور (یعنی سزا دینے کے آلات) لوہے کے ہیں، جس کے نگران فرشتے کا نام مالک ہے، جس میں اللہ کی طرف سے کسی طرح کی نرمی اور رحم کا ظہور نہیں ہوگا۔

اور توجہ سے سنو! اس کے بعد ایسی جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اللہ ہمیں اور آپ کو متقیوں میں سے بنائے اور دردناک عذاب سے بچائے۔[1]

اللہ کے بندو! دنیاوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، کیوں کہ یہ ایسا گھر ہے جو بلاؤں سے گھرا ہوا ہے اور جس کا ایک دن فنا ہو جانا مشہور ہے اور جس کی خاص صفت بدعہدی کرنا ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ زوال پذیر ہے اور دنیا اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے، کبھی کسی کے پاس اور کبھی کسی کے پاس اور اس میں اترنے والے اس کے شر سے ہرگز نہیں بچ سکتے اور دنیا والے خوب فراوانی اور خوشیوں میں ہوتے ہیں اور اچانک آزمائش اور دھوکے میں آجاتے ہیں۔ دنیا کے عیش وعشرت میں لگنا قابلِ مذمت کام ہے اور اس کی فراوانی ہمیشہ نہیں رہتی اور دنیا کے لئے نشانہ ہیں، ان پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعے انہیں توڑتی رہتی ہے۔

اللہ کے بندو! تمہارا دنیا کا راستہ ان لوگوں سے الگ نہیں ہے جو دنیا سے جا چکے ہیں جن کی عمریں تم سے زیادہ لمبی تھیں اور جن کی پکڑ تم سے زیادہ سخت تھی۔

اور جنہوں نے تم سے زیادہ شہر آباد کئے تھے اور جن کی آبادی کے نشانات بہت زیادہ عرصے تک رہے تھے اور ان کی آوازوں کا شور بہت زمانے تک رہا تھا، لیکن اب ان کی یہ آوازیں بالکل خاموش اور بجھ چکی ہیں اور اب ان کے جسم بوسیدہ اور ان کے شہر خالی ہو چکے ہیں اور ان کے تمام نشانات مٹ چکے ہیں اور قلعی اور چونے

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب الموت، ذکر الموت: ۱۵/۲۹۶، رقم: ۴۲۷۹۵

والے محلات، مزین تختوں اور بچھے ہوئے گاؤ تکیوں کے بجائے اب انہیں چٹانیں اور پتھر مل گئے ہیں جو ان کی بغلی قبروں میں رکھے ہوئے ہیں اور گارے سے بنے ہوئے ہیں اور ان کی قبروں کے سامنے کی جگہ ویران اور بے آباد پڑی ہوئی ہے اور مٹی کے گارے سے ان قبروں پر لپائی کی گئی ہے۔

ان قبروں کی جگہ آبادی کے قریب ہے، لیکن ان میں رہنے والے بہت دور چلے جانے والے مسافر ہیں۔ ان کی قبریں آبادی کے درمیان ہیں، لیکن ان قبروں والے وحشت اور تنہائی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی قبریں کسی محلے میں ہیں، لیکن یہ قبروں والے اپنے ہی میں مشغول ہیں اور انہیں آبادی سے کوئی انس نہیں ہے، حالاں کہ یہ قبروں والے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور ان کی قبریں قریب قریب ہیں، لیکن ان میں پڑوسیوں والا کوئی جوڑ نہیں ہے اور ان میں جوڑ ہو بھی کیسے سکتا ہے، جب کہ بوسیدگی نے انہیں پیس رکھا ہے اور چٹانوں اور گیلی مٹی نے انہیں کھا رکھا ہے۔

پہلے یہ لوگ زندہ تھے، اب مر چکے ہیں اور عیش ولذت والی زندگی گزار کر اب ریزہ ریزہ ہو چکے ہیں۔

ان کے مرنے پر ان کے دوستوں کو بہت دکھ ہوا اور مٹی میں انہوں نے بسیرا اختیار کر لیا اور ایسے سفر پر گئے ہیں جہاں سے واپسی نہیں۔

ہائے افسوس، ہائے افسوس، ہرگز ایسا نہیں ہوگا، یہ اس کی صرف ایک بات ہی بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے آڑ یعنی عالم برزخ ہے، اس دن تک کے لئے جس دن لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور تم بھی ایک دن ان کی طرح قبرستان میں اکیلے رہو گے اور بوسیدہ ہو جاؤ گے اور تمہیں بھی اس لیٹنے کی جگہ کے سپرد کر دیا جائے گا اور یہ قبر کا امانت خانہ تمہیں اپنے میں سمیٹ لے گا۔

تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمام کام ختم ہو جائیں گے اور قبروں کے مردے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہے وہ سب کھول

کر رکھ دیا جائے گا اور تمہیں جلال و دبدبے والے بادشاہ کے سامنے اندر کی ساری باتیں ظاہر کرنے کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا، پھر گزشتہ گناہوں کے ڈر سے دل اڑنے لگ جائیں گے اور تمہارے اوپر سے تمام رکاوٹیں اور پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور تمہارے تمام عیب اور راز ظاہر ہو جائیں گے۔

ہر انسان کو اپنے کیئے کا بدلہ ملے گا، برے کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ برا بدلہ اور اچھے کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیں گے اور اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس اعمال نامے میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری بدقسمتی!...... اس اعمال نامے کی عجیب حالت ہے کہ اس نے لکھے بغیر نہ چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اسے وہاں سب لکھا ہوا موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی کتاب پر عمل کرنے والا اور اپنے دوستوں کے پیچھے چلنے والا بنائے، تاکہ ہمیں اور آپ کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر یعنی جنت میں جگہ عطا فرمائے، بے شک وہ تعریف کے قابل بزرگی والا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا

حضرت جعفر بن محمد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کے دادا کہتے ہیں: حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب اس میت کو قبر میں رکھا جانے لگا تو اس کے گھر والے اور رشتہ دار سب اونچی آواز سے رونے لگے۔ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟

غور سے سنو! اللہ کی قسم! ان لوگوں کے مرنے والوں نے اب قبر میں جا کر جو

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۸۴/۱٦، رقم: ٤٤٢١٧

منظر دیکھ لیا ہے اگر یہ لوگ بھی وہ منظر دیکھ لیں تو یہ اپنے مردے کو بھول جائیں۔ موت کے فرشتے نے بار بار ان لوگوں کے پاس آنا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہے گا پھر (بیان کے لئے) کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمہارے لئے مثالیں بیان کیں، تمہاری موت کا وقت مقرر کیا اور تمہارے ایسے کان بنائے کہ ان میں جو بات پہنچتی ہے اسے سمجھ کر محفوظ کر لیتے ہیں اور ایسی آنکھیں عطا فرمائیں کہ جو کچھ پردے میں ہے اسے وہ ظاہر کر دیتی ہیں۔ اور ایسے دل دیئے جو ان مصائب اور مشکلات کو سمجھتے ہیں جو ان کی صورتوں کی ترکیب میں ان کو پیش آتے ہیں اور اس چیز کو بھی سمجھتے ہیں جس نے ان دلوں کو آباد کیا یعنی ذکرِ الٰہی کو۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا اور تم سے نصیحت والی کتاب یعنی قرآن کو ہٹایا بھی نہیں (بل کہ تمہیں نصیحت والی کتاب عطا فرمائی) بل کہ پوری نعمتوں سے تمہیں نوازا اور مکمل عطیات دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارا پوری طرح احاطہ اور شمار کیا ہوا ہے اور خوشی اور نفع کی حالت میں اور نقصان اور رنج کی حالت میں آپ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ تیار کیا ہوا ہے۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور دین کی طلب میں مزید کوشش کرو اور خواہشات کے ٹکڑے کر دینے والی اور لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت سے پہلے پہلے نیک عمل کرلو، کیوں کہ دنیا کی نعمتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی اور اس کے دردناک حادثات سے امن نہیں ہے۔

دنیا ایک دھوکہ ہے جس کی شکل بدلتی رہتی ہے اور کمزور سا سایہ ہے اور ایسا سہارا ہے جو جھک جاتا ہے یعنی بوقت ضرورت کام نہیں آتا۔ شروع میں یہ دھوکہ نیا نظر آتا ہے، لیکن جلدی ہی پرانا ہو کر گزر جاتا ہے اور اپنے پیچھے چلنے والے کو اپنی

شہوتوں میں تھکا کر اور دھوکے کا دودھ پلا کر ہلاک کر دیتا ہے۔

اللہ کے بندو! عبرت کی چیزوں سے نصیحت پکڑو اور قرآنی آیتوں اور احادیث نبوی ﷺ سے عبرت حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں سے ڈر جاؤ اور وعظ و نصیحت کی باتوں سے نفع حاصل کرو۔ یوں سمجھو کہ موت نے اپنے پنجے تم میں گاڑ دیئے ہیں اور مٹی کے گھر نے تمہیں اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور بڑے سخت اور ہولناک مناظر تم پر اچانک آ گئے ہیں (ان مناظر کی تفصیل یہ ہے کہ) صور پھونک دیا گیا ہے اور قبروں میں سے تمام انسانوں کو اٹھایا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت سے تمام انسانوں کو ہانک کر محشر میں لا رہے ہیں اور حساب کے لئے کھڑا کر رہے ہیں اور ہر انسان کے ساتھ اللہ نے ایک فرشتہ لگا رکھا ہے جو اسے محشر کی طرف ہانک رہا ہے اور ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اس کے خلاف اس کے برے اعمال کی گواہی دے رہا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی ہے اور اعمال کے حساب کا دفتر لا کر رکھ دیا گیا ہے اور انبیاء اور گواہ سب حاضر کر دیئے گئے ہیں اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جا رہا ہے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جا رہا ہے۔

اس دن کی وجہ سے تمام شہر تھرا رہے ہیں اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے اور یہ اولین اور آخرین کی باہمی ملاقات کا دن ہے اور اللہ کی طرف سے خاص تجلی ظاہر ہو رہی ہے اور سورج بے نور ہو رہا ہے۔ جگہ جگہ وحشی جانور گھبرا کر اکٹھے ہو گئے ہیں اور چھپے ہوئے تمام راز کھل گئے ہیں اور شریر لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اور انسانوں کے دل کانپ رہے ہیں اور جہنم والوں پر اللہ کی طرف سے ہلاک کر دینے والا رعب اور رُلانے والی سزا اتر رہی ہے۔

جہنم کو ظاہر کر دیا گیا ہے، اسے دیکھنے میں اب کوئی آڑ نہیں ہے۔ اس میں آنکڑے اور شور ہے اور کڑک جیسی بھیانک آواز ہے۔ جہنم سخت غصہ میں ہے اور

دھمکیاں دے رہی ہے اور اس کی آگ بھڑک رہی ہے اور اس کا گرم پانی ابل رہا ہے اور اس کی گرم ہوا میں اور تیزی آ رہی ہے اور اس میں ہمیشہ رہنے والے کا کوئی غم اور پریشانی دور نہیں کی جائے گی اور اس جہنم میں رہنے والوں کی حسرتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی اور اس جہنم کی بیڑیاں کبھی توڑی نہیں جائیں گی اور ان جہنمیوں کے ساتھ فرشتے ہیں جو انہیں گرم پانی کی اور آگ میں داخل ہونے کی خوش خبری دے رہے ہیں اور انہیں اللہ کے دیدار سے روک دیا گیا ہے اور انہیں دوستوں سے جدا کر دیا گیا ہے اور سب جہنم کی آگ کی طرف چلے جا رہے ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ سے اس آدمی کی طرح ڈرو جس نے دب کر عاجزی اختیار کر لی ہو اور (دشمن سے) ڈر کر کوچ کر گیا ہو اور جسے برے کاموں سے ڈرایا گیا ہو اور وہ دیکھ بھال کر ان سے رک گیا ہو اور جلدی جلدی تلاش کرنے لگا ہو اور بھاگ کر نجات حاصل کر لی ہو اور آخرت کے لئے اس نے نیک اعمال آگے بھیج دیئے ہوں جہاں لوٹ کر جانا ہے اور نیک اعمال کے توشے سے اس نے مدد حاصل کی ہو۔

بدلہ لینے اور دیکھنے میں اللہ کافی ہے اور جھگڑنے اور حجت کرنے میں اللہ کی کتاب کافی ہے اور جنت ثواب کے لئے اور جہنم وبال اور سزا کے لئے کافی ہے اور میں اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو جنت جیسی ہو

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد بیان فرمایا:

اما بعد! دنیا نے پشت پھیر لی ہے اور جدائی کا اعلان کر دیا ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے اور بلندی سے جھانک رہی ہے۔ آج گھوڑے دوڑانے کا یعنی عمل کا میدان ہے کل تو ایک دوسرے سے آگے نکلنا ہوگا۔

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/١١٩، رقم: ٢٤١

غور سے سنو! تم آج کل دنیاوی امیدوں کے دنوں میں ہو، لیکن ان کے پیچھے موت آ رہی ہے اور جس نے امید کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں کوتاہی کی وہ نا کام ونامراد ہو گیا۔

توجہ سے سنو! جیسے تم خوف کے وقت عمل کرتے ہو ایسے ہی دوسرے اوقات میں بھی شوق اور رغبت سے عمل کیا کرو۔

غور سے سنو! میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو جنت جیسی ہو اور پھر بھی اس کا طالب سویا ہوا ہو اور نہ ہی ایسی کوئی چیز دیکھی جو جہنم جیسی ہو اور پھر بھی اس سے بھاگنے والا سوتا رہے۔

غور سے سنو! جو حق سے نفع نہیں اٹھاتا اسے باطل ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ جسے ہدایت سیدھے راستے پر نہ چلا سکی، اسے گمراہی سیدھے راستہ سے ضرور ہٹا دے گی۔

غور سے سنو! آپ لوگوں کو یہاں سے کوچ کرنے کا اور سفرِ آخرت کا حکم مل چکا ہے اور اس سفر کا توشہ بھی آپ لوگوں کو بتا دیا گیا ہے۔

اے لوگو غور سے سنو! یہ دنیا تو ایسا سامان ہے جو سامنے موجود ہے اور اس میں سے اچھا برا ہر ایک کھا رہا ہے اور اللہ نے آخرت کا جو وعدہ فرما رکھا ہے وہ بالکل سچا ہے اور وہاں وہ بادشاہ فیصلہ کرے گا جو بڑی قدرت والا ہے۔

غور سے سنو! شیطان تمہیں فقیر اور محتاج ہونے سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت والے اور خوب جاننے والے ہیں۔

اے لوگو! اپنی موجودہ زندگی میں اچھے عمل کر لو، انجام کار سے محفوظ رہو گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمان بردار سے جنت کا اور نافرمان سے جہنم کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ جہنم کی آگ میں جہنمیوں کا چیخنا کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس کے قیدی کو کبھی چھڑایا نہیں

جا سکے گا اور اس میں جس کی ہڈی ٹوٹے گی تو کبھی جڑ نہ سکے گی۔ اس کی گرمی بہت سخت ہے، وہ بہت گہری ہے اور اس کا پانی خون اور پیپ ہے، اور مجھے تم پر سب سے زیادہ خطرہ دو باتوں کا ہے: ایک خواہشات کے پیچھے چلنے کا دوسرا امیدیں لمبی رکھنے کا۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ خواہشات کے پیچھے چلنے سے انسان حق سے ہٹ جاتا ہے اور لمبی امیدوں کی وجہ سے آخرت کو بھول جاتا ہے۔[1]

ان میں سے نہ بنو جو بغیر کچھ کیے آخرت کی امید رکھتے ہیں

حضرت زیاد اعرابی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: (خوارج کے) فتنے کے بعد اور نہروان شہر سے فارغ ہونے کے بعد امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کوفہ کے منبر پر تشریف فرما ہوئے، پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر آنسوؤں کی وجہ سے ان کے گلے میں پھندا لگ گیا اور اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہو گئی اور آنسو نیچے گرنے لگے، پھر انہوں نے اپنی داڑھی جھاڑی تو اس کے قطرے کچھ لوگوں پر جا گرے تو ہم یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کے آنسو جس پر گرے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جہنم پر حرام کر دیں گے۔ پھر حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا:

اے لوگو! ان میں سے نہ بنو جو بغیر کچھ کیے آخرت کی امید رکھتے ہیں اور لمبی امیدوں کی وجہ سے توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں۔ دنیا کے بارے میں باتیں تو زاہدوں جیسی کرتے ہیں، لیکن دنیا کا کام ان لوگوں کی طرح کرتے ہیں جن میں دنیا کی رغبت اور شوق ہو۔ اگر انہیں دنیا ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو ان میں

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۸۵، رقم: ۴۴۲۱۸

قناعت بالکل نہیں ہے۔

جو نعمتیں انہیں اللہ دے رہا ہے ان کا شکر کر نہیں سکتے اور پھر چاہتے ہیں کہ نعمتیں اور بڑھ جائیں۔ دوسروں کو نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں، لیکن خود نہیں کرتے۔ اوروں کو برے کاموں سے روکتے ہیں، لیکن خود نہیں رکتے۔ محبت تو نیک لوگوں سے کرتے ہیں، لیکن ان کی طرح عمل نہیں کرتے، اور ظالموں سے بغض رکھتے ہیں، لیکن خود ظالم ہیں، اور (دنیا کے) جن کاموں پر کچھ ملنے کا صرف گمان ہی ہے ان کا نفس ان سے وہ کام تو کروالیتا ہے اور (آخرت کے) جن کاموں پر ملنا یقینی ہے وہ کام ان سے نہیں کرواسکتا۔

اگر انہیں مال مل جائے تو فتنے میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر بیمار ہو جائیں تو غمگین ہو جاتے ہیں۔ اگر فقیر ہو جائیں تو ناامید ہو کر کم زور پڑ جاتے ہیں۔ وہ گناہ بھی کرتے ہیں اور نعمتیں بھی استعمال کرتے ہیں۔ عافیت ملتی ہے تو شکر نہیں کرتے اور جب کوئی آزمائش آتی ہے تو صبر نہیں کرتے، ایسے نظر آتا ہے کہ جیسے دوسروں کو موت سے ڈرایا گیا ہے انہیں نہیں اور آخرت کے سارے وعدے اور وعید دوسروں کے لئے ہیں۔

اے موت کا نشانہ بننے والو!

موت کے پاس گروی رکھے جانے والو!

اے بیماریوں کے برتنو!

اے زمانے کے لوٹے ہوئے لوگو!

اے زمانے پر بوجھ بننے والو!

اے زمانے کے پھلو!

اے حادثات کی کلیو!

اے دلائل کے سامنے گونگے بن جانے والو!

اے فتنے میں ڈوبے ہوئے لوگو!

اے وہ لوگو جن کے اور عبرت کی چیزوں کے درمیان رکاوٹیں ہیں!

میں حق بات کہہ رہا ہوں آدمی صرف اپنے آپ کو پہچان کر ہی نجات پا سکتا ہے اور آدمی اپنے ہاتھوں ہی ہلاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾[1]

تَرجَمہ: ''اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جو وعظ و نصیحت سن کر قبول کر لیتے ہیں اور جب ان کو عمل کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ اسے قبول کر کے عمل کر لیتے ہیں۔[2]

دنیا کی کھیتی مال اور بیٹے اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں

حضرت یحیٰ بن یعمر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں میں بیان فرمایا، پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے، ان کے علماء اور فقہا نے انہیں روکا نہیں، اللہ نے ان پر سزائیں نازل کیں۔

غور سے سنو! نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہ عذاب اترے جو ان پر اترا تھا۔

یہ سمجھ لو کہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے سے نہ رزق کم ہوتا ہے اور نہ موت جلدی آتی ہے۔

آسمان سے تقدیر کے فیصلے بارشوں کے قطروں کی طرح اترتے ہیں، چناں چہ

---

[1] سورة التحريم: آیت ٦

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ٨٦/١٦، رقم: ٤٤٢٢٢

ہر انسان کے اہل وعیال مال وجان کے بارے میں کم ہوجانے یا بڑھ جانے کا جو فیصلہ اللہ نے مقدر میں لکھا ہوا ہے وہ آسمان سے اترتا ہے۔

اب جب تمہارے اہل وعیال مال وجان میں کسی قسم کا نقصان ہو اور تمہیں دوسروں کے اہل وعیال مال وجان میں نقصان کے بجائے اور اضافہ نظر آئے تو اس سے تم فتنے میں نہ پڑجانا۔

مسلمان آدمی اگر خیانت وکمینگی کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو تو اسے جب بھی یہ نقصان یاد آئے گا وہ عاجزی...... انکساری...... دعا...... اور التجاء کا مظاہرہ کرے گا۔ (اور یوں اسے باطنی نفع ہوگا) اور کمینے لوگوں کو اس پر بہت غصہ آئے گا جیسے کہ کامیاب ہونے والا جوئے باز، تیروں سے جوا کھیلنے میں پہلی مرتبہ ہی ایسی کامیابی کا انتظار کرتا ہے جس سے خوب مال ملے اور تاوان وغیرہ اسے نہ دینا پڑے۔

ایسے ہی خیانت سے پاک مسلمان آدمی جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو دو اچھائیوں میں سے ایک کی اسے امید ہوتی ہے (کہ یا تو جو مانگا ہے وہ دنیا میں مل جائے گا اور اگر وہ نہ ملا تو پھر اس دعا کے دنیا میں قبول نہ ہونے کے بدلے میں آخرت میں اسے ثواب ملے گا)۔

جو اللہ کے پاس ہے وہ اس (مسلمان) کے لئے بہتر ہے یا پھر اللہ تعالیٰ اسے مال دیں گے اور اس کے اہل وعیال میں خوب کثرت ہوگی اور وہ خوب مال دار ہوگا۔

کھیتی دو طرح کی ہے: (ایک دنیا کی دوسری آخرت کی) دنیا کی کھیتی مال اور بیٹے ہیں اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دونوں قسم کی کھیتیاں عطا فرماتے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے علاوہ اور کون ایسا ہے جو یہ بات اتنے اچھے طریقے سے کہہ سکے۔[1]

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٨٦، رقم: ٤٤٢٢٤

جو جان بوجھ کر محتاج بنتا ہے وہ محتاج ہو ہی جاتا ہے

حضرت ابو وائل رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کوفہ میں لوگوں میں بیان فرمایا، میں نے انہیں اس بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے لوگو! جو جان بوجھ کر محتاج بنتا ہے وہ محتاج ہو ہی جاتا ہے۔

جس کی عمر بہت زیادہ ہو جاتی ہے وہ مختلف بیماریوں اور کمزوریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جو بلا اور آزمائش کے لئے تیاری نہیں کرتا جب اس پر آزمائش آتی ہے تو وہ صبر نہیں کر سکتا۔

جو کسی چیز پر قابو پالیتا ہے وہ اپنے کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ جو کسی سے مشورہ نہیں کرتا اسے ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔

اور اس گفتگو کے بعد یہ فرمایا تھا: عن قریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف ظاہری نشان باقی رہ جائے گا۔

اور یہ بھی فرمایا تھا:

غور سے سنو! آدمی کو سیکھنے میں حیا نہیں کرنی چاہیے اور جس آدمی سے ایسی بات پوچھی جائے جسے وہ نہیں جانتا تو اسے یہ کہنے میں حیا نہیں کرنی چاہیے کہ میں نہیں جانتا۔ تمہاری مسجدیں ویسے تو اس دن آباد ہوں گی، لیکن تمہارے دل اور جسم اجڑے ہوئے اور ہدایت سے خالی ہوں گے۔

آسمان کے سایہ تلے رہنے والے تمام انسانوں میں سب سے برے تمہارے فقہاء ہوں گے، ان میں سے ہی فتنہ ظاہر ہوگا اور ان ہی میں لوٹ کر واپس آئے گا۔

اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المؤمنین! ایسا کب ہوگا؟

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: جب علم تمہارے گھٹیا لوگوں میں ہوگا اور

تمہارے سرداروں میں زنا اور بے حیائی عام ہوگی اور بادشاہت تمہارے چھوٹے لوگوں میں ہوگی (جنہیں نہ تجربہ ہوگا نہ سمجھ ہوگی) اس وقت قیامت قائم ہوگی۔[1]

اچھے اخلاق

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک دن لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو مخلوق کو پیدا کرنے والا، (رات میں سے) پھاڑ کر صبح کو نکالنے والا، مردوں کو زندہ کرنے والا اور قبروں میں جو مدفون ہیں انہیں قیامت کے دن اٹھانے والا ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بندہ جن اعمال کو اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلہ بنا سکتا ہے ان میں سب سے افضل ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اور کلمۂ اخلاص ہے، اس لئے کہ وہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔

اور نماز قائم کرنا ہے، کیوں کہ وہ ہی اصل مذہب ہے۔

اور زکوٰۃ دینا ہے، کیوں کہ وہ اللہ کے دینی فرائض میں سے ہے۔

اور رمضان کے روزے رکھنا ہے، کیوں کہ یہ اللہ کے عذاب سے ڈھال ہے۔

اور بیت اللہ کا حج کرنا ہے، کیوں کہ یہ فقر کے دور کرنے اور گناہوں کے ہٹانے کا سبب ہے۔

اور صلہ رحمی کرنا ہے، کیوں کہ اس سے مال بڑھتا ہے اور عمر لمبی ہوتی ہے اور گھر والوں کی محبت (دوسروں کے دلوں میں) بڑھتی ہے۔

---

[1] شعب الایمان للبیھقی: ۳/۳۱۸، ۳۱۹، رقم: ۱۷۶۵

اور چھپ کر صدقہ کرنا ہے، کیوں کہ اس سے خطائیں مٹ جاتی ہیں اور رب کا غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

اور لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا ہے، کیوں کہ یہ بری موت اور ہول ناک جگہوں سے بچاتا ہے۔

اور اللہ کا ذکر خوب کرو، کیوں کہ اللہ کا ذکر سب سے اچھا ذکر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں سے جن چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے ان چیزوں کا اپنے اندر شوق پیدا کرو، کیوں کہ اللہ کا وعدہ سب سے سچا وعدہ ہے۔

اور اپنے نبی کریم ﷺ کی سیرت کی اقتداء کرو، کیوں کہ ان کی سیرت سب سے افضل سیرت ہے۔

اور ان کی سنتوں پر چلو، کیوں کہ ان کی سنتیں سب سے افضل طریقۂ زندگی ہیں۔

اور اللہ کی کتاب سیکھو، کیوں کہ وہ سب سے افضل کلام ہے۔

اور دین کی سمجھ حاصل کرو، کیوں کہ یہی دلوں کی بہار ہے۔

اور اللہ کے نور سے شفا حاصل کرو، کیوں کہ یہ دلوں کی تمام بیماریوں کی شفا ہے۔

اس کی تلاوت اچھی طرح کرو، کیوں کہ (اس کے اندر) سب سے عمدہ قصے ہیں۔

جب اسے تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم پر اللہ کی رحمت ہو۔

اور جب تمہیں اس کے علم کے حاصل کرنے کی توفیق مل گئی ہے تو اس پر عمل کرو، تاکہ تمہیں ہدایت کامل درجے کی مل جائے، کیوں کہ جو عالم اپنے علم کے خلاف عمل کرتا ہے وہ راہِ حق سے ہٹے ہوئے اس جاہل جیسا ہے جو اپنی جہالت کی

وجہ سے درست نہیں ہوسکا، بل کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ،

جو عالم اپنے علم کو چھوڑ بیٹھا ہے اس کے خلاف حجت زیادہ بڑی ہوگی اور اس پر حسرت زیادہ عرصہ تک رہے گی۔

اور اس کے مقابلے میں جہالت میں حیران و پریشان رہنے والے جاہل کے خلاف حجت چھوٹی اور اس پر حسرت کم ہوگی۔ ویسے تو دونوں گمراہ ہیں اور دونوں ہلاک ہوں گے۔

اور تردد میں نہ پڑو، ورنہ تم شک میں پڑ جاؤ گے اور اگر تم شک میں پڑ گئے تو ایک دن کافر بن جاؤ گے۔

اور اپنے لئے آسانی اور رخصت والا راستہ اختیار نہ کرو، ورنہ تم غفلت میں پڑ جاؤ گے اور اگر تم حق سے غفلت برتنے لگ گئے تو پھر خسارہ والے ہو جاؤ گے۔

غور سے سنو! یہ سمجھ داری کی بات ہے کہ،

تم بھروسہ کرو، لیکن اتنا بھروسہ نہ کرو کہ دھوکہ کھالو اور تم میں سے اپنے آپ کا سب سے زیادہ خیر خواہ وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا ہے۔

اور تم میں سے اپنے آپ کو سب سے زیادہ دھوکہ دینے والا وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ نافرمانی کرنے والا ہے۔

جو اللہ کی اطاعت کرے گا وہ امن میں رہے گا اور خوش رہے گا۔

اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا، وہ ڈرتا رہے گا اور اسے ندامت اٹھانی پڑے گی۔

پھر تم اللہ سے یقین مانگو اور اس کے سامنے عافیت کا شوق ظاہر کرو۔

دل کی سب سے بہتر دائمی کیفیت یقین ہے۔

فرائض سب سے افضل عمل ہیں اور جو نئے کام اپنے پاس سے گھڑے جاتے

ہیں وہ سب سے برے ہیں۔

ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر نئی بات گھڑنے والا بدعتی ہے، جس نے کوئی نئی بات گھڑی اس نے (دین) ضائع کر دیا۔

جب کوئی بدعتی نئی بدعت نکالتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے کوئی نہ کوئی سنت ضرور چھوڑتا ہے۔

اصل نقصان والا وہ ہے جس کا دینی نقصان ہوا ہو اور نقصان والا وہ ہے جو اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دے۔

ریا کاری شرک میں سے ہے اور اخلاص عمل و ایمان کا حصہ ہے۔

کھیل کود کی مجلسیں قرآن بھلا دیتی ہیں اور ان میں شیطان شریک ہوتا ہے، اور یہ مجلسیں ہر گمراہی کی دعوت دیتی ہیں۔

اور عورتوں کے ساتھ زیادہ بیٹھنے سے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور ایسے آدمی کی طرف سب کی نگاہیں اٹھتی ہیں، عورتیں شیطان کے جال ہیں۔

اللہ کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ سچے کے ساتھ ہے۔

اور جھوٹ سے اجتناب کرو، کیوں کہ جھوٹ ایمان کا مخالف عمل ہے۔

غور سے سنو! سچ نجات اور عزت کی بلند جگہ پر ہے اور جھوٹ ہلاکت اور بربادی کی بلند جگہ پر ہے۔

غور سے سنو!

❶ حق بات کہو اس سے تم پہچانے جاؤ گے اور حق پر عمل کرو اس سے تم حق والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

❷ جس نے تمہارے پاس امانت رکھوائی ہے اسے اس کی امانت واپس کرو۔

❸ جو رشتہ دار تم سے قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

❹ جو تمہیں نہ دے، بل کہ محروم کرے تم اس کے ساتھ احسان کرو۔

۵ جب تم کسی سے معاہدہ کرو تو اسے پورا کرو۔
۶ جب فیصلہ کرو تو عدل وانصاف والا کرو۔
۷ آباؤ اجداد کے کارناموں پر ایک دوسرے پر فخر نہ کرو۔
۸ ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو۔
۹ آپس میں حد سے زیادہ مذاق نہ کرو۔
۱۰ ایک دوسرے کو غصہ نہ دلاؤ۔
۱۱ کمزور، مظلوم، مقروض مجاہد فی سبیل اللہ، مسافر اور سائل کی مدد کرو۔
۱۲ غلاموں کو آزادی دلوانے میں مدد کرو۔
۱۳ بیوہ اور یتیم پر رحم کرو۔
۱۴ سلام پھیلاؤ اور جو تمہیں سلام کرے تم اسے ویسا ہی جواب دو یا اس سے اچھا جواب دو۔
۱۵ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔
۱۶ اللہ سے ڈرو کیوں کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔
۱۷ مہمان کا اکرام کرو۔
۱۸ پڑوسی سے اچھا سلوک کرو۔
۱۹ بیماروں کی عیادت کرو۔
۲۰ جنازے کے ساتھ جاؤ۔
۲۱ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔

دنیا منہ پھیر کر جا رہی ہے اور اپنے رخصت ہونے کا اعلان کر رہی ہے اور آخرت سایہ ڈال چکی ہے اور جھانک رہی ہے۔ آج دوڑانے کے لئے گھوڑے تیار کرنے کا دن ہے، کل قیامت کو ایک دوسرے سے آگے بڑھنا ہوگا اور آگے بڑھ کر

جنت میں جانا ہوگا۔ اگر آگے بڑھ کر جنت میں نہ جاسکا تو پھر اس کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

توجہ سے سنو! تمہیں اِن دنوں عمل کرنے کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ اس کے بعد موت ہے جو بہت تیزی سے آ رہی ہے جو مہلت کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے اپنے ہر عمل کو اللہ کے لئے خالص کرے گا، وہ اپنے عمل کو اچھا اور خوب صورت بنالے گا اور اپنی امید کو پائے گا اور جس نے اس میں کوتاہی کی اس کے عمل خسارے والے ہو جائیں گے، اس کی امید پوری نہ ہوگی بل کہ امید کی وجہ سے اس کا نقصان ہوگا۔

۲۲ اللہ کے ثواب کے شوق میں اس کے عذاب سے ڈر کر عمل کرو۔

اگر کبھی نیک اعمال کی رغبت اور شوق کا تم پر غلبہ ہو تو اللہ کا شکر کرو اور اس شوق کے ساتھ خوف پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

اور اگر کبھی اللہ کے خوف کا غلبہ ہو تو اللہ کا ذکر کرو اور اس خوف کے ساتھ کچھ شوق ملانے کی کوشش کرو، کیوں کہ اللہ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ ''اچھے عمل پر اچھا بدلہ ملے گا اور جو شکر کرے گا اللہ اس کی نعمت بڑھائے گا۔''[1]

فَائِدَۃ: ان بائیس (۲۲) نصیحتوں کو کتاب بند کر کے گنوائیں، کم از کم سات مرتبہ ان کو پڑھیں، پھر کتاب بند کر کے گنوائیں اور دوسروں کو بھی ان باتوں کی دعوت دیں اور یہ نصیحتیں سنائیں، یہ بائیس (۲۲) نصیحتیں سب اہم ہیں اور سب پر عمل کرنا چاہیے لیکن آخری والی نصیحت پر ابھی سے عمل شروع کریں کہ جو بھی نیک کام کی توفیق ملے تو اس کو ثواب کی نیت سے کریں۔

---

[1] ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ ثم دخلت سنۃ سبع وثلاثین، حدیث ایوب ...... ۷/۲۱٦، ۲۱۷

بدعتی کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوگا

حضرت یزید بن شریک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ہم میں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

جو یہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس (یعنی حضرت علی کے پاس) اللہ کی کتاب اور اس صحیفے کے علاوہ کچھ اور لکھا ہوا ہے جسے ہم پڑھتے رہتے ہیں تو وہ بالکل غلط کہتا ہے اور اس صحیفے میں زکوٰۃ اور دیت کے اونٹوں کی عمر اور زخموں کے مختلف احکام کے بارے میں لکھا ہوا ہے اور اس صحیفے میں یہ بھی ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

مدینہ کا حرم عیر پہاڑ سے ثور پہاڑ تک ہے، یہ سارا علاقہ قابل احترام ہے، لہٰذا جو اس علاقے میں خود کوئی نئی چیز ایجاد کرے یا نئی چیز ایجاد کرنے والے کو ٹھکانہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کسی فرض اور نفل عمل کو قبول نہیں فرمائیں گے۔

اور جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کی نسبت کرے گا اور جو غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے غلام ہونے کا دعویٰ کرے گا تو ان دونوں پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے کسی فرض اور نفل عمل کو قبول نہیں فرمائیں گے۔

تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے جس کے لئے کم درجے کا مسلمان بھی سعی کرے گا (یعنی ادنیٰ درجے کا مسلمان بھی کسی کافر یا دشمن کے آدمی کو امان دے دے تو اب اسے تمام مسلمانوں کی طرف سے امان مل جائے گی)۔[1]

---

[1] أخرجه أحمد في مسنده: ۸۱/۱، رقم: ٦١٦

حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر و حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہیں

حضرت ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت علقمہ بن قیس رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اس منبر پر ہاتھ مار کر کہا کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس منبر پر ہم لوگوں میں بیان کیا، پہلے انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کچھ دیر اللہ کی ذات و صفات کا تذکرہ کیا، پھر فرمایا:

حضور ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، پھر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، پھر ہم نے ان کے بعد بہت سے نئے کام کئے ہیں جن کا اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔[1]

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے

مسند احمد میں حضرت وہب سوائی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اسی کے ہم معنی روایت مذکور ہے، البتہ اس میں یہ مضمون نہیں ہے کہ پھر ہم نے بہت سے نئے کام کئے اور اس میں حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ فرمان ہے:

''ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔''[2]

شیخین کی محبت اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے

حضرت زید بن وہب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانۂ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

---

[1] أخرجه أحمد: ١/١٢٧، رقم: ١٠٥٤

[2] حياة الصحابة، خطبات علی بن ابی طالب، اقواله فی فضل ابی بكر و عمر: ٤/٢٣٩

عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں چند لوگوں کے پاس سے گزرا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں نامناسب کلمات کہہ رہے تھے، یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

اس ذات کی قسم جس نے دانے کو (زمین میں جانے کے بعد) پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! ان دونوں حضرات سے وہی محبت کرے گا جو مؤمن اور صاحب فضل و کمال ہوگا اور ان سے بغض صرف بدبخت اور بے دین ہی رکھے گا۔ حضرات شیخین (ابوبکر و عمر) کی محبت اللہ کے قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور ان حضرات سے بغض ونفرت بے دینی ہے۔ لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں...... دو وزیروں...... دو خاص ساتھیوں...... قریش کے دو سرداروں...... اور مسلمانوں کے دو روحانی باپوں...... کا نامناسب کلمات سے ذکر کرتے ہیں، جو بھی ان حضرات کا ذکر برائی سے کرے گا میں اس سے بری ہوں اور میں اسے اس وجہ سے سزا دوں گا۔[1]

کم زوروں کو خرید وفرخت پر مجبور مت کرو

بنوتمیم کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ ایک دوسرے کو کاٹ کھائیں گے اور مال دار اپنے مال کو روک کر رکھے گا، بالکل خرچ نہیں کرے گا، حالاں کہ اسے اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا (بل کہ اسے تو ضرورت سے زائد سارا مال دوسروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

---

[1] المنتخب: ٤/٤٤٣، بحوالہ حیاۃ الصحابۃ (اردو) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیانات: ۷۳۹/۳

﴿وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾[1]

ترجمہ: ”اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو۔“

برے لوگ زور پر ہوں گے اور غالب آجائیں گے۔ نیک لوگ بالکل دب جائیں گے اور مجبور لوگوں سے خرید وفروخت کی جائے گی (یا تو انہیں خرید وفروخت پر کسی طرح مجبور کیا جائے گا یا وہ قرضے وغیرہ کی وجہ سے مجبور ہوکر اپنا سامان وغیرہ سستے داموں بیچیں گے) حالاں کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجبور انسان سے اس طرح خریدنے سے اور دھوکہ کی خرید وفروخت سے اور پکنے سے پہلے پھل بیچ دینے سے منع فرمایا ہے۔[2]

قربانی کا گوشت تین دن کے بعد بھی کھانا جائز ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوعبید رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى کہتے ہیں: میں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کے ساتھ عید الاضحیٰ کی نماز میں شریک ہوا، حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا تم لوگ تین دن (تو گوشت کھاؤ اس) کے بعد نہ کھاؤ (حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے پہلے تو منع فرمایا تھا، لیکن بعد میں تین دن کے بعد بھی کھانے کی اجازت دے دی تھی)۔[3]

حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا فرمان، میرے بارے میں جھوٹ نہ بولو

حضرت رِبعی بن حراش رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ

---

[1] سورة البقره: آیت ۲۳۷
[2] أخرجه أحمد: ۱/۱۱٦، رقم: ۹۳۹
[3] أخرجه أحمد: ۱/۱٤۱، رقم: ۱۱۹٦

کو بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا:

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''میرے بارے میں جھوٹ نہ بولو، کیوں کہ جو میرے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔''[1]

نیکی عذاب کو دور کردیتی ہے

حضرت عمیر بن عبدالملک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کوفہ کے منبر پر ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

اگر میں خود حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نہ پوچھتا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھے خود بتا دیتے اور اگر میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے خیر کے بارے میں پوچھتا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے بارے میں بتاتے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے رب کی طرف سے مجھے یہ حدیث سنائی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے اپنے عرش کے اوپر بلند ہونے کی قسم! جس بستی والے اور گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری نافرمانی پر ہوں جو کہ مجھے ناپسند ہے، پھر یہ لوگ اس نافرمانی کو چھوڑ کر میری اطاعت اختیار کرلیں جو مجھے پسند ہے تو میرا عذاب جو انہیں ناپسند ہے ان سے ہٹا کر اپنی رحمت کو ان کی طرف متوجہ کردوں گا جو انہیں پسند ہے اور جس بستی والے اور جس گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری اطاعت پر ہوں جو مجھے پسند ہے وہ اسے چھوڑ کر میری نافرمانی اختیار کرلیں جو مجھے ناپسند ہے، تو میری رحمت جو انہیں پسند ہے وہ ان سے ہٹا کر اپنا غصہ ان کی طرف متوجہ کردوں گا جو انہیں ناپسند ہے۔[2]

فَائِدَہ: یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جب انسان گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور دن رات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزارتا ہے، کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں

---

[1] أخرجه أحمد: ١/١٥٠، رقم: ١٢٩٤

[2] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٦٧، رقم: ٤٤١٥٩

ہوتا، اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتا تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غیظ وغضب نازل ہوتا ہے اور پھر اس کی بنی ہوئی دنیا خراب ہو جاتی ہے، بہت ساری پریشانیاں اس کو گھیر لیتی ہیں، کاروباری پریشانی، گھریلو پریشانی، کبھی بیوی سے لڑ رہا ہوتا ہے تو کبھی والدین اور بھائی بہنوں سے۔

پھر اس صورت میں وہ عاملوں کے پیچھے بھاگتا ہے کہ میرے اوپر کسی نے سحر جادو کروایا ہے یا مولویوں کے پاس جاتا ہے کہ جی میرا کاروبار بند ہے، گھر میں اختلافات ہیں، بیماریاں ہیں یا کہتا ہے میرے اوپر کسی نے تعویذ کروایا ہے آپ معلوم کریں یا مجھے کوئی وظیفہ دیں جب کہ ان ساری پریشانیوں کا سبب اللہ کی نافرمانی اور گناہوں کا مرتکب ہونا ہے، اس لئے گناہوں سے بچتے رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غصے سے بچنے کے لئے یہ دعا مانگتے رہیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ"[1]

تَرجَمَہ: "اے اللہ! میں تیری (صفات جلالیہ سے جمالی صفات کی) پناہ لیتا ہوں رضا مندی کی تیرے غصے سے اور تیری معافی کی تیرے عذاب سے۔"

اس دعا کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ تہجد کی نماز میں آپ ﷺ اس کو مانگتے تھے، ہمیں بھی چاہیے کہ اس دعا کو اپنا معمول بنائیں۔

---

[1] مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود: رقم ٤٨٦

آپ کی نصیحتیں

آدمی کا دنیا میں اتنا حصہ ہے جتنا اسے ملا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: اے ابوالحسن! مجھے کچھ نصیحت کرو۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

❶ آپ اپنے یقین کو شک نہ بنائیں (یعنی روزی کا ملنا یقینی ہے اس کی تلاش میں اس طرح اور اتنا نہ لگیں کہ گویا آپ کو اس میں کچھ شک ہے)۔

❷ اپنے علم کو جہالت نہ بنائیں (جو علم پر عمل نہیں کرتا وہ اور جاہل دونوں برابر ہوتے ہیں)۔

❸ اپنے گمان کو حق نہ سمجھیں (یعنی آپ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھیں)۔

❹ اور یہ بات آپ جان لیں کہ آپ کی دنیا تو صرف اتنی ہے کہ جو آپ کو ملی اور آپ نے اسے (بھلے کاموں میں اپنی جائز ضروریات میں ثواب کی نیت سے خرچ کرکے) آگے چلا دیا، یا تقسیم کرکے برابر کردیا، یا پہن کر پرانا کردیا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اے ابوالحسن! آپ نے سچ فرمایا۔[1]

کھانا کھائیں لیکن پیٹ نہ بھریں

حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا:

اے امیرالمؤمنین! اگر آپ کی خوشی یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں حضور

---

[1] کنزالعمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۱۶/۸۷، رقم: ٤٤٢٢٥

صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملیں تو آپ اپنی امیدیں مختصر کریں۔

اور کھانا کھائیں، لیکن پیٹ نہ بھریں۔

اور لنگی بھی چھوٹی پہنیں اور کرتے پر پیوند لگائیں اور اپنے ہاتھ سے جوتی گانٹھیں اس طرح کریں گے تو ان دونوں سے جاملیں گے۔[1]

خیر یہ ہے کہ آدمی کا علم زیادہ ہو جائے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"لَيْسَ الْخَيْرُ أَنْ يَّكْثُرَ مَالُكَ وَوَلَدُكَ"

"خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد زیادہ ہو جائے۔"

"وَلٰكِنَّ الْخَيْرَ أَنْ يَّكْثُرَ عِلْمُكَ وَيَعْظُمَ حِلْمُكَ وَتُبَاهِيَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ."

"بل کہ خیر یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہاری بردباری کی صفت بڑی ہو اور اپنے رب کی عبادت میں تم لوگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔"

"فَإِنْ أَحْسَنْتَ حَمِدْتَّ اللّٰهَ وَ إِنْ أَسَأْتَ اسْتَغْفَرْتَ اللّٰهَ."

"اگر تم سے نیکی کا کام ہو جائے تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر برائی کا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو۔"

دنیا میں صرف دو آدمیوں میں سے ایک کے لئے خیر ہے:

ایک تو وہ آدمی جس سے کوئی گناہ ہو گیا اور پھر اس نے توبہ کرکے اس کی تلافی کرلی۔

دوسرا وہ آدمی جو نیک کاموں میں جلدی کرتا ہو اور جو عمل تقویٰ کے ساتھ ہو وہ کم شمار نہیں ہو سکتا، کیوں کہ جو عمل اللہ کے ہاں قبول ہو وہ کیسے کم شمار ہو سکتا ہے

---

[1] شعب الایمان للبیہقی: ۷/۴٦۵، رقم: ۵۲۸۹

(کیوں کہ قرآن میں ہے کہ اللہ متقیوں کے عمل کو قبول فرماتے ہیں)۔[1]

چار قسم کے لوگوں کی دوستی سے بچو

حضرت عقبہ بن ابوالصہباء رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: جب ابن ملجم نے حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خنجر مارا تو حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رو رہے تھے، حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

اے میرے بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟

عرض کیا: میں کیوں نہ روؤں جب کہ آج آپ کا آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

چار اور چار (کل آٹھ) چیزوں کو پلے باندھ لو۔ ان آٹھ چیزوں کو تم اختیار کرو گے تو پھر تمہارا کوئی عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا: ابا جان! وہ چیزیں کیا ہیں؟

فرمایا:

۱ "أَغْنَى الْغِنَى الْعَقْلُ."

سب سے بڑی مال داری عقل مندی ہے۔ یعنی مال سے بھی زیادہ کام آنے والی چیز عقل اور سمجھ ہے۔

۲ "وَأَكْبَرَ الْفَقْرِ الْحُمْقُ."

اور سب سے بڑی فقیری حماقت اور بے وقوفی ہے۔

۳ "وَأَوْحَشَ الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ"

---

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر جماعة ادركهم المصنف: ۱۰/۴۲۰، رقم: ۱۵۷۱۹

سب سے زیادہ وحشت کی چیز اور سب سے بڑی تنہائی عجب اور خود پسندی ہے۔

۴ "وَأَكْرَمَ الْكَرَمِ حُسْنُ الْخُلْقِ"

اور سب سے زیادہ بڑائی اچھے اخلاق ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا: اے ابا جان! یہ چار چیزیں تو ہوگئیں، مجھے باقی چار چیزیں بھی بتا دیں۔

فرمایا:

۱ "وَ إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْأَحْمَقِ فَإِنَّهُ يُرِيْدُ أَنْ يَّنفَعَكَ فَيَضُرُّكَ."

بے وقوف کی دوستی سے بچنا، کیوں کہ وہ فائدہ پہنچاتے پہنچاتے تمہارا نقصان کر دے گا۔

۲ "وَ إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيْدَ وَيُبَعِّدُ عَلَيْكَ الْقَرِيْبَ."

اور جھوٹے کی دوستی سے بچنا، کیوں کہ جو تم سے دور ہے یعنی تمہارا دشمن ہے اسے تمہارے قریب کر دے گا اور جو تمہارے قریب ہے یعنی تمہارا دوست ہے اسے تم سے دور کر دے گا (یا وہ دور والی چیز کو نزدیک اور نزدیک والی چیز کو دور بتائے گا اور تمہارا نقصان کر دے گا)۔

۳ "وَ إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْبَخِيْلِ فَإِنَّه يَبْعُدُ عَنْكَ أَحْوَجَ مَاتَكُوْنُ إِلَيْهِ."

اور کنجوس کی دوستی سے بھی بچنا، کیوں کہ جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی وہ اس وقت تم سے دور ہو جائے گا۔

۴ "وَ إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبِيْعُكَ بِالتَّافِهِ"

اور بد کردار کی دوستی سے بچنا، کیوں کہ وہ تمہیں معمولی سی چیز کے بدلے میں بیچ

دے گا۔[1]

کہنے والے پر نہیں قول پر نظر کرو

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا:

یہ مت دیکھو کہ کون بات کر رہا ہے، بل کہ یہ دیکھو کہ کیا بات کہہ رہا ہے۔ ہر بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے صرف وہی بھائی چارہ باقی رہتا ہے جو لالچ کے بغیر ہو۔[2]

آپ کی وصیت

حضرت مدائنی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے اپنے ایک امیر کو یہ خط لکھا:

"ٹھہرو اور یوں سمجھو کہ تم زندگی کے آخری کنارے پر پہنچ گئے ہو۔ تمہاری موت کا وقت آگیا ہے اور تمہارے اعمال تمہارے سامنے اس جگہ پیش کیے جا رہے ہیں جہاں دنیا کے دھوکے میں پڑا ہوا ہائے حسرت پکارے گا اور زندگی ضائع کرنے والا تمنا کرے گا کہ کاش! میں توبہ کر لیتا اور ظالم تمنا کرے گا کہ اسے (ایک مرتبہ پھر دنیا میں) واپس بھیج دیا جائے (تاکہ وہ نیک عمل کر کے آئے) اور یہ جگہ میدان حشر ہے۔"[3]

آپ کی دعائیں

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرمایا کرتے تھے:

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... ۱۶/۱۱۲، رقم: ۴۴۳۸۱

[2] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... ۱۶/۱۱۳، رقم: ۴۴۳۹۰

[3] منتخب الکنز: ۵/۵۸، بحوالہ حیاۃ الصحابۃ (اردو) حضرت علی کی اپنے امیروں کو وصیت: ۲/۲۱۹

❶ "أَعُوْذُبِكَ مِنْ جُهْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْكِ الشَّقَاءِ وَ شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ السِّجْنِ وَالْقَيْدِ وَ السَّوْطِ"[1]

ترجمہ: "(اے اللہ)! بلا ومصیبت کی سختی کے اور بدقسمتی کے پکڑ لینے سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جیل، بیڑی اور کوڑے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

حضرت ثوری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ یہ دعا کیا کرتے تھے:

❷ "اَللّٰهُمَّ إِنَّ ذُنُوْبِي لَا تَضُرُّكَ وَ إِنَّ رَحْمَتَكَ إِيَّايَ لَا تَنقُصُكَ"[2]

ترجمہ: "اے اللہ! میرے گناہ تیرا کوئی نقصان نہیں کر سکتے اور تو مجھ پر رحم فرمائے تو اس سے تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔"

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ جب نیا چاند دیکھا کرتے تو فرمایا کرتے:

❸ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ خَيْرَ هَذَا الشَّهْرِ وَ فَتْحَهُ وَ نَصْرَهُ وَبَرَكَتَهُ وَرِزْقَهُ وَ نُوْرَهُ وَ طُهُوْرَهُ وَ هُدَاهُ وَ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهِ وَ شَرِّمَا فِيْهِ وَ شَرِّمَا بَعْدَهُ"[3]

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینے کی خیر اور اس کی فتح، نصرت، برکت، رزق، نور، طہارت اور ہدایت مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ اس کے بعد ہے اس کے

---

[1] كنز العمّال، الاوّل، الاذكار، الادعية المطلقة: ٢/٢٨٧، رقم: ٥٠٥١

[2] كنز العمّال، الاوّل، الاذكار الادعية المطلقة: ٢/٢٨٩، رقم: ٥٠٦١

[3] كنز العمّال، الرابع، كتاب الصوم، فصل فى احكام الصوم، رؤية الهلال: ٨/٢٧٢، رقم: ٢٤٣٠٥

شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

فَائِدَہ: ہر مہینہ زندگی کا ایک مرحلہ ہے۔ جب ایک مہینہ ختم ہوکر دوسرے مہینے کا چاند آسمان پر نمودار ہوتا ہے تو گویا اعلان ہوتا ہے کہ ہر آدمی کی زندگی کا ایک مرحلہ پورا ہوا آگے کا مرحلہ شروع ہو رہا ہے۔ پہلا مرحلہ تو جیسا تیسا گزار دیا اس نئے مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی خیر و برکات کو سمیٹنے کا اہتمام کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے ہر نیا چاند دیکھتے وقت اہتمام سے یہ دعا مانگنی چاہیے، اور اپنی ڈائری میں ہر مہینے کی آخری تاریخ والے صفحے پر یہ دعا لکھ لینی چاہیے، تاکہ موقع پر یاد آئے اور اس کا اہتمام ہو سکے۔

۴ حضرت عمر بن سعید نخعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پیچھے ابن مکنف کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے چار تکبیریں کہیں اور ایک طرف سلام پھیرا، پھر انہوں نے ابن مکنف کو قبر میں اتارا اور پھر فرمایا:

اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے، تیرا مہمان بنا ہے اور تو بہترین میزبان ہے۔ اے اللہ! جس قبر میں یہ داخل ہوا ہے اسے وسیع فرمادے اور اس کے گناہ معاف فرمادے۔ ہم تو اس کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں، لیکن تو ہم سے زیادہ جانتا ہے اور یہ "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی گواہی دیتا تھا۔[1]

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب الموت: ۱۵/ ۳۱۰، رقم: ٤٢٩٠٧

مذاکرہ

سؤال ①: بچوں میں سب سے پہلے اسلام کس نے قبول کیا؟
سؤال ②: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس نے شہید کیا؟
سؤال ③: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو اچھے اخلاق بتائے ہیں وہ کیا ہیں؟
اپنے دس رشتہ داروں اور دوستوں کو بتایئے۔
سؤال ④: بیمار کی عیادت کرنا کیسا ہے؟ وہ کون سی دعا ہے جو بیمار کی عیادت کے وقت مانگی جاتی ہے؟

حضرت بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

تعارُف

آپ کا نام بلال، ابوعبداللہ کنیت اور آپ کے والد کا نام رباح تھا۔ آپ حبشی نژاد غلام تھے، مگر آپ کا دل صاف اور ایمان کے نور سے منور تھا۔

امیہ بن خلف آپ کا آقا تھا، وہ آپ کو خوب تکلیفیں دیتا تھا۔ تپتی ریت میں لٹاتا، مگر آپ کی زبان سے "أَحد أَحد" (اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے) کے سوا کچھ نہ نکلتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کی منہ مانگی قیمت دے کر آپ کو آزاد کر دیا۔

مدینہ منورہ میں جب مسلمانوں کی پہلی مسجد قائم ہوئی تو آپ کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مسجد نبوی کا مؤذن مقرر فرمایا۔

۲۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔ دمشق میں باب الصغیر میں دفن ہوئے۔

آپ اللہ تعالیٰ کے حقیقی غلام تھے

حضرت قیس فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو (جو غلام تھے) خرید کر کے آزاد کر دیا تو حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اے ابوبکر! اگر آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کر دیا ہے تو پھر مجھے چھوڑ دیجیے کہ میں (اللہ کا خادم بن کر) اللہ کا کام کرتا رہوں (یعنی عبادت کرتا رہوں) اور اگر آپ نے مجھے اس لئے آزاد کیا ہے کہ میں آپ کا خادم بنوں تو آپ مجھے اپنا خادم بنا لیجیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب یہ سنا تو رو

پڑے اور پھر فرمایا: میں نے آپ کو اللہ کے لئے آزاد کیا، جائیے اور اللہ کا خادم بنئے۔[1]

تحیۃ الوضو کی برکت

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (ایک دن) فرمایا: میں نے جنت میں اپنے سے بھی آگے کسی کے جوتوں کی آہٹ سنی، میں نے کہا: یہ کون ہے؟

فرشتوں نے کہا: یہ بلال ہے۔

میں نے بلال کو اس کی خبر دی اور اس سے کہا: وہ کون سا عمل ہے جو تجھ کو مجھ سے بھی پہلے جنت میں لے گیا؟

اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ہمیشہ باوضو رہتا ہوں اور جب بھی وضو کرتا ہوں تو دو رکعت (تحیۃ الوضو) ضرور پڑھتا ہوں۔[2]

آپ کا دین کی خاطر تکلیفیں برداشت کرنا

حضرت عروہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس سے گزرتے اور مشرک انہیں تکلیفیں پہنچا رہے ہوتے اور حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ "اَحد اَحد" کہہ رہے ہوتے یعنی معبود ایک ہی ہے تو ورقہ کہتے: واقعی معبود ایک ہی ہے اور اے بلال! وہ معبود اللہ ہے۔ پھر ورقہ بن نوفل امیہ بن خلف کی طرف متوجہ ہوتے جو کہ حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تکلیفیں پہنچا رہا ہوتا تھا تو ورقہ کہتے: میں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں: اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو میں ان کی قبر کو برکت اور رحمت خداوندی کی جگہ بناؤں گا۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر

---

[1] حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المهاجرین: ۱/ ۲۰۳، رقم: ٤٩٥

[2] حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المهاجرین: ۱/ ۲۰۲، رقم: ٤٩٤

گزر ہوا، وہ مشرک ان کو تکلیفیں پہنچا رہے تھے تو حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے امیہ سے فرمایا: ارے! کیا تم اس مسکین کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ کب تک (ان کو یوں سزا دیتے رہو گے)

امیہ نے کہا: تم ہی نے تو ان کو بگاڑا ہے، اب تم ہی ان کو تکلیفوں سے چھڑاؤ۔

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اچھا میں انہیں چھڑانے کے لئے تیار ہوں۔ میرے پاس ایک کالا غلام ہے جو ان سے زیادہ مضبوط اور طاقت ور ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے، وہ غلام تمہیں بلال کے بدلے میں دیتا ہوں۔

امیہ نے کہا: مجھے قبول ہے۔

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: وہ میں نے تمہیں دے دیا، حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنا وہ غلام دے کر حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لے لیا اور انہیں آزاد کر دیا۔ مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسلام کی وجہ سے حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے علاوہ چھ اور غلاموں کو آزاد کیا۔[1]

ابن اسحاق رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے روایت ہے کہ جب دوپہر کو تیز گرمی ہو جاتی تو امیہ حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لے کر باہر نکلتا اور مکہ کہ پتھریلی زمین پر ان کو کمر کے بل لٹا دیتا، پھر وہ کہتا: ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جائے، چناں چہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا، پھر حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہتا: تم ایسے ہی (ان تکلیفوں میں مبتلا) رہو گے، یہاں تک کہ یا تو تم مر جاؤ یا محمد (عَلَیْہِ السَّلَامُ) کا انکار کر کے لات اور عزیٰ کی عبادت شروع کر دو، لیکن حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان تمام تکلیفوں کے باوجود "اَحد اَحد" کہتے رہتے کہ معبود تو ایک ہی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے چند یہ اشعار کہے ہیں جن میں انہوں

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الحلیة، ذکر الصحابة من المهاجرین: ۱/۱۹۸، رقم: ٤٨٦

نے حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اور ان کے ساتھیوں کے تکلیفیں اٹھانے کا اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کو آزاد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کا لقب عتیق تھا یعنی دوزخ سے آزاد (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو یہ لقب دیا تھا یا ان کی والدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا نے ان کا یہ نام رکھا تھا)۔

جَزَی اللّٰهُ خَیْرًا عَنْ بِلَالٍ وَّصَحْبِهٖ عَتِیْقًا وَّاَخْزٰی فَاكِهًا وَّاَبَا جَهْل

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (حضرت ابوبکر) کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فاکہ اور ابوجہل کو رسوا کرے۔''

عَشِیَّةَ هَمَّا فِیْ بِلَالٍ بِسَوْءَ ةٍ وَلَمْ یَحْذَرَا مَایَحْذَرُ الْمَرْءُ ذُوالْعَقْل

ترجمہ: ''میں اس شام کو نہیں بھولوں گا جس شام کو یہ دونوں حضرت بلال کو سخت تکلیف دینا چاہتے تھے اور عقل مند آدمی جس تکلیف دینے سے بچتا ہے یہ دونوں اس سے بچنا نہیں چاہتے تھے۔''

بِتَوْحِیْدِهٖ رَبَّ الْاَنَامِ وَقَوْلِهٖ شَهِدْتُّ بِاَنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ عَلٰی مَهْل

ترجمہ: ''وہ دونوں حضرت بلال کو اس وجہ سے تکلیفیں دینا چاہتے تھے کیوں کہ حضرت بلال لوگوں کا ایک خدا مانتے تھے اور کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور اس پر میرا دل مطمئن ہے۔''

فَاِنْ یَّقْتُلُوْنِیْ یَقْتُلُوْنِیْ فَلَمْ اَكُنْ لِاُشْرِكَ بِالرَّحْمٰنِ مِنْ خِیْفَةِ الْقَتْل

ترجمہ: ''اگر یہ مجھے مارنا چاہتے ہیں تو ضرور ماردیں۔ میں قتل کے ڈر سے رحمٰن کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرسکتا ہوں۔''

فَیَارَبَّ اِبْرَاهِیْمَ وَالْعَبْدِ یُوْنُسَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی نَجِّنِیْ ثُمَّ لَا تُبْل

لِمَنْ ظَلَّ یَهْوَی الْغَیَّ مِنْ اٰلِ غَالِبٍ عَلٰی غَیْرِ بِرٍّكَانَ مِنْهُ وَلَا عَدْلٍ

ترجمہ: ''اے ابراہیم اور یونس اور موسیٰ اور عیسیٰ (عَلَیْہِمُ السَّلَام) کے رب! مجھے نجات عطا فرما اور پھر مجھے آل غالب کے ان لوگوں کے ذریعے آزمائش میں نہ ڈال جو گمراہ ہونا چاہتے ہیں اور نہ وہ نیک ہیں اور نہ انصاف کرنے والے۔''[1]

آپ کی دعائیں

بنونجار کی ایک عورت کہتی ہیں کہ مسجد کے اردگرد کے گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا، حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ روزانہ صبح کو فجر کی اذان میرے گھر کی چھت پر دیا کرتے تھے، سحری کے وقت آکر چھت پر بیٹھ کر صبح صادق کا انتظار کرتے، جب صبح صادق نظر آتی تو انگڑائی لیتے، پھر یہ دعا پڑھتے:

❶ ''اَللّٰهُمَّ أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ أَنْ يُّقِيْمُوْا دِيْنَكَ''[2]

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں اور قریش کے لئے تجھ سے مدد مانگتا ہوں تا کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔''

پھر وہ اذان دیتے۔ مجھے بالکل یاد نہیں کہ کسی رات حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے یہ دعائیہ کلمات (اذان سے پہلے) چھوڑے ہوں۔

فائدہ: اس دعا میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف اپنے لئے نہیں، بل کہ اپنے رشتہ داروں ...... اور اپنی قوم ملک ...... اور دوسرے ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں ...... کے لئے اور کافروں کے لئے بھی دعا کریں، چاہے وہ انسان امریکہ روس میں بسنے والے ہوں یا برما، بھارت یا اور دنیا کے کسی حصے میں بسنے والے ہوں۔ ان کے لئے

---

[1] ذکرہ ابو نعیم فی الحلیة، ذکر الصحابة من المهاجرین: ۱/۲۰۰، رقم: ٤٨٦

[2] البدایة والنهایة، وقائع السنة الاولی من الهجرة، فی الاذان ومشروعیة: ۳/۱۸٦

بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین پر استقامت عطا فرمائیں اور ہدایت نصیب فرمائیں اور ان کے ذریعے دنیا بھر میں دین کو زندہ فرمائیں۔

حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیوی حضرت ہند رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہتی ہیں: حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا کرتے:

❷ "اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِيْ وَ أَعْذِرْنِيْ بِعِلَّاتِيْ"[1]

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! میری برائیوں سے درگزر فرما اور میری بیماریوں کی وجہ سے مجھے معذور قرار دے۔"

مُذاکرہ

سُؤال ①: امیہ بن خلف آپ کو تکلیفیں دیتا تو حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے منہ سے تکلیفیں دیتے وقت کیا الفاظ نکلتے تھے؟

سُؤال ②: آپ کو کس نے آزاد کر دیا تھا؟

سُؤال ③: مسلمانوں کی پہلی مسجد کے پہلے مؤذن کون تھے؟

سُؤال ④: حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کس سن ہجری میں فوت ہوئے؟ اور کہاں دفن ہوئے؟

---

[1] مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ما یقول اذا آوی الی فارشه واذا انتبه: ۱۲۸/۱۰، رقم: ۱۷۰۵۸

حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

تعارف

آپ کا نام سعد، ابوثابت کنیت اور والد کا نام عبادہ تھا۔

عرب کے دستور کے مطابق آپ نے تیراندازی اور تیراکی سیکھی۔ علم حاصل کرنے کا کوئی خاص ذریعہ نہ تھا، پھر بھی آپ نے اس قدر اہتمام کیا کہ آپ اچھی طرح عربی لکھ پڑھ لیتے تھے۔

آپ بہت نرم مزاج تھے۔ خوب سخاوت کرتے تھے اور فرماتے کہ صدقہ انسان کے غم و پریشانی کو دور کرتا ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی رحلت کے بعد جب خلافت کا اختلاف سامنے آیا تو آپ ہی کی وجہ سے یہ اختلاف ختم ہوا۔ پھر تمام صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے دور میں کتابتِ حدیث کا عام رواج نہ تھا، مگر آپ نے حدیث لکھی اور لوگوں کو اس کی تعلیم بھی دی۔ آپ نے ۱۵ھ کو انتقال فرمایا۔

اندر آنے کی اجازت مانگنا

حضرت قیس بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمیں ملنے کے لئے ہمارے گھر تشریف لائے، چناں چہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے (اجازت کے لئے باہر سے) فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ! میرے والد نے (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سلام کا) جواب آہستہ سے دیا۔

میں نے کہا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دینا نہیں چاہتے ؟

انہوں نے کہا: ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار ہمیں سلام کرنے دو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: السلام علیکم و رحمة اللّٰه (میرے والد) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر آہستہ سے جواب دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: السلام علیکم و رحمة اللّٰه! اوراس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس چل پڑے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کا ہر سلام سنا ہے اور ہر سلام کا آہستہ سے جواب دیا ہے، بس آہستہ اس لئے جواب دیا، تاکہ آپ ہمیں بار بار سلام کریں۔

چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ واپس آئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہانے کا پانی تیار کروایا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زعفران یا ورس (خوش بو دار گھاس) میں رنگی ہوئی چادر دی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوڑھ لیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی: اے اللہ! تو اپنی رحمتیں اور مہربانی خاندانِ سعد پر نازل فرما۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کھانا تناول فرمایا۔

پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک گدھا پیش کیا جس کو ایک عمدہ چادر ڈال کر تیار کیا گیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے قیس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ۔ میں ساتھ چل پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ میں نے انکار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ۔ اس پر میں واپس چلا گیا۔[1]

---

[1] جمع الفوائد، کتاب الادب، الاستئذان: ۲/۲۷٤، رقم: ۷۷۳۳

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مغز کھلانا

ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مغز سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں لائے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا:

اے ابوثابت! یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں نے چالیس اونٹ ذبح کئے تھے تو میرے دل نے چاہا کہ میں آپ کو پیٹ بھر کر مغز کھلاؤں۔ چناں چہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے تناول فرمایا اور حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔[1]

کھانے کے بعد دودھ پیش کرنا

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی (جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے گھر تشریف لے آئے تو) وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں کھجوریں اور کچھ روٹی کے ٹکڑے لائے جنہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تناول فرمایا، پھر دودھ کا ایک پیالہ لائے جسے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نوش فرمایا اور ان کے لئے یہ دعا فرمائی:

”اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ“

تَرجَمۃ: ”تمہارا کھانا نیک آدمی کھائیں اور روزہ دار تمہارے یہاں افطار کریں اور فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت کریں۔“

(پھر فرمایا:) اے اللہ! سعد بن عبادہ کی اولاد پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔[2]

---

[1] کنز العمّال، السابع، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة: ۱۳/ ۱۷۵، رقم: ۳۷۰۷۸

[2] کنز العمّال، الخامس، کتاب الضیافة، أدب الضیف: ۹/ ۱۲۱، رقم: ۲۵۹۸۲

فَائِدَہ: ہمیں چاہیے کہ یہ دعا زبانی یاد کرلیں اور پھر ضیافت کے موقع پر ہم بھی میزبان کے حق میں یہی دعا کریں، جیسے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں فرمائی۔

اسی طرح دودھ پینے کے بعد ہم یہ دعا مانگا کریں۔

"اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ."[1]

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! ہمیں اس میں برکت عطا فرما اور اس سے اور زیادہ عطا فرما۔"

لوگوں کو چربی اور گوشت کھانے کے لئے بلانا

حضرت عروہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ وہ اپنے قلعے پر کھڑے ہوکر یہ اعلان کررہے ہیں کہ جو چربی یا گوشت کھانا چاہتا ہے وہ سعد بن عبادہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے ہاں آجائے۔

پھر میں (ان کے انتقال کے بعد) ایک دن مدینہ کے راستے پر جارہا تھا، اس وقت میں نوجوان تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عالیہ محلے میں اپنی زمین پر جاتے ہوئے میرے پاس سے گزرے تو انہوں نے فرمایا:

اے جوان! جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ سعد بن عبادہ کے قلعے پر کیا کوئی آدمی کھانے پر بلانے کے لئے اعلان کررہا ہے۔ میں نے دیکھ کر انہیں بتایا کہ کوئی نہیں ہے، تو انہوں نے فرمایا تم نے سچ کہا (اتنی زیادہ سخاوت تو ان باپ بیٹے کی ہی خصوصیت تھی اب وہ بات نہ رہی)۔[2]

آپ کی دعا

حضرت عروہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

---

[1] مسند احمد: ۱/۲۲۵، رقم: ۱۹۷۹

[2] أخرجه ابن سعد، فی الطبقات، طبقات البدریین من الانصار، ومن بنی ساعدة: ۲/۴۶۸

یہ دعا کیا کرتے:

"اَللّٰهُمَّ هَبْ لِيْ حَمْدًا وَّهَبْ لِيْ مَجْدًا لَّامَجْدَ إِلَّا بِفِعَالٍ وَلَا فِعَالَ إِلَّا بِمَالٍ اَللّٰهُمَّ لَايُصْلِحُنِي الْقَلِيْلُ وَلَا أَصْلُحُ عَلَيْهِ"[1]

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے تعریف عطا فرما اور مجھے بزرگی عطا فرما اور بزرگی کسی بڑے کام کے ذریعے ہی حاصل ہوسکتی ہے اور کوئی بڑا کام مال کے ذریعے ہی ہوا کرتا ہے، اے اللہ! تھوڑا مال میرے حالات درست نہیں کرسکتا اور نہ ہی تھوڑے مال سے میں درست رہ سکتا ہوں (لہٰذا تو اپنی شان کے مطابق اپنے خزانوں میں سے عطا فرما)۔"

فائدہ:

❶ مال کی مثال پانی جیسی ہے اور انسان کی مثال کشتی جیسی ہے، پانی کشتی کے نیچے ہو تو بہتر ہے۔ کشتی منزل کی طرف رواں دواں رہے گی اور مسافر کو اس کے ساحل تک اتارے گی، لیکن اگر پانی کشتی کے اندر آجائے تو مسافر کو سمندر میں غرق کردے گا، بالکل مال بھی اسی طرح ہے۔

انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مال کمائے، تاکہ عبادت میں یکسوئی پیدا ہو، لیکن اس مال کے کمانے میں اتنا منہمک نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی محبت دل میں غالب آجائے۔ آسائشوں میں جینے کا دل عادی بن جائے۔ وہی منزل بن جائے اور مقصد ہی سے انسان ہٹ جائے۔ ابھی کچھ بچت کرلیں، تاکہ بڑے ہوکر کام آئے پھر اگر یہ رقم زکوٰۃ کی مقدار تک پہنچ جائے تو اس کی زکوٰۃ بھی ادا کریں اگر ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے اس مال میں برکت دے گا۔

---

[1] أخرجه ابن سعد، في الطبقات، طبقات البدريين من الانصار، ومن بني ساعدة: ٢/٤٦٨

❷ اللہ سے خوب مانگا جائے، بار بار مانگا جائے ہر ضرورت ہر حاجت مانگی جائے، دیکھیں حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے زیادہ مال مانگا، اسی طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا کہ چھوٹی چیز بھی مانگوں؟ فرمایا: ہاں، نمک بھی مانگو۔

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا صدقے کے بارے میں کیا ارشاد تھا؟

سُؤال ②: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد خلافت کا اختلاف کس کے ذریعے سے حل ہوا؟

سُؤال ③: حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کون سے جانور کا مغز کھلایا؟

سُؤال ④: آپ کا انتقال کس سنِ ہجری میں ہوا؟

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

تعارُف

آپ کا نام عبداللہ اور ابوعبدالرحمٰن کنیت تھی۔ آپ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے صاحب زادے ہیں۔

بچپن سے کفار کے ظلم وستم کی وجہ سے جہاد کا شوق تھا۔ جب غزوۂ بدر کا موقع پیش آیا اس وقت آپ کی عمر ۱۳ سال تھی۔ جہاد کے شوق سے نکل پڑے، مگر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چھوٹا ہونے کی وجہ سے منع فرما دیا۔ اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ کی تعلیم وتربیت کا خوب خیال رکھتے تھے۔ آپ خود بھی اکثر وبیشتر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت میں رہتے تھے۔ علم کی تلاش اور حصول میں مگن رہتے۔ قرآن کریم کی ایک ایک آیت پر خوب غور وفکر کرتے رہتے۔ اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ صرف سورۂ بقرہ پر ۱۴ برس لگائے۔

اسی نے آپ کو قرآن کریم کی تفسیر، حدیث اور فقہ کے علم کا سمندر بنا دیا۔ ۷۴ھ کو آپ کی وفات ہوئی، اور آپ کی خواہش کے مطابق مدینہ طیبہ میں دفن ہوئے۔

آپ کا زہد

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس وقت کھانا کھاتے جب ساتھ کھانے والا کوئی اور بھی ہوتا اور جب کھاتے تو چاہے کھانا کتنا زیادہ ہوتا پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔

چناں چہ ایک مرتبہ حضرت ابن مطیع رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی عیادت کرنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا جسم بہت دبلا ہو چکا ہے تو انہوں نے (ان کی بیوی) حضرت صفیہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا: کیا تم ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتی ہو؟ اگر تم ان کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کرو تو ہو سکتا ہے کہ یہ دبلا پن ختم ہو جائے، اور کچھ تو جسم ان کا بن جائے اس لئے ان کے لئے عمدہ کھانا خاص طور سے اہتمام سے تیار کیا کرو۔

حضرت صفیہ نے کہا: ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں، لیکن یہ اپنے کھانے پر تمام گھر والوں کو اور (باہر کے) تمام حاضرین کو بلا لیتے ہیں (اور سارا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود بہت کم کھاتے ہیں) لہٰذا آپ ہی ان سے اس بارے میں بات کریں تو اس پر حضرت ابن مطیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! (یہ ان کی کنیت ہے) اگر آپ اچھا کھانا کھا لیا کریں تو اس سے آپ کی جسمانی کمزوری دور ہو جائے گی تو انہوں نے فرمایا: آٹھ سال مسلسل ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا، صرف ایک مرتبہ ہی پیٹ بھر کر کھایا ہوگا، اب تم چاہتے ہو کہ میں پیٹ بھر کر کھایا کروں جب کہ گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام تھے، وہ عراق سے آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا کہ میں آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا ہے؟

انہوں نے کہا: جوارش ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟

انہوں نے کہا: اس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٧٠، رقم: ١٠٢٩

نے فرمایا میں نے چالیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا میں اس جوارش کا کیا کروں گا؟ [1]

آپ کا ہر مسلمان کو سلام کرنا

حضرت طفیل بن ابی بن کعب رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خدمت میں آیا کرتا اور وہ میرے ساتھ بازار جاتے، جب ہم بازار پہنچتے تو حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جس کباڑیے پر، بیچنے والے پر، جس مسکین پر غرضیکہ جس مسلمان پر گزر ہوتا اسے سلام کرتے۔

ایک دن میں ان کی خدمت میں گیا، وہ مجھے اپنے ساتھ بازار لے گئے۔ میں نے کہا: آپ بازار کس لئے آتے ہیں؟

نہ تو آپ کسی بیچنے والے کے پاس رکتے ہیں، اور نہ کسی سامان کے بارے میں پوچھتے ہیں، اور نہ قیمت معلوم کرتے ہیں، اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ آیئے یہاں ہم بیٹھ جاتے ہیں کچھ دیر باتیں کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اے پیٹو! (کیوں کہ طفیل بڑے پیٹ والے تھے) ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آتے ہیں، لہٰذا جو ملتا جائے اسے سلام کرتے جاؤ۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آئے ہیں، اس لئے ہمیں جو ملے گا ہم اسے سلام کریں گے۔

حضرت بشیر بن یسار رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: کوئی آدمی حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو ان سے پہلے سلام نہیں کرسکتا تھا۔ [2]

---

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۷۲، رقم: ۱۰۳۵

[2] أخرجه البخاري في الأدب، المفرد، باب من خرج يسلم ويسلم عليه: ۲۹۷، رقم: ۱۰۰۶

فَائِدَہ: ہمیں بھی چاہیے کہ سلام کو پھیلائیں اور سلام کرنے میں پہل کریں۔

چناں چہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

"اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ تَعَالٰی مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ"[1]

تَرجَمَہ: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔"

سلام آپس میں الفت کے لئے پہلا سبب اور محبت کے حصول کے لئے پہلی چابی کی حیثیت رکھتا ہے اور تمام ملتوں سے مسلمانوں کو جدا کر دیتا ہے، نیز سلام میں نفس کا مجاہدہ اور تواضع بھی ہے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں سے قطع رحمی، کینہ اور بغض وغیرہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔[2]

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ سلام کو عام کریں صرف ان ہی لوگوں کو سلام نہ کیا جائے جو جان پہچان والے ہوں، بل کہ جن کو انسان پہچانتا نہ ہو، لیکن ان کا مسلمان ہونا معلوم ہو ان کو سلام کرنا بھی بہت ثواب ہے، اسی طرح گھر میں آتے جاتے وقت بھی سلام کیا جائے، بل کہ خالی گھر میں سلام کرنا چاہیے اور نیت یہ کی جائے کہ یہ سلام فرشتوں کو کیا جا رہا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایسے موقع پر "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ" کہا کرتے تھے۔[3]

ناانصافی غیر مسلموں کے ساتھ بھی نہ ہو

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خیبر کے متعلق لمبی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہر سال اہل خیبر کے پاس جا کر درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں اور بیلوں پر لگے ہوئے انگوروں

---

[1] ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من بدأ بالسلام، رقم: ۵۱۹۷

[2] فتوحات ربانیہ: ۲۷۹/۵ [3] الآدب الشرعیة: ۱/۴۲۴

کا اندازہ لگاتے کہ یہ کتنے ہیں۔ پھر جتنے پھل کا ان کو اندازہ ہوتا اس کے آدھے پھل کی ان پر ذمہ داری ڈال دیتے کہ اتنے کا آدھا پھل تمہیں دینا ہوگا۔ خیبر والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے اندازہ لگانے میں سختی کرنے کی شکایت کی اور وہ لوگ ان کو رشوت دینے لگے تو انہوں نے کہا:

اے اللہ کے دشمنو! مجھے حرام کھلاتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے پاس اس آدمی کی طرف سے آیا ہوں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور تم لوگ مجھے بندروں اور خنزیروں سے بھی زیادہ برے لگتے ہو، لیکن تمہاری نفرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مجھے تمہارے ساتھ ناانصافی کرنے پر آمادہ نہیں کرسکتی۔ ان لوگوں نے کہا:

"بِهٰذَا قَامَتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضُ"

اسی انصاف کی برکت سے زمین وآسمان قائم ہیں۔[1]

آپ کا پسندیدہ مال اللہ کے نام پر قربان کر دینا

حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ عادت تھی کہ جب انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز زیادہ پسند آنے لگتی تو اسے فوراً اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور یوں اللہ کا قرب حاصل کر لیتے، اور ان کے غلام بھی ان کی اس عادتِ شریفہ سے واقف ہوگئے تھے۔

چناں چہ بعض مرتبہ ان کے بعض غلام نیک اعمال میں خوب زور دکھاتے اور ہر وقت مسجد میں اعمال میں لگے رہتے۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کو اس اچھی حالت پر دیکھتے تو ان کو آزاد کر دیتے۔ اس پر ان کے ساتھی ان سے کہتے: اے ابوعبدالرحمٰن، اللہ کی قسم! یہ لوگ تو اس طرح آپ کو دھوکہ دے جاتے

[1] البداية والنهاية، المجلد الثاني، فتح حصون اليهود وقسمية ارضهم: ١٥٢/٤

ہیں۔ (انہیں مسجد سے اور مسجد والے اعمال سے دلی لگاؤ کوئی نہیں ہے، صرف آپ کو دکھانے کے لئے یہ کرتے ہیں، تاکہ آپ خوش ہوکر انہیں آزاد کردیں) تو یہ جواب دیتے کہ ہمیں جو اللہ کے اعمال میں لگ کر دھوکہ دے گا ہم اللہ کے لئے اس سے دھوکہ کھا جائیں گے۔

چناں چہ میں نے ایک دن شام کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایک عمدہ اونٹ پر جارہے ہیں جسے انہوں نے بہت زیادہ قیمت دے کر خریدا تھا۔

چلتے چلتے انہیں اس کی چال بڑی پسند آئی، وہیں اونٹ کو بٹھایا اور اس سے نیچے اتر کر فرمایا: اے نافع! اس کی نکیل نکال دو اور اس کا کجاوہ اتار دو اور اس پر جھول ڈال دو اور اس کے کوہان کے ایک طرف زخم کردو (اس زمانے میں یہ زخم اس بات کی نشانی تھا کہ یہ جانور اللہ کے نام پر قربان کیا جائے گا) اور پھر اسے قربانی کے جانوروں میں شامل کردو۔[1]

حضرت نافع رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اپنی اونٹنی پر جارہے تھے کہ وہ اونٹنی انہیں اچھی لگنے لگی تو فوراً اسے (بٹھانے کے لئے) فرمایا: اِخْ اِخْ (اس زمانے میں اس آواز سے عرب اونٹ کو بٹھایا کرتے تھے) اور اسے بٹھا کر فرمایا:

اے نافع! اس سے کجاوہ اتار لو۔ میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے کجاوہ اتارنے کو جو فرمارہے ہیں یا تو اپنی کوئی ضرورت اس کجاوہ سے پوری کرنا چاہتے ہیں یا آپ کو اس اونٹنی کے بارے میں کوئی شک گزرا ہے (کہ کہیں اس کو کوئی تکلیف تو نہیں ہورہی ہے)۔

چناں چہ میں نے اس سے کجاوہ اتار دیا تو مجھ سے فرمایا: دیکھو اس پر جو سامان ہے کیا اس سے دوسری اونٹنی خریدی جاسکتی ہے؟ (یعنی اسے تو اللہ کے نام پر قربان

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٦٦، رقم: ١٠١٠

کردیا جائے، کیوں کہ یہ پسند آگئی ہے اور پسندیدہ مال اللہ کے نام پر قربان کردینا چاہیے اوراس کے سامان کو بیچ کر اس سے سفر کے لئے دوسری اونٹنی خرید لی جائے)

میں نے کہا: میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو اسے بیچ کر اس کی قیمت سے دوسری اونٹنی خرید سکتے ہیں۔

چناں چہ انہوں نے اپنی اس اونٹنی کو جھول پہنائی اوراس کی گردن میں جوتے کا ہار ڈالا (یہ ہار بھی اس بات کی نشانی تھی کہ اس جانور کو حرم شریف میں لے جاکر قربان کیا جائے گا) اوراسے اپنے قربانی کے اونٹوں میں شامل کردیا۔ بہرحال ان کو جب بھی اپنی کوئی چیز اچھی لگنے لگتی تو اسے فوراً آگے بھیج دیتے (یعنی اللہ کے نام پر خرچ کردیتے، تاکہ کل قیامت کو کام آئے)۔[1]

حضرت نافع رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا مستقل معمول یہ تھا کہ جب بھی انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز پسند آجاتی تو فوراً اسے اللہ کے نام پر خرچ کردیتے اوراس کی ملکیت سے دست بردار ہوجاتے اور بعض مرتبہ ایک ہی مجلس میں تیس ہزار اللہ کے لئے دے دیتے اور دو مرتبہ ان کو ابن عامر نے تیس ہزار دیئے تو انہوں نے (مجھ سے) فرمایا: اے نافع!

میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ابن عامر کے درہم مجھے فتنے میں مبتلا نہ کردیں۔ جا، تو آزاد ہے۔ سفر اور رمضان شریف کے علاوہ کبھی بھی پورے مہینے مسلسل گوشت نہیں کھاتے تھے۔ بعض مرتبہ پورا مہینہ گزر جاتا اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ چکھتے۔[2]

پسندیدہ کھانا دوسروں کو کھلا دینا

حضرت سعید بن ابی ہلال رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جحفہ مقام پر قیام فرمایا اوروہ بیمار بھی تھے۔ انہوں نے کہا:

[1] اخرجه ابو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٦٦، رقم: ١٠١١

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٦٧، رقم: ١٠١٤

مچھلی کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے، ان کے ساتھیوں نے بہت تلاش کی بس صرف ایک مچھلی ملی۔

ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبید نے اس مچھلی کو لیا اور اسے تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا۔ اتنے میں ایک مسکین ان کے دروازے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اس مسکین سے فرمایا: تم یہ مچھلی لے لو۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا:

سُبْحَانَ اللّٰہ! ہم نے آپ کی خاطر بڑی مشقت اٹھا کر یہ مچھلی خاص طور پر تیار کی ہے (اس لئے اسے تو آپ خود کھائیں) ہمارے پاس سامانِ سفر ہے، اس میں سے اس مسکین کو دے دیں گے۔ انہوں نے (اپنا نام لے کر) فرمایا: عبداللہ کو یہ مچھلی بہت پسند آرہی ہے (اس لئے اس مسکین کو یہی مچھلی دینی ہے)۔[1]

ابن سعد نے اس جیسی روایت ذکر کی ہے، اس میں یہ ہے کہ ان کی بیوی نے عرض کیا: ہم اس مسکین کو ایک درہم دے دیتے ہیں، یہ درہم اس مچھلی سے زیادہ اس کے کام آئے گا، آپ یہ مچھلی کھائیں اور اپنی چاہت پوری کریں۔ انہوں نے فرمایا: میری چاہت وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔[2]

حضرت نافع رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیمار ہو گئے۔ ان کے لئے ایک درہم میں انگور کا ایک خوشہ خریدا گیا (جب وہ خوشہ ان کے سامنے رکھا گیا تو) اس وقت ایک مسکین نے آکر سوال کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: یہ خوشہ اسے دے دو (گھر والوں نے وہ خوشہ اس مسکین کو دے دیا وہ لے کر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳٦۹، رقم: ۱۰۲٤

[2] أخرجه ابن سعد فی الطبقات، الطبقة الثانية من المهاجرين والانصار، ومن بني سهم: ۳/۱۱٦

مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خرید لیا (کیوں کہ بازار میں اس وقت انگور نایاب تھا۔ اس لئے اس سے خریدا) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس مسکین نے آکر پھر سوال کیا، آپ نے فرمایا: یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لے کر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا اور لا کر پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس مسکین نے آکر پھر سوال کیا، آپ نے فرمایا: یہ اسے دے دو۔ (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لے کر چل دیا) پھر گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا (اور لا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا)

اس مسکین نے پھر واپس آکر مانگنے کا ارادہ کیا تو گھر والوں نے اسے روک دیا، لیکن اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو معلوم ہو جاتا کہ یہ خوشہ اس مسکین سے خریدا گیا ہے اور اسے سوال کرنے سے بھی روکا گیا ہے تو وہ اسے بالکل نہ چکھتے۔[1]

حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صرف غریبوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے (اور ان کا کھانا اکثر غریب لوگ ہی کھا جایا کرتے اور یہ بھوکے رہ جاتے) اس کی وجہ سے ان کا جسم کم زور ہو گیا تھا کہ ان کی بیوی نے ان کے لئے کھجوروں کا کوئی شربت تیار کیا۔ جب یہ کھانے سے فارغ ہو جاتے تو وہ ان کو یہ شربت پلا دیتیں۔[2]

آپ کا ادب کی وجہ سے تکیہ پر نہ بیٹھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] اخرجه ابونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٦٩، رقم: ١٠٢٢

[2] ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٧٠، رقم: ١٠٢٨

خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے (اکرام کے لئے) میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یوں ہی میرے اور حضور ﷺ کے درمیان پڑا رہا۔[1]

آپ کا والد کے دوست کا اکرام کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا جب مکہ مکرمہ جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا بھی رکھتے، جب اونٹنی پر سفر کرتے کرتے اکتا جاتے تو آرام کرنے کے لئے اس پر بیٹھ جاتے اور ایک پگڑی بھی ساتھ لے جاتے جسے (بوقت ضرورت) سر پر باندھ لیتے۔

ایک دن وہ اس گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی ان کے پاس سے گزرا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا نے اس سے پوچھا کہ کیا تم فلاں ابن فلاں نہیں ہو؟

اس نے کہا: ہاں، میں وہی ہوں۔ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا نے اسے اپنا وہ گدھا دے دیا اور فرمایا: اس پر سوار ہو جا اور پگڑی بھی اسے دے دی اور فرمایا: اس سے اپنا سر باندھ لینا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کے ایک ساتھی نے ان سے عرض کیا: آپ جس گدھے پر آرام کیا کرتے تھے، وہ بھی اسے دے دیا اور جس پگڑی سے اپنا سر باندھا کرتے تھے، وہ بھی اسے دے دی۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ (آپ نے ایسا کیوں کیا؟) حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيْهِ" "کہ نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے انتقال کے

---

[1] مجمع الزوائد، کتاب البر والصلة، باب الزيارة ......: ۸/۲۲۵، رقم: ۱۳۵۹۷

بعد اس کے محبت وتعلق والوں سے اچھا سلوک کرے۔"

اس دیہاتی کے والد (میرے والد) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوب دوست تھے۔[1]

ادب المفرد کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کے ایک ساتھی نے عرض کیا کہ اس دیہاتی کو دو درہم دینے کافی نہیں تھے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے والد کے دوستوں سے اچھا سلوک کرو اور ان سے تعلقات ختم نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے نور کو بجھا دیں گے۔[2]

حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ! کیا میرے والدین کے انتقال کے بعد کوئی ایسا کام ہے جس کے کرنے سے میں والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا شمار ہو جاؤں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (۱) ان دونوں کے لئے دعا کرنا ...... (۲) استغفار کرنا ...... (۳) ان کے جانے کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا ...... (۴) والدین کے ذریعے جو رشتہ داری بنتی ہے اس کا خیال رکھنا ...... اور (۵) ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔[3]

فائدہ: جس طرح والدین کے ساتھ حسنِ سلوک بڑے ثواب کا عمل ہے اسی طرح والدین کے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی بھی بڑی فضیلت ہے، جیسا مذکورہ حدیث میں ہے کہ "نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے انتقال کے بعد اس کے محبت وتعلق والوں سے اچھا سلوک کرے"۔

---

[1] مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل صلة اصدقاء الاب والام، رقم: ٢٥٥٢

[2] أخرجه البخاري في الأدب المفرد، باب بر من كان يصله أبوه: ص٢٦، رقم: ٤٠

[3] ابوداؤد، كتاب الادب، باب فی بر الوالدين، رقم: ٥١٤٢

لہٰذا اپنے نامۂ اعمال میں نیکیوں کے اضافے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ والدین کے عزیزوں اور دوستوں سے تعلقات نبھائے جائیں اور ان سے حسنِ سلوک کیا جائے۔

آپ کی نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا:

بندے کو جب بھی دنیا کی کوئی چیز ملتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ کے ہاں اس کا درجہ کم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اللہ کے ہاں عزت وشرف والا ہو، آپ نے فرمایا:

”لَا يَبْلُغُ عَبْدٌ حَقِيْقَةَ الإِيْمَانِ حَتّٰى يَعُدَّ النَّاسَ حَمْقٰى فِيْ دِيْنِهٖ“

تَرجَمَہ: ”بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کی وجہ سے لوگوں کو کم عقل نہ سمجھے۔“ [1]

وہ خود تو چلے گئے البتہ ان کے اعمال باقی رہ گئے

حضرت مجاہد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں ان کا ایک ویران جگہ پر گزر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا:

”قُلْ يَا خَرِبَةُ! مَافَعَلَ أَهْلُكِ؟“

تَرجَمَہ: ”تم یہ کہو اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟“

”فَقُلْتُ يَاخَرِبَةُ! مَافَعَلَ أَهْلُكِ؟“

تَرجَمَہ: ”میں نے کہا: اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا۔“

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۷۹، رقم: ۱۰۶۸

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"ذَهَبُوْا وَبَقِيَتْ أَعْمَالُهُمْ"

ترجمہ: "وہ سب خود تو چلے گئے، البتہ ان کے اعمال باقی رہ گئے۔"[1]

آپ کی دعائیں

حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صفا پہاڑ پر یہ دعا کیا کرتے تھے:

❶ "اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِي بِدِيْنِكَ وَطَوَاعِيَتِكَ وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِكَ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي حُدُوْدَكَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِمَّنْ يُّحِبُّكَ وَيُحِبُّ مَلَائِكَتَكَ وَيُحِبُّ رُسُلَكَ وَ يُحِبُّ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْنِي إِلَيْكَ وَ إِلٰى مَلَائِكَتِكَ وَ إِلٰى رُسُلِكَ وَ إِلٰى عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ يَسِّرْنِي لِلْيُسْرٰى وَ جَنِّبْنِي الْعُسْرٰى وَ اغْفِرْلِي فِي الْآخِرَةِ وَالْأُوْلٰى وَ اجْعَلْنِي مِنْ أَئِمَّةِ الْمُتَّقِيْنَ اللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ ﴿اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ وَ إِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اَللّٰهُمَّ إِذْ هَدَيْتَنِي لِلإِسْلَامِ فَلَا تَنْزَعْنِي مِنْهُ وَلَا تَنْزَعْهُ مِنِّي حَتّٰى تَقْبِضَنِي وَ أَنَا عَلَيْهِ"[2]

ترجمہ: "اے اللہ! اپنے دین کے ذریعے اور اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ذریعے میری حفاظت فرما۔

اے اللہ! مجھے اپنے حرام کردہ کاموں سے بچا۔

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۸٦/۱، رقم: ۱۱۰۳

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۸۱/۱، رقم: ۱۰۸۱

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنادے جو تجھ سے تیرے فرشتوں سے، تیرے رسولوں سے، اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں۔

اے اللہ! مجھے اپنا اور اپنے فرشتوں کا، اپنے رسولوں کا اور اپنے نیک بندوں کا محبوب بنادے۔

اے اللہ! مجھے نیکی کی توفیق عطا فرما، برائی سے محفوظ فرما، دنیا و آخرت میں میری مغفرت فرما اور مجھے متقیوں کا امام بنا۔

اے اللہ! تونے قرآن میں فرمایا: ''مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا'' اور تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اے اللہ! جب تونے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی ہے تو مجھے اسلام سے نہ نکال اور نہ اسے مجھ سے چھین، بل کہ جب تو میری روح قبض کرے تو میں اسلام پر رہوں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ''صفا مروہ'' پر، ''عرفات''، ''مزدلفہ'' میں اور منیٰ کے دو جمروں کے درمیان اور طواف میں اپنی لمبی دعا کے ساتھ یہ دعا بھی مانگتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سبرہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے:

❷ ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ أَعْظَمِ عِبَادِكَ عِنْدَكَ نَصِيْبًا فِيْ كُلِّ خَيْرٍ تَقْسِمُهُ الْغَدَاةَ وَ نُوْرًا اَتَهْدِيْ بِهٖ وَ رَحْمَةً تَنْشُرُهَا وَ رِزْقًا تَبْسُطُهٗ وَ ضُرًّا تَكْشِفُهٗ وَ بَلَاءً تَرْفَعُهٗ وَفِتْنَةً تَصْرِفُهَا''[1]

[1] أخرجه أبونعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/ ۳۷۷، رقم: ۱۰۵۸

تَرْجَمَہ: ''اے اللہ! مجھے اپنے ان بندوں میں سے بنا کہ آج صبح تو جتنی خیریں تقسیم کرے گا ان کا ان خیروں میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ حصہ ہو اور جس نور کے ذریعے تو ہدایت دیتا ہے اور جس رحمت کو تو پھیلاتا ہے اور جس رزق کو تو وسعت دیتا ہے اور جس تکلیف کو تو دور کرتا ہے اور جس آزمائش کو تو ہٹاتا ہے اور جس فتنے کو تو پھیر دیتا ہے سب چیزیں انہیں سب سے زیادہ حاصل ہوں۔''

سُؤال ①: حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا غزوۂ بدر میں کیوں شریک نہ ہوسکے؟

سُؤال ②: اپنی چاہت کو اللہ کی چاہت پر قربان کرنے کا حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کا کوئی واقعہ بیان کیجیے۔

سُؤال ③: حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کا والد کے دوست کے اکرام کا واقعہ بیان کیجیے۔

سُؤال ④: حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کو کہاں دفن ہونے کا شوق تھا؟

حضرت فضالہ بن عبید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

تعارف

آپ کا نام فضالہ، ابو محمد کنیت اور آپ کے والد کا نام عبید تھا۔

کسی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک ہونے سے رہ گئے باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

شام کی فتح میں حصہ لیا اور وہیں مقیم رہے۔ حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں دمشق کے قاضی حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ ان کے انتقال کے وقت ان سے پوچھا گیا کہ اب دمشق کا قاضی کس کو مقرر کیا جائے؟ حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کا نام لیا۔ اس طرح آپ وہاں کے قاضی مقرر کئے گئے۔

آپ ہمیشہ سنت پر عمل فرماتے اور حدیث کے امام مانے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص حدیث سننے کے لئے آپ کے پاس آیا۔ آپ ننگے پیر ٹہل رہے تھے، دیکھا تو پوچھا: امیرِ شہر ہونے کے باوجود آپ کی یہ حالت؟ آپ نے فرمایا: ہمیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے زیادہ بناؤ سنگھار سے منع فرمایا اور کبھی کبھی ننگے پیر رہنے کا بھی حکم فرمایا۔

آپ کا انتقال ۵۳ھ میں حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خود جنازہ اٹھایا اور فرمایا: میری مدد کرو، ایسے شخص کا جنازہ اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔

آپ کی دعا

حضرت اُمّ درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا کیا کرتے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ الرِّضَا بِالْقَضَاءِ وَ الْقَدْرِ وَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَاءِ كَ فِي غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَّلَا فِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ"[1]

تَرجَمَہ: "اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں تیری ہر تقدیر اور فیصلے پر راضی رہا کروں اور موت کے بعد مجھے عمدہ زندگی نصیب ہو اور تیرے دیدار کی لذت حاصل ہو اور مجھے تیری ملاقات کا شوق نصیب ہو اور تکلیف دہ مصیبت اور گمراہ کن فتنے سے میری حفاظت ہو۔"

فَائِدَہ: تقدیر (یعنی انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہوگا وہی جو اسے منظور ہوگا) پر راضی رہنا چاہیے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب اللہ ہی کی مرضی کے مطابق ہے تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک بیمار ہسپتال جاتا ہے اور خوشامد کر کے اپنا آپریشن کرواتا ہے، جب ڈاکٹر آپریشن شروع کرتا ہے تو یہ رونا شروع کر دیتا ہے چلاتا ہے، مگر ڈاکٹر کو اپنے کام سے نہیں روکتا، کیوں کہ اسے پتا ہے کہ ڈاکٹر جو کچھ کر رہا ہے اس کی بہتری کے لئے کر رہا ہے اور وہ اسے اس کام کی فیس بھی دیتا ہے۔ بالکل انسان اپنی تدبیر سے مکمل کوشش کرے۔ اب اگر یہ کام رب کی منشاء کے مطابق ہوا تو نتیجہ بھی اس کی خواہش کے مطابق ہوگا اور اگر نتیجہ خواہش اور ارادے کے خلاف نکلے تو یہ یقین ہونا چاہیے کہ اسی میں میرے لئے کوئی

---

[1] فیض القدیر شرح جامع الصغیر: ۱۸۴/۲، رقم: ۱۵۲۷

بہتری ہے۔

مُذاکرہ

سُؤال ①: کس کے کہنے سے حضرت فضالہ بن عبید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دمشق کے قاضی مقرر کیے گئے؟

سُؤال ②: آپ کا انتقال کس سن اور کس کے دورِ خلافت میں ہوا؟

سُؤال ③: حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کے جنازے کو کندھا دیتے وقت کیا فرمایا تھا؟

سُؤال ④: حضرت فضالہ بن عبید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دعا زبانی سنائیں۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ

تعارف

آپ حضرت مالک بن نضر کے بیٹے ہیں۔ آپ ایک خاص قسم کی سبزی حمزہ چنا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آپ کی کنیت ابوحمزہ تجویز فرمائی۔

آپ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے خاص خادم تھے۔ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے بلا روک ٹوک گھر میں آتے جاتے تھے۔ آپ اہلِ بیت کا ایک فرد سمجھے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ نے آپ کو بحرین سے صدقات وصول کرنے کا ذمہ دار بنایا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ نے بصرہ میں لوگوں کو علمِ فقہ سکھانے کے لئے بھیجا۔ آپ نے مستقل سکونت وہیں اختیار کرلی۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آپ کے لئے تین چیزوں کی دعائیں فرمائیں۔

(۱) مال کی برکت (۲) اولاد کی کثرت (۳) جنت میں سکونت۔

آخر عمر میں فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں دنیا میں عطا فرمائیں تیسری کا انتظار کررہا ہوں۔ آپ نے ایک سو سے زیادہ عمر پائی اور ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

مسلمان کی برائی بیان کرنے سے بچنا

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی برائی بیان کی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا:

یہاں سے اٹھ جا، تیرے کلمۂ شہادت کا اعتبار نہیں۔ اس نے کہا: یارسول اللہ!

میں آئندہ ایسے نہیں کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم قرآن کا مذاق اڑا رہے ہو جو قرآن کے حرام کردہ کاموں کو حلال سمجھے وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا (قرآن میں مسلمان کی غیبت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور تم غیبت کر رہے ہو)۔[1]

مسلمان کی زیارت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک گھرانے سے ملنے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کے پاس کھانا بھی کھایا۔ جب آپ وہاں سے باہر جانے لگے تو آپ نے کمرے میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ بنانے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے آپ کے لئے ایک چٹائی بچھا کر اس پر پانی چھڑک دیا (تا کہ نرم ہو جائے) پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔[2]

ایک دوسرے کو سلام کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے اور راستے میں کوئی درخت آجاتا جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے تھے تو پھر جب ہم اکٹھے ہوتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔[3]

مصافحہ اور معانقہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک آدمی سے سنا کہ اس

---

[1] كنز العمّال، الاوّل، كتاب الاذكار، فصل فى حقوق القران: ٢/١٤٩، رقم: ٤١٩٤

[2] أخرجه البخارى فى الادب المفرد، باب من زار قومًا فطعم عندهم: ص١١٠، رقم: ٣٤٧

[3] الترغيب والترهيب، كتاب الادب، الترغيب فى افشاء السلام: ٣/٢٨٧

نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی اور دوست سے ملتا ہے تو کیا وہ اس کے سامنے جھکا کرے؟

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، نہیں۔

اس نے کہا: تو کیا وہ اس سے معانقہ کیا کرے؟

آپ نے فرمایا نہیں۔

اس نے کہا: تو کیا وہ اس سے مصافحہ کیا کرے؟

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہاں (یعنی مصافحہ تو ہر وقت ہونا چاہیے اور معانقہ سفر سے آنے پر ہونا چاہیے ویسے نہیں)۔[1]

راز کی حفاظت

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے ایک دن حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت کی۔

جب میں نے دیکھا کہ میں آپ کی خدمت سے فارغ ہوگیا ہوں تو میں نے (اپنے دل میں) کہا: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اب دوپہر کو آرام فرمائیں گے تو میں آپ کے پاس سے باہر چلا گیا۔ باہر بچے کھیل رہے تھے، میں کھڑے ہوکر ان کے کھیل کو دیکھنے لگ گیا۔ اتنے میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لے آئے اور بچوں کے پاس پہنچ کرانہیں سلام کیا: پھر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے بلایا اور کسی کام کے لئے بھیج دیا۔

میں آپ کا کام پورا کر کے آپ کی خدمت میں (بتانے) گیا اور اس طرح میں دیر سے اپنی والدہ کے پاس واپس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: آج تم دیر سے کیوں آئے ہو؟

میں نے کہا: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کسی کام سے بھیج دیا تھا۔

---

[1] جمع الفوائد، کتاب الادب، السلام والجواب والمصافحة ......: ۲۷۱/۲، رقم: ۷۷۰٤

میری والدہ نے پوچھا: وہ کام کیا تھا؟

میں نے کہا: وہ حضور ﷺ کی راز کی بات ہے۔

میری والدہ نے کہا: ٹھیک ہے حضور ﷺ کا راز چھپا کر رکھنا۔ چناں چہ میں نے آج تک حضور ﷺ کا راز کسی انسان کو نہیں بتایا اے ثابت! اگر میں کسی کو بتاتا تو تمہیں بھی ضرور بتا دیتا۔[1]

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا راز فاش نہیں کرنا چاہیے، اگر آپ کو کسی نے کوئی بات بتا دی دوسرے لوگوں سے الگ کر کے یا پہلے سے آپ الگ بیٹھے ہوئے تھے، لیکن بات سے پتا چل رہا تھا کہ یہ دوسروں کو بتانے کی نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ راز کی بات ہے جو آپ کے پاس امانت ہے حدیث شریف میں آتا ہے:

"اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ"۔[2]

ترجمہ: "مجالس (میں کی ہوئی باتیں) امانت ہوتی ہیں۔"

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کہ ایک شخص اِدھر اُدھر دیکھ کر کسی کو کوئی بات بتا رہا ہے تو یہ بات اس کے پاس امانت ہے۔[3]

اسی طرح چغل خوری بھی نہیں کرنی چاہیے کہ یہاں کی بات وہاں بتا دے اور وہاں کی یہاں، ایسا نہیں کرنا چاہیے اس سے دنیاوی نقصان بھی بہت ہوتا ہے اور اخروی نقصان رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ:

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ"۔[4]

ترجمہ: "چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

---

[1] مسند أحمد: ۱۹۵/۳، رقم: ۱۲٦۱۰

[2] ابو داود، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث، رقم: ٤٨٦٩

[3] ایضاً، رقم: ٤٨٦٨

[4] ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی القتات، رقم: ٤٨٧١

مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرنے سے بچنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں ایک آدمی ایک مجلس کے پاس سے گزرا، اس آدمی نے سلام کیا جس کا اس مجلس والوں نے جواب دیا، جب وہ ان لوگوں سے آگے چلا گیا تو مجلس کے ایک آدمی نے کہا: مجھے تو یہ آدمی بالکل پسند نہیں ہے، مجلس کے دوسرے لوگوں نے کہا: چپ کرو اللہ کی قسم! ہم تمہاری یہ بات اس آدمی کو ضرور بتائیں گے۔ اے فلانے! جاؤ اور اس نے جو کہا ہے وہ اسے بتادو (چناں چہ اس نے جاکر اس آدمی کو یہ بات بتادی اس پر) اس آدمی نے جاکر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ساری بات بتادی اور اس آدمی نے جو کہا تھا وہ بھی بتادیا اور یوں کہا: یارسول اللہ! آپ اسے آدمی بھیج کر بلائیں اور اس سے پوچھیں کہ وہ مجھ سے کیوں بغض رکھتا ہے۔

چناں چہ اس آدمی کے آنے پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس سے پوچھا کہ تم اس آدمی سے کیوں بغض رکھتے ہو؟

اس آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور میں اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ میں نے اسے کبھی نفل (نماز) پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، یہ تو بس یہی (فرض) نماز ہی پڑھتا ہے، جسے نیک و بد ہر ایک پڑھتا ہے۔

دوسرے آدمی نے کہا: ذرا اس سے یہ پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ میں نے نماز کا وضو ٹھیک نہ کیا ہو یا نماز کو بے وقت پڑھا ہو؟

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس سے اس بارے میں پوچھا: تو اس نے کہا: نہیں۔

پھر اس آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں میں نے اسے کبھی کسی مسکین کو کھانا کھلاتے ہوئے (یعنی نفلی صدقہ کرتے ہوئے) نہیں دیکھا۔ بس یہ تو صرف زکوٰۃ ادا کرتا ہے جو نیک و بد ہر ایک ادا

کر ہی دیتا ہے۔

دوسرے آدمی نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس سے پوچھیں کہ کیا اس نے مجھے کسی سائل کو منع کرتے ہوئے دیکھا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: نہیں۔

پھر اس آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے اسے کبھی نفلی روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ تو بس رمضان کے) مہینے کے ہی روزے رکھتا ہے، جنہیں نیک و بد ہر ایک رکھ ہی لیتا ہے۔

دوسرے آدمی نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس سے پوچھیں کہ کیا اس نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ میں بیمار بھی نہ ہوں اور سفر پر بھی نہ ہوں اور پھر میں نے اس دن روزہ نہ رکھا ہو؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس بارے میں پوچھا: تو اس نے کہا نہیں۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میرے خیال میں تو یہ آدمی تم سے بہتر ہے (کیوں کہ تم میں کدورت ہے اور اس میں نہیں ہے)۔[1]

فَائِدَہ: ہمیں دل اپنا صاف شفاف رکھنا چاہیے کسی دوسرے مسلمان کے متعلق دل میں بدگمانی ...... برائی ...... حسد ...... بغض ...... اور کینہ نہیں رکھنا چاہیے کسی سے ہمارا دل دکھا ہو تو اس کو معاف کر دینا چاہیے۔

نبی کی تعریف میں بھی حدِ اعتدال

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

اے ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے بیٹے! اور اے ہمارے

---

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الاخلاق، ظن السوء: ۳/ ۳۴، رقم: ۸۸۵۷

سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے بارے میں وہ کہو جو میں تمہیں بتلاتا ہوں، تاکہ شیطان تمہیں صحیح راستے سے ہٹا نہ سکے، مجھے اسی درجے پر رکھو جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، اللہ کی قسم! اس سارے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کبھی مجھے اُف فرمایا اور نہ کبھی کسی کام کے متعلق فرمایا: یہ کیوں کیا؟ یا یہ کیوں نہیں کیا؟[2]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: میں نے کئی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی مجھے گالی دی، نہ کبھی مجھے مارا، نہ کبھی ڈانٹا، اور نہ کبھی تیوری چڑھائی اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی کام بتایا اور اس میں مجھ سے سستی ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مجھ سے ناراض نہیں ہوئے، بل کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کوئی ناراض ہوتا تو ان سے فرماتے: ”اسے چھوڑو، اگر یہ کام مقدر میں ہوتا تو ضرور ہو جاتا۔“[3]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میری عمر آٹھ سال تھی۔ میری والدہ مجھے ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے علاوہ انصار کے تمام مردوں اور عورتوں نے آپ کو کوئی نہ کوئی تحفہ دیا ہے اور میرے پاس تحفہ دینے کے لئے اس بیٹے کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اس لئے آپ اسے میری طرف سے قبول فرمالیں، جب تک

---

[1] مسند أحمد: ۳/۲٤۱، رقم: ۱۳۱۱۷

[2] مسند احمد: ۳/۲۲۷، رقم: ۱٦۹٦۰

[3] مسند أحمد: ۳/۲۳۱، رقم: ۱۳۰۰۵

آپ چاہیں گے یہ آپ کی خدمت کرے گا۔

چناں چہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دس سال خدمت کی، اس عرصہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نہ تو کبھی مجھے مارا، نہ مجھے گالی دی اور نہ کبھی تیوری چڑھائی۔[1]

دین اخلاق سے پھیلا ہے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:

ہم نے تستر کا محاصرہ کیا (آخر محاصرہ اور جنگ سے تنگ آکر تستر کے حاکم) ہرمزان نے اپنے بارے میں حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فیصلے پر اترنا قبول کیا۔ میں اس کو لے کر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

جب ہم حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس سے فرمایا:

کہو! کیا کہتے ہو؟

اس نے کہا:

زندہ رہنے والے کی طرح بات کروں یا مرجانے والے کی طرح؟

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "لَا بَأْسَ" یعنی تم اپنے بارے میں مت ڈرو، بات کرو۔ ہرمزان نے کہا:

اے قومِ عرب! جب تک اللہ تعالیٰ خود تمہارے ساتھ نہ تھے، بل کہ اللہ نے معاملہ ہمارے اور تمہارے درمیان چھوڑ رکھا تھا، اس وقت تک تو ہم تمہیں اپنا غلام بناتے تھے، تمہیں قتل کرتے تھے اور تم سے سارا مال چھین لیا کرتے تھے، لیکن جب سے اللہ تمہارے ساتھ ہو گیا ہے، اس وقت سے ہم لوگوں میں تم سے مقابلہ کی بھی طاقت باقی نہیں رہی۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (مجھ سے) پوچھا: (اے انس!) تم کیا کہتے ہو؟

---

[1] کنز العمّال، السابع، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة: ۱۳/۱۲۵، رقم: ۳۶۸۲۵

میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں اپنے پیچھے بڑی تعداد میں دشمن اور ان کا بڑا دبدبہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ اگر آپ اسے قتل کر دیں گے تو پھر اس کی قوم اپنی زندگی سے ناامید ہو کر مسلمانوں سے لڑنے میں اور زیادہ زور لگائے گی (اس لئے آپ اس کو قتل نہ کریں) حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا:

میں حضرت براء بن مالک اور حضرت مجزاء بن ثور (رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا) (جیسے بہادر صحابہ) کے قاتل کو کیسے زندہ چھوڑ دوں؟ (اس نے ان دونوں کو قتل کیا ہے)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں:

جب مجھے خطرہ ہوا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ تو اسے ضرور قتل کر ہی دیں گے تو میں نے ان سے کہا:

آپ اسے قتل نہیں کر سکتے، کیوں کہ آپ اس سے "لَا بَأْسَ"" تم مت ڈرو اور بات کرو" کہہ چکے ہیں (اور لاباس کہنے سے جان کی امان مل جاتی ہے، لہٰذا آپ تو اسے امان دے چکے ہیں) حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا:

معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس سے کوئی رشوت لی ہے اور اس سے کوئی مفاد حاصل کیا ہے؟

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! میں نے اس سے نہ رشوت لی ہے اور نہ کوئی مفاد (میں تو ایک حق بات کہہ رہا ہوں) حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا:

تم اپنے اس دعویٰ (لَا بَأْسَ کہنے سے کافر کو امان مل جاتی ہے) کی تصدیق کرنے والا کوئی اور گواہ اپنے علاوہ لاؤ، ورنہ میں تم سے ہی سزا کی ابتداء کروں گا۔

چناں چہ میں گیا، مجھے حضرت زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ ملے، میں ان کو لے کر آیا، انہوں نے میری بات کی تصدیق کی جس پر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ ہرمزان کے قتل سے رک گئے اور ہرمزان مسلمان ہو گیا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

نے اس کے لئے بیت المال میں سے وظیفہ مقرر کیا۔[1]

دل کو کینہ اور حسد سے پاک صاف رکھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا'' تو اتنے میں ایک انصاری آئے جن کی ڈاڑھی سے وضو کے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور انہوں نے بائیں ہاتھ میں جوتیاں لٹکا رکھی تھیں۔

اگلے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات فرمائی تو پھر وہی انصاری اسی طرح آئے جس طرح پہلی مرتبہ آئے تھے۔

تیسرے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسی ہی بات فرمائی اور وہی انصاری اسی حال میں آئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس انصاری کے پیچھے گئے اور ان سے کہا: اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ مجھے اپنے ہاں تین دن ٹھہرالیں۔ انہوں نے کہا: ضرور۔

پھر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے تھے کہ میں نے ان کے پاس تین راتیں گزاریں، لیکن میں نے ان کو رات میں زیادہ عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا، البتہ جب رات کو ان کی آنکھ کھل جاتی تو بستر پر اپنی کروٹ بدلتے اور تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتے اور اللہ اکبر کہتے اور نماز فجر کے لئے بستر سے اٹھتے، ہاں جب بات کرتے تو خیر ہی کی بات کرتے۔

جب تین راتیں گزر گئیں اور مجھے ان کے تمام اعمال عام معمول کے ہی نظر آئے (اور میں حیران ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بشارت تو اتنی بڑی دی، لیکن ان کا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں) تو میں نے ان سے کہا:

---

[1] أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، كتاب البر، باب كيف الامان: ۹/۹۶

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بارے میں تین مرتبہ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آنے والا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے۔ اس پر میں نے سوچا کہ میں آپ کے ہاں رہ کر آپ کا خاص عمل دیکھوں اور پھر اس عمل میں آپ کے نقش قدم پر چلوں، میں نے آپ کو کوئی بڑا کام کرتے ہوئے تو دیکھا نہیں تو اب آپ بتائیں کہ آپ کا وہ کون سا خاص عمل ہے جس کی وجہ سے آپ اس درجے کو پہنچ گئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا؟

انہوں نے کہا: میرا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں، وہی عمل ہیں جو تم نے دیکھے ہیں۔ میں یہ سن کر چل پڑا، جب میں نے پشت پھیری تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا: میرے اعمال تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے، البتہ یہ ایک خاص عمل ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کھوٹ نہیں ہے اور کسی کو اللہ نے کوئی خاص نعمت عطا فرما رکھی ہو تو میں اس پر اس سے حسد نہیں کرتا۔

میں نے کہا: اسی چیز نے آپ کو اتنے بڑے درجے تک پہنچایا ہے اور یہ ہمارے بس میں نہیں ہے۔[1]

بزار کی روایت میں ان صحابی کا نام حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ بتایا ہے اور روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے کہا:

اے میرے بھتیجے! میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے، البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میں جب رات کو سوتا ہوں تو میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کینہ وغیرہ نہیں ہوتا یا اس جیسی بات ارشاد فرمائی۔[2]

ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ ان صاحب کا نام حضرت سعد بن ابی

---

[1] مسند احمد: ۳/۱۶۶، رقم: ۱۲۲۸۶

[2] حیاۃ الصحابۃ (اردو) مسلمان کے مال اور جان کا احترام کرنا: ۲/ ۲۸۸

وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھا اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے، البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے لئے برا جذبہ نہیں اور نہ میں زبان سے برا بول نکالتا ہوں۔ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: اسی چیز نے آپ کو اس بڑے درجے تک پہنچایا ہے اور یہ میرے بس میں تو ہے نہیں۔[1]

فَائِدَہ: غور کرنے کی بات ہے کہ جن صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جنت کی خوش خبری دیتے ہیں، ان کے کہنے کے مطابق ان کا کوئی خاص عمل نہیں ہے سوا دو گناہوں سے بچنے کے (۱) حسد (۲) زبان سے بری بات نکالنا۔

حسد کی لازمی خاصیت یہ ہے کہ یہ حسد انسان کو غیبت، عیب جوئی، چغل خوری اور بے شمار گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں منتقل ہو جاتی ہیں، اس لئے کہ جب تم اس کی غیبت کرو گے اور اس کے لئے بددعا کرو گے تو تمہاری نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں چلی جائیں گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم جتنا حسد کر رہے ہو، اپنی نیکیوں کے پیکٹ تیار کر کے اس کے پاس بھیج رہے ہو تو اس کا تو فائدہ ہو رہا ہے، اب اگر ساری عمر حسد کرنے والا حسد کرے گا تو وہ اپنی ساری نیکیاں گنوا دے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں ڈال دے گا۔

اس لئے اس سے بچنے کے لئے بہت اہتمام کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زبان اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے، اس کے ذریعے انسان چاہے تو اپنی آخرت کے لئے نیکیوں کے خزانے جمع کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو اپنی آخرت برباد کر سکتا ہے، اس لئے حدیث میں زبان کو قابو میں رکھنے اور کم گوئی کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ہمیں چاہیے کہ ان دو گناہوں سے بچتے رہیں جن سے بچتے ہوئے حضرت سعد

---

[1] کذافی الکنز العمّال، السابع، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة: ۱۳/۱۸۱، رقم: ۳۷۱۱۲

بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دنیا ہی میں جنت کی خوش خبری حاصل کر لی۔

رشتہ داروں میں تقسیم کرنا

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: مدینہ منورہ کے انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغات حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تھے اور انہیں اپنے باغوں میں سب سے زیادہ محبوب ''بیرحاء'' باغ تھا جو کہ بالکل مسجدِ نبوی کے سامنے تھا اور اس کا پانی بھی بہت عمدہ تھا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔

جب ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾[1]

تَرجَمۂ: ''تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔''

آیت نازل ہوئی:

تو حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک تم اپنی پیاری چیز خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک تم نیکی کے کمال کو نہیں پہنچ سکتے اور مجھے اپنے سارے مال میں سے سب سے زیادہ محبوب ''بیرحاء'' باغ ہے، میں اسے اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیکی پر مجھے جنت عطا فرمائیں گے اور اس کے اجر کو میرے لئے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے جو مجھے قیامت کے دن کام آئے گا۔

یا رسول اللہ! آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ فرمادیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خوش ہو کر فرمایا: واہ واہ! یہ بڑے نفع والا مال ہے۔ یہ بڑے نفع والا مال ہے۔

---

[1] سورۃ آل عمران: آیت ۹۲

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔

حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسے ہی کروں گا۔ چناں چہ حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔[1]

آپ کی دعا

حضرت ثابت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں: حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ جب اپنے بھائی کے لئے دعا کرتے تو یہ کہتے:

"جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ صَلَاةَ قَوْمٍ أَبْرَارٍ، لَيْسُوْا بِظَلَمَةٍ وَلَا فُجَّارٍ. يَقُوْمُوْنَ اللَّيْلَ وَيَصُوْمُوْنَ النَّهَارَ."[2]

تَرجَمہ: "اللہ اس پر ان نیک لوگوں والی رحمتیں نازل فرما جو ظالم اور بدکار نہیں، جو رات بھر عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت کب سے شروع کی؟

سُؤال ②: آپ کے لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کون سی تین چیزوں کی دعا فرمائی؟

سُؤال ③: "مسلمان کے بارے میں بدگمانی سے بچنا" میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے کون سی روایت مروی ہے؟

سُؤال ④: آپ نے کتنی عمر پائی اور کس سن ہجری میں آپ کا انتقال ہوا؟

---

[1] بخاري، كتاب الزكوة، باب الزكوة على الاقارب، رقم: ١٤٦١

[2] أخرجه البخارى فى الادب المفرد: ص٩٩٠، رقم: ٦٣١

حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

تعارف

آپ کا نام عبداللہ، ابوبکر کنیت اور والد ماجد کا نام زبیر تھا۔ والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابوبکر تھی۔ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔ کافی عرصہ تک ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تو یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ ایسے موقع پر آپ کی ولادت ہوئی۔ اس لئے مسلمان آپ کی پیدائش سے بہت خوش تھے۔

آپ کے والد حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان دس صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے ہیں جن کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت فرمادی تھی۔

صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے زمانے میں ایسے لوگ بہت کم تھے جنہیں مختلف زبانوں میں عبور حاصل تھا، یہ مقام آپ کو حاصل تھا کہ آپ عربی کے علاوہ اور بھی بہت زبانوں پر مہارت رکھتے تھے۔ آپ بہت بڑے عالم اور بے مثال خطیب تھے۔ آپ عبادت کرتے تو بے جان ستون معلوم ہوتے۔

آپ کے بیانات

آپ کا حج کے موقع پر بہترین خطبہ

حضرت محمد بن عبداللہ ثقفی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حج کے موقع پر میں حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے خطبہ میں شریک ہوا۔ ہمیں ان کے

بارے میں اسی وقت پتہ چلا جب وہ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) سے ایک دن پہلے احرام باندھ کر ہمارے پاس باہر آئے۔ وہ ادھیڑ عمر کے خوب صورت آدمی تھے وہ سامنے سے آرہے تھے۔ لوگوں نے کہا: یہ امیر المؤمنین ہیں۔ پھر وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اس وقت ان پر احرام کی دو سفید چادریں تھیں۔ انہوں نے لوگوں کو سلام کیا، لوگوں نے انہیں سلام کا جواب دیا، پھر انہوں نے بڑی اچھی آواز سے لبیک پڑھا۔ ایسی اچھی آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی، پھر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، اس کے بعد فرمایا:

اما بعد! تم لوگ مختلف علاقوں سے وفد بن کر اللہ کے پاس آئے ہو، لہٰذا اللہ پر بھی اس کے فضل سے لازم ہے کہ وہ اپنے پاس وفد بن کر آنے والوں کا اکرام کرے۔ اب جو ان اخروی نعمتوں کا طالب بن کر آیا ہے جو اللہ کے پاس ہیں تو اللہ سے طلب کرنے والا محروم نہیں رہتا، لہٰذا اپنے قول کی عمل سے تصدیق کرو، کیوں کہ قول کا سہارا عمل ہے اور اصل نیت دل کی ہوتی ہے، ان دنوں میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، کیوں کہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

آپ لوگ مختلف علاقوں سے آئے ہیں، آپ لوگوں کا مقصد نہ تجارت ہے اور نہ مال حاصل کرنا اور نہ ہی دنیا لینے کی امید میں آپ لوگ یہاں آئے ہیں۔

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لبیک پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھا۔ پھر انہوں نے بڑی لمبی گفتگو فرمائی:

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ج﴾ [1]

ترجمہ: ”حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں۔“

فرمایا: وہ تین مہینے ہیں: شوال ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے دس دن۔

---

[1] سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۷

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ﴾ [1]

ترجمہ: ”سو جو شخص ان میں حج لازم کرلے تو پھر (اس کو) نہ کوئی فحش کام کرنا (جائز) ہے۔“ (یعنی بیوی سے صحبت کرنا)

﴿وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [2]

ترجمہ: ”اور نہ کوئی گناہ اور لڑائی جھگڑا (درست) ہے۔“

﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ [3]

ترجمہ: ”اور تم جو نیک کام کروگے تو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے اور (جب حج کو جانے لگو) خرچ ضرور لے لیا کرو، کیوں کہ سب سے بڑی بات خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ﴾ [4]

ترجمہ: ”پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آنے لگو“ (عرفات ٹھہرنے کی وہ جگہ ہے جہاں حاجی لوگ سورج کے غروب تک وقوف کرتے ہیں پھر وہاں سے واپس آتے ہیں)

﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ [5]

ترجمہ: ”تو مشعرِ حرام کے پاس (مزدلفہ میں شب کو قیام کرکے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو“ (یہ مزدلفہ کے وہ پہاڑ ہیں جہاں حاجی رات کو ٹھہرتے ہیں)

---

[1] سورة البقرة: آیت ۱۹۷
[2] سورة البقرة: آیت ۱۹۷
[3] سورة البقرة: آیت ۱۹۷
[4] سورة البقرة: آیت ۱۹۸
[5] سورة البقرة: آیت ۱۹۸

﴿ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ﴾ [1]

ترجمہ: ''اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ حکم عام نہیں ہے، بل کہ صرف مکہ شہر والوں کے لئے ہے، کیوں کہ مکہ والے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور عرفات نہیں جاتے تھے، اس لئے وہ مزدلفہ سے واپس آتے تھے۔ جب کہ باقی لوگ عرفات جاتے تھے اور وہاں سے واپس آتے تھے تو اللہ نے ان کے فعل پر انکار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ﴾ [2]

ترجمہ: ''پھر تم سب کو ضروری ہے کہ اسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں۔''

یعنی وہاں سے واپس آکر اپنے مناسک حج پورے کرو۔ زمانۂ جاہلیت کے حاجیوں کا دستور یہ تھا کہ وہ حج سے فارغ ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کا ذکر کر کے ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

﴿ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَ مَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [3]

ترجمہ: ''تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے، بل کہ اس سے بھی زیادہ، سو بعض لوگ (جو کہ کافر ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو (جو کچھ دینا

---

[1] سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۸ [2] سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۹

[3] سورۃ البقرۃ: آیت ۲۰۰، ۲۰۱

ہو) دنیا میں دے دیجیے اور ایسے لوگوں کو آخرت میں (بوجہ انکار آخرت کے) کوئی حصہ نہ ملے گا اور بعض لوگ (جو کہ مؤمن ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجیے اور آخرت میں بھی بہتری دیجیے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔"

یعنی دنیا میں رہ کر دنیا کے لئے بھی محنت کرتے ہیں اور آخرت کے لئے بھی۔

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت تک تلاوت فرمائی:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ﴾[1]

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ان گنتی کے چند دنوں (ایام تشریق) میں کرو۔"

فرمایا: اس سے ایامِ تشریق مراد ہیں اور ان دنوں کے ذکر میں سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا اور اللہ کی عظمت والے کلمات کہنا سب شامل ہے، پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے میقات یعنی لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہوں کا ذکر کیا، چناں چہ فرمایا:

مدینہ والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور عراق والوں کے لئے عقیق ہے اور نجد والوں اور طائف والوں کے لئے قرن ہے اور یمن والوں کے لئے یلملم ہے۔ اے اللہ! اہلِ کتاب کے کافروں کو عذاب دے جو تیری آیتوں کا انکار کرتے ہیں، تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستے سے روکتے ہیں۔

اے اللہ! انہیں عذاب بھی دے اور ان کے دل بدکار عورتوں جیسے بنا دے۔ اس طرح بہت لمبی دعا کی، پھر فرمایا:

یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ایسے اندھا کر دیا جیسے ان کی آنکھوں کو اندھا کیا۔ وہ حج تمتع کا یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ ایک آدمی مثلاً: خراسان سے

---

[1] سورة البقرة: آیت ۲۰۳

حج کا احرام باندھ کر آیا تو یہ اس سے کہتے ہیں کہ عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دو، پھر یہاں سے حج کا احرام باندھ لینا (حالاں کہ جب وہ حج کا احرام باندھ کر آتا ہے تو وہ حج کر کے ہی احرام کھول سکتا ہے اس سے پہلے نہیں)

اللہ کی قسم! حج کا احرام باندھ کر آنے والے کو صرف ایک حالت میں تمتع کی یعنی عمرہ کر کے احرام کھول دینے کی اجازت ہے جب کہ اسے حج سے روک دیا جائے۔

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لبیک پڑھا اور تمام لوگوں نے پڑھا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے لوگوں کو اس دن سے زیادہ روتے ہوئے کسی اور دن نہیں دیکھا۔[1]

حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیان میں فرمایا: اچھی طرح سمجھ لو کہ "بطنِ عرنہ" کے علاوہ سارا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے اور خوب جان لو کہ "بطنِ محسر" کے علاوہ سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔[2]

ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی

حضرت عباس بن سہل بن سعد ساعدی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے مکہ مکرمہ کے منبر پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اگر ابن آدم کو سونے کی ایک وادی دے دی جائے تو وہ دوسری وادی کی تمنا کرنے لگے گا، اگر اسے دوسری وادی دے دی جائے تو تیسری کی تمنا کرنے لگے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو (قبر کی) مٹی کے سوا

[1] مجمع الزوائد، كتاب الحج، باب الخطبة التروية: ۳/۴۱۷، رقم: ۵۵۳۵

[2] أخرجه ابن جرير في التفسير الطبري: ۲/۳۰۲، رقم: ۳۸۲۹، البقرة: ۱۹۸

اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

جو اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔[1]

مسجدِ حرام میں ایک نماز دوسری مسجدوں سے لاکھ گنا افضل ہے

حضرت عطاء بن ابی رباح رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ہم لوگوں میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز مسجدِ حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے۔

اور مسجدِ حرام کی ایک نماز (میری مسجد کی نماز پر) سو گنا فضیلت رکھتی ہے۔ حضرت عطاء رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: اس طرح مسجدِ حرام کی نماز کو (دوسری مسجد کی نماز پر) لاکھ گنا فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ حضرت عطاء رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا:

اے ابو محمد! یہ لاکھ گنا فضیلت صرف مسجدِ حرام میں ہے یا سارے حرم میں ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں سارے حرم میں ہے، کیوں کہ سارا حرم مسجد (کے حکم میں) ہے۔[2]

عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا ہر گز درست نہیں

حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے آزاد کردہ غلام حضرت وہب بن کیسان رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عید

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/ ٤١٣، رقم: ۱۱۹۲

[2] أخرجه أبو داؤد الطيالسي: ۱۹۵

کے دن عید کی نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ میں نے انہیں خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنا:

اے لوگو! عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا ہرگز درست نہیں۔ عید کے بعد خطبہ پڑھنا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر کردہ طریقہ ہے۔[1]

نماز سے فارغ ہونے کے بعد کی دعا

حضرت ابوزبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے بعد سلام پھیرتے تو یہ کلمات پڑھتے:

"لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، أَهْلُ النِّعْمَةِ وَ الْفَضْلِ وَ الثَّنَاءِ الْحَسَنِ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ"

تَرجَمَۃ: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہت اسی کے لئے ہے، تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں، وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ برائی سے بچنے اور نیکی کے کرنے کی طاقت صرف اسی سے ملتی ہے۔ ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، وہ نعمت، فضل اور اچھی تعریف والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم پورے اخلاص کے ساتھ دین پر چل رہے، ہیں چاہے یہ کافروں کو برا لگے۔"[2]

---

[1] أخرجه أحمد: ٤/٤، رقم: ١٥٦٧٦

[2] أخرجه أحمد: ٤/٥، رقم: ١٥٦٩٠

یومِ عاشورا کے دن روزہ رکھو

حضرت ثویر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

یہ عاشورا (دس محرم) کا دن ہے، اس میں روزہ رکھو، کیوں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس دن کے روزے کا حکم دیا ہے۔[1]

آپ کی نصیحتیں

تقویٰ والے لوگوں کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں

حضرت وہب بن کیسان رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے مجھے یہ نصیحت لکھ کر بھیجی۔ امابعد!

"فَإِنَّ لِأَهْلِ التَّقْوٰى عَلَامَاتٌ يُعْرَفُوْنَ بِهَا وَيَعْرِفُوْنَهَا مِنْ أَنْفُسِهِمْ"

تقویٰ والے لوگوں کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان کے اندر یہ نشانیاں ہیں اور وہ نشانیاں یہ ہیں۔

"مِنْ صَبْرٍ عَلَى الْبَلَاءِ"

"مصیبت پر صبر کرنا۔"

"وَرِضًى بِالْقَضَاءِ"

"رضا بر قضا (تقدیر پر راضی رہنا)۔"

"وَشُكْرِ النَّعْمَاءِ"

---

[1] أخرجه أحمد: ٦/٤، رقم: ١٥٦٩٩

''نعمتوں پر شکر کرنا۔''

''وَذُلٌّ لِحُکْمِ الْقُرْآنِ''

''اور قرآن کے حکم کے سامنے جھک جانا۔''

امام کی مثال بازار جیسی ہے۔

جو چیز بازار میں چلتی ہے اور جس کا رواج ہوتا ہے وہی چیز بازار میں لائی جاتی ہے۔ اسی طرح امام کے پاس اگر حق کا رواج چل پڑے تو اس کے پاس حق ہی لایا جائے گا اور حق والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور اگر اس کے پاس باطل کا رواج چل پڑے تو باطل والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور باطل ہی اس کے پاس چلے گا۔[1]

آپ کی دعا

حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا جب بادل گرجنے کی آواز سنتے تو بات کرنا چھوڑ دیتے اور یہ پڑھتے:

''سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ''[2]

تَرجَمَہ: ''وہ ذات پاک ہے جس کے خوف سے رعد فرشتہ اور دوسرے فرشتے اس کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں۔''

پھر فرماتے: یہ زمین والوں کے لئے اللہ کی طرف سے دھمکی ہے۔

---

[1] أخرجه أبو نعيم فی الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۴۱۲/۱، رقم: ۱۱۸۷

[2] أخرجه البخاری فی الادب المفرد، باب اذا سمع الرعد: ۲۱۶، رقم: ۷۲۳

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ولادت پر مسلمانوں نے کیوں خوشی کا اظہار کیا؟

سُؤال ②: حرم میں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت ہے؟

سُؤال ③: نماز سے فارغ ہونے کے بعد کون سی دعا پڑھی جاتی ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی دعا بیان کیجیے۔

سُؤال ④: یوم عاشورا کے دن روزہ رکھنا کیسا ہے؟

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تعارف

آپ کا نام حسن، ابو محمد کنیت، سیّد لقب اور والد کا نام حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھا۔ آپ کے نانا محترم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بہت پیار فرماتے تھے اور کندھوں پر اٹھا کر گھوماتے تھے۔ آپ کے بارے میں ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی کی ہے کہ میرا بیٹا سعید مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔

چناں چہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں کے دو بڑے فرقے (ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ دوسرا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے درمیان صلح کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی تو آپ نے ہی خلافت سے دست برداری کا اعلان فرمایا اور صلح کر لی۔ آپ کے اندر شاعری اور خطابت کا ذوق وشوق کمال درجے کا پایا جاتا تھا۔

آپ صرف ظاہر شکل وصورت میں ہی نہیں، بل کہ اخلاق وعادات اور مزاج کے اعتبار سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، اس وجہ سے آپ کا لقب "شبیہ نبوی" پڑا۔ ۵۰ھ میں آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۷ سال تھی۔

آپ کے بیانات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت

حضرت ہبیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جب حضرت علی بن ابی طالب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بیان فرمایا:

اے لوگو! آج رات ایسی ہستی دنیا سے اٹھالی گئی ہے جن سے پہلے لوگ آگے نہیں جاسکے اور جنہیں پچھلے لوگ پا نہیں سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کسی جگہ بھیجتے تو انہیں دائیں طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور بائیں طرف سے حضرت میکائیل علیہ السلام اپنے گھیرے میں لے لیتے اور جب تک اللہ انہیں فتح نہ دیتے یہ واپس نہ آتے۔ یہ صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں، آپ اس سے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے۔ آج ستائیس رمضان کی رات میں ان کی روح قبض کی گئی ہے، اسی رات میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا، اسی رات میں قرآن پاک نازل ہوا اور اسی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم حضرت یوشع بن نون رحمہ اللہ تعالیٰ کو شہید کیا گیا اور اسی میں بنی اسرئیل کی توبہ قبول ہوئی۔[1]

ایک روایت میں ہے وہ سونا چاندی کچھ نہیں چھوڑ کر گئے، صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں جو ان کے بیت المال میں اس ملنے والے وظیفے میں سے بچے ہیں۔ اس روایت میں اس سے آگے نہیں ہے۔[2]

میں نبوی گھرانے میں سے ہوں

حاکم کی روایت میں ہے کہ میں (یعنی حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نبوی گھرانے میں سے ہوں، حضرت جبرائیل علیہ السلام (آسمان سے) اتر کر ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور ہمارے پاس سے (آسمان پر) اوپر جایا کرتے تھے۔ اس روایت میں اسی آیت کا یہ حصہ بھی ہے:

---

[1] المنتخب: ۱۶۱/۵، بحوالہ حیاۃ الصحابة (اردو) حضرت حسن بن علی کے بیانات: ۷۴۴/۳

[2] أخرجه أبو نعيم فی الحلية، ذکر الصحابة من المهاجرين: ۱۰۵/۱، رقم: ۲۰۱

﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ط﴾[1]

تَرْجَمَہ: ''اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں خوب زیادہ کر دیں گے۔''

یہاں نیکی کرنے سے مراد ہمارے سارے گھرانے سے محبت کرنا ہے۔[2]

حضرت ابو جمیلہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خلیفہ بنے۔ ایک مرتبہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ان کی سرین پر خنجر مارا جس سے وہ زخمی ہوگئے اور چند ماہ بیمار رہے۔ پھر کھڑے ہو کر انہوں نے بیان فرمایا: اے عراق والو! ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ ہم تمہارے امراء بھی ہیں اور مہمان بھی اور ہم اُس گھرانے کے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝﴾[3]

تَرْجَمَہ: ''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والوں تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً اور باطناً) پاک صاف رکھے۔''

ابن ابی حاتم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان باتوں کو بار بار کہتے رہے، یہاں تک کہ مسجد کا ہر آدمی آواز سے رونے لگا۔[4]

---

[1] سورۃ الشوریٰ: آیت ۲۳

[2] أخرجه الحاكم فى المستدرك، كتاب معرفة الصحابة، فضائل حسن بن على: ۲۰۵/۳، رقم: ٤٨٦٧

[3] سورۃ الاحزاب: آیت ۳۳

[4] كمافى التفسير لا بن كثير: ٤٨٦/٣، الاحزاب: ۳۳

سب سے زیادہ سمجھ داری تقویٰ اختیار کرنا ہے

حضرت امام شعبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: جب حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے نخیلہ مقام پر صلح کی تو حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے کہا: جب یہ (صلح کی) بات طے ہوگئی ہے تو آپ کھڑے ہوکر گفتگو کریں اور لوگوں کو بتادیں کہ آپ نے خلافت چھوڑ دی ہے اور اسے میرے حوالے کردیا ہے، چناں چہ حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اٹھے اور منبر پر بیان فرمایا۔ حضرت امام شعبی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں اس بیان کو سن رہا تھا، حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: اما بعد!

سب سے زیادہ سمجھ داری تقویٰ اختیار کرنا ہے اور سب سے بڑی حماقت گناہوں میں مبتلا ہونا ہے اور (حضرت) معاویہ کی خلافت کے بارے میں آپ میں اختلاف تھا یا تو یہ میرا حق تھا جسے میں نے (حضرت) معاویہ کے واسطے اس لئے چھوڑ دیا تاکہ اس اُمّت میں آپس کا معاملہ ٹھیک رہے اور ان کے خون محفوظ رہیں یا کوئی اور اس خلافت کا مجھ سے زیادہ حق دار ہے تو اب میں نے یہ خلافت اس کے حوالے کردی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۝﴾[1]

تَرجَمۂ: ”اور میں نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے) شاید وہ تمہارے لئے امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو۔“[2]

حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اپنے اس بیان میں یہ بھی فرمایا: اما بعد! اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے پہلوں کے ذریعے (یعنی میرے

---

[1] سورۃ الانبیاء: آیت ۱۱۱

[2] مجمع الزوائد، کتاب الاحکام، باب فی الصلح: ٤/٢٦٩، رقم: ٧٠٧٤

ذریعے) تمہارے خون کی حفاظت کی۔ اس خلافت کی تو ایک خاص مدت ہے اور دنیا تو آنے جانے والی چیز ہے، کبھی کسی کے پاس ہوتی ہے کبھی کسی کے پاس۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

﴿وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۝﴾[1]

ترجمہ گزر چکا ہے۔[2]

آپ کی نصیحتیں

آج کے دن کو گزشتہ کل سے بہتر بناؤ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

جو دنیا کو طلب کرتا ہے دنیا اسے لے بیٹھتی ہے اور جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلیتا ہے تو اسے اس کی پروا بھی نہیں ہوتی کہ کون دنیا کو استعمال کر رہا ہے۔

دنیا کی طلب والا اس آدمی کا غلام ہوتا ہے جو دنیا کا مالک ہوتا ہے اور جس کے دل میں دنیا کی طلب نہیں ہوتی اسے تھوڑی دنیا کافی ہوجاتی ہے اور جس کے دل میں طلب ہوتی ہے اسے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی اس کا کام نہیں چلتا۔

اور جس کا آج کا دن دینی اعتبار سے کل گزشتہ کی طرح ہے تو وہ دھوکے میں ہے اور جس کا آج کا دن کل آئندہ سے بہتر ہے یعنی کل آئندہ میں اس کی دینی حالت آج سے خراب ہوگی تو وہ سخت نقصان میں ہے اور جو اپنی ذات کے بارے میں نقصان کی چھان بین نہیں کرتا تو وہ بھی نقصان میں ہے اور جو نقصان میں چل رہا ہے اس کا مرجانا ہی بہتر ہے۔[3]

---

[1] سورة الانبياء: آيت ۱۱۱

[2] أخرجه ابن جرير في تاريخه، ثم دخلت سنة احدى واربعين، ذكر الخبير: ۳/۱۶۷

[3] كنز العمّال، الثامن، كتاب المواعظ والرقائق ...... : ۱۶/۹۰، رقم: ۴۴۲۲۹

علم اور بردباری زینت ہے

حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا:

"إِعْلَمُوْا أَنَّ الْعِلْمَ زِيْنَةٌ"

"یہ جان لو کہ علم اور بردباری زینت ہے۔"

"وَالْوَفَاءَ مُرُوْئَةٌ"

"اور وعدہ پورا کرنا مردانگی ہے۔"

"وَالْعَجَلَةَ سَفَهٌ"

"اور جلد بازی بے وقوفی ہے۔"

"وَالسَّفَرَ ضُعْفٌ"

"اور سفر کرنے سے انسان کمزور ہو جاتا ہے۔"

"وَمُجَالَسَةَ أَهْلِ الدَّنَاءَةِ شَيْنٌ"

"اور کمینہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنا عیب کا کام ہے۔"

"وَمُخَالَطَةَ أَهْلِ الْفِسْقِ رِيْبَةٌ"

"اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے انسان پر تہمت لگتی ہے۔"[1]

لوگوں میں سب سے افضل کون؟

حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا:

لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں:

ایک تو وہ جسے بھلائی میں سے بہت حصہ ملا، لیکن اس کے اخلاق اچھے نہیں۔

دوسرا وہ جس کے اخلاق تو اچھے ہیں، لیکن بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق……: ١٦/١١٤، رقم: ٤٤٣٩٣

حصہ نہیں۔

تیسرا وہ جس کے نہ اخلاق اچھے ہیں اور نہ بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ ہے۔ یہ تمام لوگوں میں سب سے برا ہے۔

چوتھا وہ جس کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں اس کا حصہ بھی خوب ہے یہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔[1]

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نانا کا کیا نام ہے؟

سُؤال ②: آپ کو شبیہ نبوی (یعنی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مشابہ) کیوں کہا جاتا ہے؟

سُؤال ③: حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آپ کے بارے میں کیا پیشن گوئی فرمائی تھی؟

سُؤال ④: سب سے افضل کون ہے؟

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/ ١١٤، رقم: ٤٤٣٩٤

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

تعارف

آپ کا نام معاویہ، ابوعبدالرحمٰن کنیت اور والد کا نام ابوسفیان تھا۔

آپ نے اسلام قبول کیا تو رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آپ کے لئے دعا فرمائی ”اے اللہ! معاویہ کو مہدی (ہدایت یافتہ) اور ہادی (ہدایت دینے والا) بنا۔“ آپ کو کاتب وحی کا شرف بھی حاصل رہا۔

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت سے دست برداری کے بعد آپ مسلمانوں کے پانچویں خلیفہ راشد رہے۔ آپ دنیاوی جان وجلال کے حصول کے باوجود نہایت درجہ کے صبر اور تحمل مزاج تھے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کے سامنے بڑی بدکلامی کی۔ کسی نے کہا: آپ اسے سزا کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ تقریباً ۱۹ سال تین مہینے تک مسلمانوں کے خلیفہ رہنے کے بعد ۵۹ھ میں آپ مرض الموت میں مبتلا ہوگئے اور ۶۰ھ کو وفات پائی اور دمشق میں دفن ہوئے۔

آپ کے بیانات

دین کی سمجھ حاصل کرنے سے آتی ہے

حضرت محمد بن کعب قرظی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایک دن مدینہ میں بیان فرما رہے تھے اس میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ جو چیز دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی مال دار کو اس کی مال داری اللہ کے ہاں کوئی کام نہیں دے سکتی۔

اے لوگو! علم تو سیکھنے سے آتا ہے اور دین کی سمجھ تو حاصل کرنے سے آتی ہے اور جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف وہی اللہ سے ڈرتے ہیں جو (اس کی قدرت کا) علم رکھتے ہیں۔

میں نے یہ ساری باتیں (منبر کی) ان لکڑیوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔[1]

یہ امت ہمیشہ حق پر اور اللہ کے دین پر قائم رہے گی

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم میں بیان فرمایا: میں نے انہیں بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ فرما رہے تھے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہی ہوں اور دیتے تو صرف اللہ ہی ہیں۔

یہ اُمت ہمیشہ حق پر اور اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور یہ صورت حال اللہ کے حکم کے آنے تک یعنی قیامت کے قائم ہونے تک ایسے ہی رہے گی۔[2]

حضرت یونس بن حلبس جبلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کو

---

[1] مسند احمد: ٤/ ٩٣، رقم: ١٦٣٩٧

[2] بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰہ بہ خیرا ......، رقم: ٧١

بطورِ دلیل کے ذکر کیا:

﴿يٰعِيسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ﴾ [1]

ترجمہ: ”اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بے شک میں ہی تم کو وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں روزِ قیامت تک۔“

مذاکرہ

سؤال ①: حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے لئے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کیا دعا فرمائی؟

سؤال ②: حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے صبر اور تحمل مزاج کا کوئی واقعہ بیان کیجیے۔

سؤال ③: دین کی سمجھ کے بارے میں حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے کیا ارشاد فرمایا؟

سؤال ④: حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کتنے عرصہ مسلمانوں کے خلیفہ رہے؟

[1] سورۃ آل عمران: آیت ۵۵

حضرت عتبہ بن غزوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

تعارُف

آپ کا نام عتبہ، ابوعبداللہ کنیت اور والد کا نام غزوان بن جابر تھا۔ آپ نے ساتویں نمبر پر اسلام قبول فرمایا اور ہجرتِ حبشہ کے قافلے میں بھی شریک رہے۔ آپ تیراندازی میں بڑے ماہر تھے۔ چناں چہ تمام غزوات میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ آپ کو یہی ذمہ سونپتے۔

آپ ہی نے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حکم سے بصرہ شہر بسایا تھا اور قبیلہ کے لحاظ سے محلّہ وار شہر کو تقسیم فرمایا اور اس کے پہلے والی بھی آپ ہی مقرر ہوئے۔ آپ کے اندر جفاکشی کے ساتھ بے نیازی بھی خوب تھی۔ محتاجی کے خوف سے درختوں کے پتوں پر گزارا کرتے تھے جس کی وجہ سے آنتوں میں زخم پڑ گئے تھے۔ چناں چہ مجاشع بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بصرہ کا والی بنا کر مکہ مکرمہ حج کرنے تشریف لے گئے۔ وہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''اے اللہ! مجھے بصرہ نہ پہنچا'' دعا قبول ہوئی۔ اونٹ پر سفر کر رہے تھے، اچانک گر پڑے اور فوت ہوگئے۔

آپ کا بیان

دنیا نے اپنے ختم ہوجانے کا اعلان کر دیا ہے

حضرت خالد بن عمیر عدوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عتبہ بن غزوان

رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ بصرہ کے گورنر تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہم لوگوں میں بیان کیا تو پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

اما بعد! دنیا نے اپنے ختم ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جا رہی ہے۔

دنیا میں سے بس تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جیسے برتن کے آخیر میں تھوڑا سا حصہ پانی وغیرہ کا رہ جاتا ہے اور آدمی اسے چوس لیتا ہے۔

تم یہاں سے منتقل ہو کر ایسے جہان میں چلے جاؤ گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا، لہٰذا جو اچھے اعمال تمہارے پاس موجود ہیں ان کو لے کر اگلے جہان میں جاؤ۔

ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو ستّر سال تک جہنم میں گرتا رہے گا، لیکن پھر بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔

اللہ کی قسم! یہ جہنم بھی ایک دن انسانوں سے بھر جائے گی، کیا تمہیں اس پر تعجب ہو رہا ہے؟

ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے، لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ جنتیوں کے ہجوم کی وجہ سے اتنا چوڑا دروازہ بھی بھرا ہوا ہوگا۔

میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ ہم حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ صرف سات آدمی تھے اور میں بھی ان میں شامل تھا اور ہمیں کھانے کو صرف درختوں کے پتے ملتے تھے، جنہیں مسلسل کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے بھی زخمی ہو گئے تھے اور مجھے ایک گری پڑی چادر ملی تھی۔ میں نے اس کے دو ٹکڑے کیے، ایک ٹکڑے کو میں نے اور ایک کو حضرت سعد بن مالک رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ نے لنگی بنا لیا۔ ایک زمانے میں تو ہمارے فقر و فاقہ کا یہ حال تھا اور آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا گورنر بنا ہوا

میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی نگاہ میں تو بڑا ہوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں۔

حاکم کی روایت کے آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہر نبوت کی لائن دن بدن کم ہوتی چلی گئی ہے اور بالآخر اس کی جگہ بادشاہت نے لے لی ہے اور میرے بعد تم اور گورنروں کا تجربہ کرلو گے۔[1]

مُذاکرہ

سُؤال ①: بصرہ شہر کس نے کس کے حکم سے بسایا تھا؟

سُؤال ②: حضرت عتبہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی آنتوں پر زخم کیوں پڑ گئے تھے؟

سُؤال ③: حضرت عتبہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو جنت اور جہنم کے بارے میں کیا بتایا گیا تھا؟

سُؤال ④: حضرت عتبہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کا انتقال کیسے ہوا؟

[1] أخرجه الحاكم فی المستدرك، كتاب معرفة الصحابة: ۳/۳۱۷، رقم: ۵۲۰۵

حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

تعارُف

آپ کا نام حذیفہ، ابوعبداللہ کنیت اور والد کا نام رباب تھا۔ آپ کے والد کے خاندان کا تعلق یمن سے تھا، اس وجہ سے آپ کی قوم نے ان کا نام یمان رکھ دیا۔ آپ غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

غزوۂ بدر میں شریک ہونے کے لئے مکہ سے نکلے تھے کہ کفار نے راستہ روک لیا، پوچھا: کہاں جارہے ہو؟

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بتایا: مدینہ جارہے ہیں۔

کفار نے کہا: اس شرط پر جانے دیں گے کہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوگے۔ آپ نے عہد کیا۔

مدینہ پہنچ کر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سامنے غزوۂ بدر میں شریک ہونے کے شوق کا اظہار کیا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اپنے عہد کو قائم کرو۔

آپ کا شمار کبار علماء میں ہوتا تھا۔ قیامت تک ہونے والے انقلابات اور منافقینِ اسلام کا نام حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آپ کو بتا دیا تھا۔ اس وجہ سے آپ کو ''صاحب سر رسول'' (یعنی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے رازدار) بھی کہا جاتا۔

۳۶ھ میں حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے چالیس روز بعد آپ کا انتقال ہوا۔

آپ کا زہد

حضرت ساعدہ بن سعد بن حذیفہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت حذیفہ

بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث اور میرے جی کو سب سے زیادہ محبوب وہ دن ہے جس میں اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤں اور مجھے ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اور وہ یوں کہیں کہ آج ہمارے پاس کھلانے کے لئے کچھ ہے ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مریض کو اس کے گھر والے جتنا کھانے سے بچاتے ہیں اللہ تعالیٰ مؤمن کو اس سے زیادہ دنیا سے بچاتے ہیں اور باپ اپنی اولاد کے لئے خیر کی جتنی فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مؤمن کی آزمائش کا اہتمام کرتے ہیں۔[1]

آپ کے بیانات

قیامت نزدیک آچکی ہے

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن شہر کے گورنر تھے۔ ہمارے اور مدائن کے درمیان ایک فرسخ یعنی تین میل کا فاصلہ تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ مدائن جمعہ پڑھنے گیا، چناں چہ وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا: قیامت قریب آگئی اور چاند کے ٹکڑے ہو گئے۔

غور سے سنو! چاند کے تو ٹکڑے ہو چکے ہیں۔

توجہ سے سنو! دنیا نے جدائی کا اعلان کر دیا ہے۔

غور سے سنو! آج تو تیاری کا دن ہے، کل کو ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا مقابلہ ہے۔ میں نے اپنے والد سے کہا: ان کے نزدیک آگے نکلنے کا کیا مطلب ہے؟

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۴۵، رقم: ۹۲۹

انہوں نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ کون جنت کی طرف آگے بڑھتا ہے۔[1]

ابن جریر کی روایت کے شروع میں یہ مضمون ہے غور سے سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾[2]

ترجمہ: ''قیامت نزدیک آپہنچی اور چاند شق ہوگیا۔''

غور سے سنو! بے شک قیامت قریب آچکی ہے۔ اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: کیا سچ مچ کل لوگوں کا آگے نکلنے میں مقابلہ ہوگا؟ میرے والد نے کہا۔

اے میرے بیٹے! تم تو بالکل نادان ہو! اس سے تو اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا مراد ہے۔[3]

شراب بیچنے، خریدنے اور بنانے والے کا گناہ پینے والے کے برابر ہے

حضرت ابوداؤد احمدی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مدائن شہر میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اپنے غلاموں کی کمائی کی تحقیق کرتے رہو اور یہ معلوم کرو کہ وہ کہاں سے کما کر تمہارے پاس لاتے ہیں، کیوں کہ حرام سے پرورش پانے والا گوشت کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

اور یہ بات جان لو کہ شراب کا بیچنے والا، خریدنے والا اور اپنے لئے بنانے والا

---

[1] أخرجه أبو نعيم فی الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٥٠، رقم: ٩٥٤

[2] سورة القمر: آيت ١

[3] كمافی التفسير لابن كثير: ٢٦١/٤، القمر: ١

یہ سب شراب پینے والے کی طرح ہیں۔[1]

آپ کی نصیحتیں

کیا تم لوگ زندوں میں سے مردے کے بارے میں نہیں پوچھتے؟

حضرت ابو طفیل رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں نے حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اے لوگو! اور لوگ تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا، تو کیا تم لوگ زندوں میں سے مردے کے بارے میں نہیں پوچھتے؟ پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے لوگوں کو گمراہی سے ہدایت کی طرف اور کفر سے ایمان کی طرف بلایا، پھر جس کا مقدر اچھا تھا اس نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دعوت کو قبول کرلیا اور جو لوگ مردہ تھے وہ حق کو قبول کر کے زندہ ہوگئے اور جو زندہ تھے وہ باطل پر چلتے رہنے کی وجہ سے مردہ ہوگئے، پھر (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے انتقال سے) نبوت چلی گئی پھر نبوت کے نہج پر خلافت آگئی، اب اس کے بعد ظلم والی بادشاہت ہوگی۔

جو ان کے ظلم پر دل، زبان اور ہاتھ سے انکار کرے گا تو وہ پورے حق پر عمل کرنے والا ہوگا اور جو ہاتھ کو روک لے گا اور صرف دل اور زبان سے انکار کرے گا وہ حق کے ایک حصے کو چھوڑنے والا ہوگا اور جو ہاتھ اور زبان کو روک لے گا اور صرف

---

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب البیوع، ذیل الحرام: ٥٢/٤، رقم: ٩٨٥٨

دل سے انکار کرے گا وہ حق کے دو حصوں کو چھوڑنے والا ہوگا اور جو دل سے بھی انکار نہیں کرے گا وہ انسان زندوں میں سے مردہ ہے۔[1]

دل چار قسم کے ہوتے ہیں

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ نے فرمایا:

دل چار قسم کے ہوتے ہیں:

ایک وہ دل جس پر پردہ پڑا ہوا ہے، یہ تو کافر کا دل ہے۔

دوسرا دو منہ والا دل، یہ منافق کا دل ہے۔

تیسرا وہ صاف ستھرا دل جس میں چراغ روشن ہے یہ مؤمن کا دل ہے۔

چوتھا وہ دل جس میں نفاق بھی ہے اور ایمان بھی۔ ایمان کی مثال درخت جیسی ہے جو عمدہ پانی سے بڑھتا ہے اور نفاق کی مثال پھوڑے جیسی ہے جو پیپ اور خون سے بڑھتا ہے۔ ایمان اور نفاق میں سے جس کی صفات غالب آجائیں گی وہی غالب آجائے گا۔[2]

فَائِدَة: دل کی اصلاح کے لئے یہ دعا ہر وقت مانگتے رہنا چاہیے:

"اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ"[3]

تَرجَمَة: "اے اللہ! تو میرا دل نفاق سے پاک صاف کردے۔"

فتنہ دلوں میں ڈالا جاتا ہے

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ نے فرمایا:

فتنہ دلوں میں ڈالا جاتا ہے، تو جس دل میں وہ فتنہ پوری طرح داخل ہوجاتا

---

[1] أخرجه أبونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٤٣، رقم: ٩١٩

[2] أخرجه أبونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ١/٣٤٤، رقم: ٩٢٤

[3] فيض القدير: ٢/١٨٠، رقم: ١٥٢٩

ہے اس میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اور جو دل اس فتنے سے انکار کرتا ہے اس میں سفید نقطہ لگ جاتا ہے۔

اب تم میں سے جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس پر فتنہ کا اثر پڑا ہے یا نہیں تو وہ یہ دیکھے کہ جس چیز کو پہلے وہ حلال سمجھتا تھا اب اسے حرام سمجھنے لگ گیا ہے یا جس چیز کو وہ پہلے حرام سمجھتا تھا اب اسے حلال سمجھنے لگ گیا ہے تو بس سمجھ لے کہ اس پر فتنہ کا پورا اثر ہو گیا ہے۔[1]

فتنوں سے دور رہو

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

فتنوں سے بچ کر رہو اور کوئی آدمی خود اٹھ کر فتنے کی طرف نہ جائے، کیوں کہ اللہ کی قسم! جو بھی از خود اٹھ کر فتنوں کی طرف جائے گا اسے فتنے ایسے بہا کر لے جائیں گے جیسے سیلاب کوڑے کے ڈھیروں کو بہا کر لے جاتا ہے۔

فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے یہاں تک کہ جاہل کہتا ہے کہ یہ تو حق جیسا ہے (اس وجہ سے لوگ فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں) لیکن جب جاتا ہے تو اس وقت صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تو فتنہ تھا، لہٰذا جب تم فتنے کو دیکھو تو اس سے بچ کر رہو اور گھروں میں بیٹھ جاؤ اور تلواریں توڑ ڈالو اور کمان کی تانت کے ٹکڑے کر دو۔[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

فتنے رک جاتے ہیں اور پھر اچانک شروع ہو جاتے ہیں، اس لئے اس کی پوری کوشش کرو کہ تمہیں ان دنوں میں موت آجائے جن دنوں فتنہ رکا ہوا ہو (مرنے کی

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۴۰، رقم: ۹۰۸

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۴۱، رقم: ۹۱۳

کوشش سے مراد مرنے کی تمنا اور اس کی دعا ہے)۔[1]

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

"إِنَّ الْفِتنَةَ وُكِلَتْ بِثَلاثٍ"

"فتنہ تین آدمیوں کے ذریعے آتا ہے۔"

"بِالْحَادِّ النِّحْرِيْرِ الَّذِيْ لَا يَرْتَفِعُ لَهُ شَيْئٌ إِلَّا قَمَعَهُ بِالسَّيْفِ"

"ایک تو اس ماہر اور طاقت ور عالم کے ملحد ہوجانے کے ذریعے جو اٹھنے والی ہر چیز کا تلوار کے ذریعے قلع قمع کر دیتا ہے۔"

"وَبِالْخَطِيْبِ الَّذِيْ يَدْعُوْ إِلَيْهَا"

"دوسرے اس بیان والے کے ذریعے جو فتنے کی دعوت دیتا ہے۔"

"وَبِالسَّيِّدِ"

"تیسرے سردار اور حاکم کے ذریعے۔"

"فَأَمَّا هٰذَانِ فَتَبْطَحُهُمَا لِوُجُوْهِهِمَا، وَأَمَّا السَّيِّدُ فَتَبْحَثُهُ حَتّٰى تَبْلُوَ مَاعِنْدَهُ"

"عالم اور بیان کرنے والے کو تو فتنہ منہ کی بل گرا دیتا ہے، البتہ سردار کو فتنہ خوب کریدتا ہے اور پھر جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اس سب کو فتنے میں مبتلا کر دیتا ہے۔"[2]

دنیا اور آخرت دونوں کے لئے محنت کرو

حضرت اعمش رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے:

---

[1] أخرجه أبونعيم فى الحية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ٣٤٢/١، رقم: ٩١٤

[2] أخرجه أبونعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ٣٤٢/١، رقم: ٩١٨

تم میں وہ لوگ سب سے بہترین نہیں ہیں جو دنیا کو آخرت کی وجہ سے یا آخرت کو دنیا کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں، بل کہ سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے محنت کرتے ہیں۔[1]

مُذاکرہ

سُوال ①: حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے والد کو یمان کیوں کہا جاتا تھا؟

سُوال ②: حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ''صاحب سر رسول'' (یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا رازدار) کیوں کہا جاتا تھا؟

سُوال ③: دل کتنے قسم کے ہوتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

سُوال ④: گناہ کا اثر دل پر کیسے پڑتا ہے؟

---

[1] أخرجه أبونعيم فی الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳٤۷/۱، رقم: ۹۳۹

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ

تعارُف

آپ کا نام عبداللہ، ابوموسیٰ کنیت اور والد کا نام قیس تھا۔

صدائے عام پر قریب والوں نے اپنے کان بند کر لئے تھے، لیکن آپ یمن سے چل کر آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول فرمایا۔ اپنے علاقے کے بہت بڑے رئیس تھے۔ اس وجہ سے اپنے وطن لوٹ کر دعوت و تبلیغ شروع کردی۔ بہت سے لوگ آپ کی دعوت سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو زیریں یمن کا والی مقرر فرمایا تھا۔

معرکہ صفین میں جب مسلمانوں کے دو فرقوں (حضرت علی اور حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُمَا) کا اختلاف ہوا۔ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ کی طرف سے آپ ہی حکم مقرر ہوئے۔

آپ بہت بڑے عالم و زاہد تھے۔ بارگاہ نبوی میں آپ ان چھ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُمْ میں سے تھے جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتویٰ دینے کی اجازت دی تھی۔

آپ عمر کے آخری حصے تک احکامِ نبوی کے پاس دار (تابع دار) تھے۔ اور ۴۴ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔

تین مرتبہ اجازت مانگنے پر اجازت نہ ملے تو واپس چلنا چاہیے

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ گھبرائے ہوئے آئے اور کہنے لگے: میں نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے تین مرتبہ اجازت مانگی، لیکن مجھے اجازت نہ ملی آخر میں واپس آگیا۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلایا اور) فرمایا: آپ اندر کیوں نہیں آئے؟

حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا:

میں نے تین مرتبہ اجازت مانگی تھی، لیکن مجھے اجازت نہ ملی تو میں واپس آگیا، کیوں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے چاہیے کہ وہ واپس چلا جائے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: تمہیں اس پر گواہ پیش کرنے ہوں گے۔ کیا آپ لوگوں میں سے کسی نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ بات سنی ہے؟

حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: (ہم سب نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ حدیث سنی ہے اس لئے) آپ کو یہ حدیث سنانے کے لئے ہم لوگوں میں سے سب سے کم عمر آدمی ہی کھڑا ہوگا۔ میں سب سے چھوٹا تھا، میں نے کھڑے ہو کر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بتایا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔[1]

---

[1] بخاری، كتاب الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثاً: ۲/۹۲۳

آپ کا بیان

دعا میں رویا کرو یا رونے جیسی شکل ہی بنالیا کرو

حضرت قسامہ بن زہیر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بصرہ میں لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! رویا کرو اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل ہی بنالیا کرو، کیوں کہ جہنم والے اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو ختم ہوجائیں گے، پھر وہ خون کے اتنے آنسو روئیں گے کہ اگر ان آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل جائیں۔ [1]

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام کیا تھا؟

سُؤال ②: بارگاہ نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں آپ کو کیا ذمہ داری دی گئی تھی؟

سُؤال ③: آپ لوگوں کو کیا بیان فرمایا کرتے تھے؟

سُؤال ④: آپ کا انتقال کہاں ہوا؟

[1] أخرجه ابن سعد فی الطبقات، الطبقة الثانية من المهاجرين والانصار ومن خلفاء بنی عبد شمس ......: ۳/۷۷

حضرت حسین بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

تعارُف

آپ کا نام حسین، ابوعبداللہ کنیت، سیّد شباب اہل الجنۃ لقب اور آپ کے والد ماجد کا نام حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھا۔ آپ رسول کریم ﷺ کے لاڈلے تھے۔ آپ کی ذات جرأت وصداقت، عزم وعمل اور ایثار سے عبارت تھی۔ عہدِ نبوی اور عہدِ شیخین (ابوبکر وعمر کے زمانے) میں آپ چھوٹے تھے، اس وجہ سے جنگوں میں شرکت نہ کر سکے، لیکن حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں مکمل جوان ہو چکے تھے۔ اس وقت بہت سے جنگوں میں شریک ہوئے اور اپنے مجاہدانہ کارنامے دکھائے۔

حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بعد ان کا بیٹا یزید خلیفہ بنا۔ انہوں نے آپ سے زبردستی بیعت لینی چاہی۔ آپ نے ذرا تامل کیا۔ دوسری طرف اہلِ کوفہ نے آپ کو امام وامیر بنانے کا عندیہ دیا۔ آپ کو حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے منع کیا، تاہم آپ پرعزم تھے اور اہلِ کوفہ کی دعوت پر وہاں پہنچے، جا کر اندازہ ہوا کہ آپ کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اور گھیرے گئے۔ تین دن تک آپ پر پانی بند کیا گیا اور دس محرم الحرام (یوم عاشورا) کو کربلا میں شہید کئے گئے۔

آپ کے بیانات

مؤمن کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ہونا چاہیے

حضرت محمد بن حسن رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: جب عمر بن سعد نے (لشکر

لے کر) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پڑاؤ ڈالا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ انہیں قتل کر دیں گے، لہٰذا انہوں نے اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہو کر بیان کیا، پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

جو معاملہ تم دیکھ رہے ہو وہ سر پر آن پڑا ہے (ہمیں قتل کرنے کے لئے لشکر آ گیا ہے) دنیا بدل گئی ہے اور اوپری ہو گئی ہے۔ اس کی نیکی پیٹھ پھیر کر چلی گئی ہے اور دنیا کی نیکی میں سے صرف اتنا رہ گیا جتنا برتن کے نچلے حصے میں رہ جایا کرتا ہے۔ بس گھٹیا زندگی رہ گئی ہے جیسے مضر صحت چراگاہ ہوا کرتی ہے جس کا گھاس کھانے سے ہر جانور بیمار ہو جاتا ہے۔ کیا آپ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ حق پر عمل نہیں کیا جا رہا اور باطل سے رکا نہیں جا رہا (ان حالات میں) مؤمن کو اللہ سے ملاقات کا شوق ہونا چاہیے۔ میں تو اس وقت موت کو بڑی سعادت کی چیز اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو پریشانی اور بے چینی کی چیز سمجھتا ہوں۔[1]

حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینے پر اللہ کی سزا

حضرت عقبہ بن ابی العیزار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''بیضہ'' مقام میں اپنے ساتھیوں میں اور حر بن یزید کے ساتھیوں میں بیان کیا، پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھے اور اللہ سے کئے ہوئے معاہدے کو توڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مخالف ہو اور اللہ کے بندوں کے بارے میں گناہ اور زیادتی کے کام کرتا ہو اور پھر وہ آدمی اس بادشاہ کو اپنے قول اور فعل سے نہ بدلے تو اللہ پر حق ہوگا کہ وہ اسے اس جرم کے لائق جگہ یعنی جہنم میں داخل کرے۔

---

[1] تاریخ ابن جریر طبری، ذکر الخبر عما کان فیہا من الاحداث: ۳۰۷/۳

غور سے سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ فساد کو غالب کر دیا ہے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو چھوڑ دیا ہے۔ مالِ غنیمت پر خود قبضہ کرلیا ہے۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ لہٰذا لوگوں کو بدلنے کا سب سے زیادہ حق مجھ پر ہے۔

تمہارے خط میرے پاس آئے تھے اور تمہارے قاصد بھی مسلسل آتے رہے کہ تم مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو اور مجھے بے یارو مددگار نہیں چھوڑو گے۔ اب اگر تم اپنی بیعت پر پورے اترتے ہو تو تمہیں پوری ہدایت ملے گی اور پھر میں بھی علی کا بیٹا حسین ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے اور میرے گھر والے تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں۔ تم لوگوں کے لئے میں بہترین نمونہ ہوں۔

اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد توڑ دیا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا تو میری جان کی قسم! ایسا کرنا تم لوگوں کے لئے کوئی اجنبی اور اوپری چیز نہیں ہے، بل کہ تم لوگ تو ایسا میرے والد، میرے بھائی اور میرے چچا زاد بھائی (مسلم بن عقیل) کے ساتھ بھی کر چکے ہو۔

جو تم لوگوں سے دھوکا کھائے وہ اصل دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔ تم اپنے حصے سے چوک گئے اور تم نے (خوش قسمتی میں سے) اپنا حصہ ضائع کر دیا۔

جو عہد توڑے گا تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا اور عن قریب اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے مستغنی کر دے گا۔ تم لوگوں کی مجھے ضرورت نہ رہے گی۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ[1]

---

[1] تاریخ ابن جریر طبری، ذکر الخبر عما کان فیها من الاحداث ۳۰۷/۳

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کیا لقب عطا فرمایا تھا؟

سُؤال ②: زندگی میں دنیا کی کتنی مقدار رہ گئی ہے؟

سُؤال ③: ظالموں کے بارے میں حضرت حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کیا ارشاد منقول ہے؟

سُؤال ④: آپ کی شہادت کیسے ہوئی؟

حضرت یزید بن شجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

تعارف

آپ کا نام یزید اور والد کا نام شجرہ تھا۔ قبیلہ مذحج سے تعلق رکھتے تھے۔ تیر تلوار سے بچپن ہی سے شغف تھا۔ عہدِ رسالت کے آخری زمانے میں اسلام قبول کیا، اس وجہ سے غزوات میں اپنے کارنامے نہ دکھا سکے۔ حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانے میں اکثر مہمات آپ ہی کی قیادت میں بھیجے جاتے تھے۔ ۳۹ھ میں حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کو حج کا امیر بھی بنایا تھا۔

۵۵ھ میں رومیوں کے مقابلے میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

آپ کے بیانات

تلواریں جنت کی چابیاں ہیں

حضرت مجاہد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت یزید بن شجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اللہ نے جو نعمتیں تمہیں دی ہیں انہیں یاد رکھو اور اللہ کی یہ نعمتیں کتنی اچھی ہیں ہم سرخ، سبز اور زرد رنگ برنگے کپڑے دیکھ رہے ہیں اور گھروں میں جو سامان ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

حضرت یزید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب لوگ نماز کے لئے صفیں

بنالیتے ہیں اور لڑائی کے لئے صفیں بنالیتے ہیں تو آسمان کے، جنت کے اور دوزخ کے دوازے کھول دیئے جاتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی حوریں سجائی جاتی ہیں اور وہ جھانک کر دیکھنے لگ جاتی ہیں۔ جب آدمی آگے بڑھتا ہے تو وہ کہتی ہیں:

اے اللہ! اس کی مدد فرما۔

جب آدمی پیٹھ پھیرتا ہے اور پیچھے ہٹتا ہے تو وہ اس سے پردہ کرلیتی ہیں اور کہتی ہیں:

اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔

لٰہذا تم پورے زور سے جنگ کرو۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اور موٹی آنکھوں والی حوروں کو رسوانہ کرو کیوں کہ جب خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اس نے جتنے گناہ کئے ہوتے ہیں وہ سب معاف ہوجاتے ہیں اور دو حوریں آسمان سے اترتی ہیں اور اس کے چہرے کو صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں: ہم سے ملاقات کا وقت آگیا ہے۔

وہ شہید کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ملاقات کا وقت قریب آگیا ہے۔ پھر اسے سو جوڑے پہنائے جاتے ہیں جو بنی آدم کی بنائی کے نہیں ہوتے، بل کہ جنت کی پیداوار کے ہوتے ہیں اور وہ اتنے باریک اور لطیف ہوتے ہیں کہ وہ سو جوڑے دو انگلیوں کے درمیان رکھ دیئے جائیں تو سارے جوڑے دونوں انگلیوں کے درمیان آجائیں اور حضرت یزید بن شجرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔[1]

جہنم کے خوف ناک مناظر

حضرت مجاہد رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت یزید بن شجرہ رہاوی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ

---

[1] مجمع الزوائد، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی الشهادة وفضلها: ۳۸۲/۵، رقم: ۹۵۲۲

شام کے گورنروں میں سے ایک گورنر تھے۔ حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ انہیں لشکروں کا امیر بنایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں عطا فرمائی ہیں انہیں یاد رکھو۔ اگر تم غور سے دیکھو تو تمہیں بھی وہ سیاہ، سرخ، سبز اور سفید رنگ برنگی نعمتیں نظر آجائیں گی جو مجھے نظر آ رہی ہیں۔ تم لوگوں کے نام، نشانیاں، حلیے، تنہائی کی باتیں اور مجلسیں سب چیزیں اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہیں۔

جب قیامت کا دن آئے گا تو کسی سے کہا جائے گا: اے فلانے! یہ تیرا نور ہے اور کسی سے کہا جائے گا: اے فلانے! تیرے لئے کوئی نور نہیں ہے۔

جیسے سمندر کا ساحل ہوتا ہے، ایسے ہی جہنم کا بھی ساحل ہے، وہاں کیڑے مکوڑے، حشرات الارض اور کھجور کے درخت جتنے لمبے سانپ اور خچر کے برابر بچھو ہیں۔

جب جہنم والے اللہ سے فریاد کریں گے کہ ہمارا جہنم کا عذاب ہلکا کر دیا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ جہنم سے نکل کر ساحل پر چلے جاؤ۔ وہ نکل کر وہاں آئیں گے تو وہ کیڑے مکوڑے حشرات الارض ان کے ہونٹوں، چہروں اور دوسرے اعضاء کو پکڑ لیں گے اور انہیں نوچ کھائیں گے تو اب وہ یہ فریاد کرنے لگیں گے کہ ہمیں ان سے چھڑایا جائے اور جہنم میں واپس جانے دیا جائے۔

اور جہنم والوں پر خارش کا عذاب بھی مسلط کیا جائے گا اور جہنمی اتنا کھجائے گا کہ اس کی ہڈی ننگی ہو جائے گی، فرشتہ کہے گا:

اے فلانے! کیا تجھے اس خارش سے تکلیف ہو رہی ہے؟

وہ کہے گا: ہاں۔

فرشتہ کہے گا: تو جو مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتا تھا یہ اس کے بدلے میں ہے۔[1]

---

[1] أخرجه الحاكم، في المستدرك، كتاب معرفة الصحابة: ۳/٦٠٦، رقم: ٦١٦٢

مُذاکرہ

سُؤال ①: عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں کارنامے نہ دکھا سکے؟

سُؤال ②: جہنم کے خوف ناک مناظر بیان کیجیے؟

سُؤال ③: مجاہدین کے آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے وقت حوریں کیا کہتی ہیں؟

سُؤال ④: حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسے جام شہادت نوش فرمایا؟

حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

تعارُف

آپ کا نام اُبی، ابوالطفیل کنیت اور سیّد القراء، سیّد الانصار لقب تھا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے توریت کا مطالعہ کرتے تھے۔ اسی مذہبی جذبے نے دینِ اسلام کی طرف راغب کیا۔ غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں شریک رہے۔ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی رحلت کے بعد تدوینِ قرآن کی جماعت میں بھی شامل رہے۔ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دور میں جب قراءت کے اختلاف کا مسئلہ پیش ہوا تو آخرکار آپ کی قراءت پر ہی سب کا اتفاق ہوا۔ آج ہمارے اور آپ کے درمیان قرآن کریم کا جو نسخہ ہے وہ حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی کی قراءت کے مطابق ہے۔

آپ نے ۳۹ھ میں حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ ہی میں دفن ہوئے۔

دو بڑے صحابہ کے درمیان آپ کا فیصلہ

حضرت زید بن اسلم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: حضرت عباس بن عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک گھر مدینہ منورہ کی مسجد (نبوی) کے بالکل ساتھ تھا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے مسجد میں شامل کرنا چاہا تو حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا:

آپ یہ گھر میرے ہاتھ بیچ دیں۔ حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انکار کردیا۔

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: آپ یہ گھر مجھے ہدیہ ہی کردیں۔

وہ یہ بھی نہ مانے۔

پھر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

آپ خود ہی یہ گھر مسجد میں شامل کردیں۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کردیا۔

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

آپ کو ان تین کاموں میں سے کوئی ایک کام تو کرنا ہی پڑے گا، لیکن حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر بھی تیار نہ ہوئے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اچھا پھر کسی کو آپ ثالث مقرر کرلیں جو ہمارا فیصلہ کردے۔ انہوں نے حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مقرر کیا۔ یہ دونوں حضرات اپنا مقدمہ ان کے پاس لے گئے۔

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا:

میرا فیصلہ یہ ہے کہ آپ ان کی مرضی کے بغیر ان سے یہ گھر نہیں لے سکتے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے پوچھا: آپ کو یہ فیصلہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن میں ملا ہے یا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی حدیث میں؟

انہوں نے فرمایا: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی حدیث میں۔

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: وہ حدیث کیا ہے؟

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

حضرت سلیمان بن داؤد عَلَیْہِمَا السَّلَامُ نے جس وقت بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو جب بھی وہ کوئی دیوار بناتے تو صبح کو وہ گری ہوئی ہوتی۔ آخرکار اللہ

تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اگر آپ کسی کی زمین میں بنانا چاہتے ہیں تو پہلے اسے راضی کرلیں۔

یہ سن کر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو چھوڑ دیا۔ بعد میں حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی خوشی سے اس گھر کو مسجد میں شامل کردیا۔[1]

اچھی چیز اللہ کے راستے میں خرچ کرنا

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا، جب اس نے اپنے سارے جانور جمع کردیئے تو میں نے دیکھا کہ ان جانوروں میں اس پر صرف ایک سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے۔

میں نے کہا: تم ایک سالہ اونٹنی دے دو، کیوں کہ زکوٰۃ تم پر اتنی ہی بنتی ہے۔ اس آدمی نے کہا: یہ کم عمر اونٹنی نہ تو دودھ دے سکتی ہے اور نہ سواری کے کام آسکتی ہے، البتہ یہ والی اونٹنی جوان اور خوب موٹی تازی ہے، تم اسے لے لو۔

میں نے کہا: جس جانور کے لینے کا مجھے حکم نہیں ملا میں اسے نہیں لے سکتا، البتہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تمہارے قریب ہی ہیں، اگر تم مناسب سمجھو تو تم مجھے جو دینا چاہتے ہو وہ خود جا کر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش کردو، اگر وہ قبول فرمالیں گے تو میں بھی قبول کرلوں گا۔ اگر انہوں نے قبول نہ فرمایا تو پھر میں نہیں لے سکتا۔

اس نے کہا: چلو ایسے کرلیتا ہوں۔ چناں چہ وہ میرے ساتھ چل پڑا اور اپنے ساتھ وہ اونٹنی بھی لے لی جو مجھے پیش کی تھیں، پھر ہم لوگ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

[1] حیاۃ الصحابہ، (اردو) حضرت عمر کا عدل وانصاف: ۲/۱۶۴، ۱۶۵

اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا قاصد مجھ سے میرے جانوروں کی زکوٰۃ لینے آیا تھا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم (میرے جانوروں کی زکوٰۃ لینے) آئے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد۔ چناں چہ آپ کے قاصد کے سامنے میں نے اپنے سارے جانور جمع کر دیئے۔

آپ کے قاصد نے بتایا کہ مجھ پر زکوٰۃ میں صرف ایک سالہ اونٹنی واجب ہے جو کہ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے کام آ سکتی ہے۔ اس لئے میں نے آپ کے قاصد کے سامنے ایک جوان موٹی تازی اونٹنی پیش کی کہ اسے لے لے، لیکن انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔

یارسول اللہ! وہ اونٹنی یہ ہے، میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: واجب تو تم پر وہی ایک سالہ اونٹنی ہے۔ تم اپنی مرضی سے اس سے بہتر جانور دینا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بہتر جزا عطا فرمائے، ہم اسے قبول کرتے ہیں۔

اس نے (خوشی میں) دوبارہ کہا: یارسول اللہ! وہ اونٹنی یہ ہے، میں آپ کے پاس اسے لایا ہوں آپ اسے لے لیں۔

چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لینے کا حکم فرما دیا اور اس کے لئے اس کے جانوروں میں برکت کی دعا فرمائی۔[1]

آپ کی نصیحتیں

اللہ کی کتاب کو امام بنالو

حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: ایک آدمی نے حضرت اُبی بن

[1] أبو داود، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، رقم: ۱۵۸۳

کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں عرض کیا: مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ فرمایا:
اللہ کی کتاب کو امام بنالو اور اس کے قاضی اور فیصلہ ہونے پر راضی رہو، کیوں کہ اسی کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تمہارے لئے پیچھے چھوڑ کر گئے ہیں۔ یہ ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش مانی جاتی ہے اور ایسا گواہ ہے جس پر کوئی تہمت نہیں لگائی جاسکتی۔ اس میں تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا تذکرہ ہے اور اس میں تمہارے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور اس میں تمہارے اور تمہارے بعد والوں کے حالات ہیں۔[1]

لو بھی تو اللہ کی خاطر، چھوڑو بھی تو اللہ کی خاطر

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:
جو بندہ بھی کسی چیز کو اللہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے، اللہ اس کے بدلے میں اس سے بہتر چیز اس کو وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان نہیں ہوتا۔
اور جو بندہ کسی چیز کو ہلکا سمجھ کر اسے وہاں سے لے لیتا ہے جہاں سے لینا ٹھیک نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ سخت چیز وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔[2]

مؤمن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:
"اَلْمُؤْمِنُ بَيْنَ أَرْبَعٍ إِنِ ابْتُلِيَ صَبَرَ، وَ إِنْ أُعْطِيَ شَكَرَ وَ إِنْ قَالَ صَدَقَ، وَ إِنْ حَكَمَ عَدَلَ"
مؤمن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے۔ اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو

---

[1] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۱۸، رقم: ۸۳۸
[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۱۹، رقم: ۸۴۰

صبر کرتا ہے اور اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور اگر بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو انصاف والا فیصلہ کرتا ہے اور ایسے مؤمن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ﴾ [1]

یہ مؤمن پانچ قسم کے نوروں میں چلتا پھرتا ہے۔

اس کا کلام نور ہے اور اس کا علم نور ہے۔ یہ اندر جاتا ہے تو نور میں جاتا ہے۔ یہ باہر نکلتا ہے تو نور سے باہر نکلتا ہے اور قیامت کے دن یہ نور کی طرف لوٹ کر جائے گا۔

اور کافر پانچ قسم کی ظلمتوں (اندھیروں) میں چلتا پھرتا ہے: اس کا کلام ظلمت ہے۔ اس کا عمل ظلمت ہے۔ اندر جاتا ہے تو ظلمت میں جاتا ہے اور باہر آتا ہے تو ظلمت میں آتا ہے اور قیامت کے دن یہ بے شمار ظلمتوں کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ [2]

تم جانتے ہو کہ دنیا کیا ہے؟

حضرت ابونضرہ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ایک آدمی کو جریا جو یبر کہا جاتا تھا، انہوں نے کہا:

میں نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانۂ خلافت میں ان سے ایک باندی لینے کا ارادہ کیا۔ میں سفر کر کے رات کے وقت مدینہ پہنچا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بڑی ذہانت اور بات کرنے کا بڑا سلیقہ عطا فرمایا ہوا ہے۔ میں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں گیا اور دنیا کے بارے میں بات شروع کی اور دنیا کے چھوٹے ہونے

---

[1] سورۃ النور: آیت ۳۵

[2] أخرجه أبو نعيم في الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۱/۳۲۰، رقم: ۸۴۷

کو بیان کرنے لگا اور اس کا حال ایسا بنا کر چھوڑا کہ گویا دنیا کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں بات پوری کر چکا تو انہوں نے فرمایا:

تمہاری ساری بات تقریباً ٹھیک تھی، لیکن تم نے دنیا کی جو برائی بیان کی یہ ٹھیک نہیں تھا اور تم جانتے ہو کہ دنیا کیا ہے؟

دنیا کے ذریعے تو ہم جنت تک پہنچیں گے اور یہی آخرت کے لئے زادِ راہ ہے اور دنیا ہی میں تو تمہارے وہ اعمال ہیں جن کا بدلہ تم کو آخرت میں ملے گا۔

غرضیکہ انہوں نے دنیا کے بارے میں جو بات کرنی شروع کی تو پتہ چلا کہ یہ تو دنیا کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! یہ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے صاحب کون ہیں؟

فرمایا: یہ مسلمانوں کے سردار (حضرت) ابی بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں[1])۔

جس سے حاجت پوری نہ ہو، اس سے سوال نہ کرو

ایک آدمی نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا: اے ابوالمنذر! آپ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ فرمایا:

(۱) لایعنی والے کام میں ہرگز نہ لگو (۲) دشمن سے کنارہ کش رہو (۳) دوست کے ساتھ چوکنے ہو کر چلو (دوستی میں تم سے غلط کام نہ کروالے) (۴) زندہ آدمی کی ان ہی باتوں پر رشک کرو جن پر مر جانے والے رشک کرتے ہو یعنی نیک اعمال اور اچھی صفات پر۔

اور (۵) اپنی حاجت اس آدمی سے طلب نہ کرو جسے تمہاری حاجت پوری

---

[1] أخرجه البخاری فی الادب المفرد، باب الخرق: ۱۴۵، رقم: ۴۷۶

کرنے کی پروانہیں ہے۔[1]

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کا لقب کیا تھا؟

سُؤال ②: قرآن کریم کی تدوین کے وقت کس کی قراءت پر تمام صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ کا اتفاق ہوا؟

سُؤال ③: حضرت عمر اور حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کے درمیان حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے کیا فیصلہ فرمایا؟

سُؤال ④: سوال کن لوگوں سے کرنا چاہیے؟

---

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ۹۳/۱٦، رقم: ٤٤٢٤٢

حضرت شداد بن اَوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

تعارُف

آپ کا نام شداد، ابوعبدالرحمٰن کنیت اور والد کا نام اوس ہے۔ تمام خاندان مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔ آپ نے بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

آپ نہایت بردبار اور کم بولتے تھے، لیکن جب بولتے تو میٹھی اور صاف زبان استعمال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے تنگی کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تمہیں کبھی تنگی نہ ہوگی اور تمہاری اولاد بیت المقدس کا امام ہوگی۔

عہدِ نبوت کے بعد فلسطین چلے گئے۔ وہاں ۵۸ھ میں انتقال ہوا، اور بیت المقدس میں دفن ہوئے۔

آپ کی نصیحتیں

آپ لوگوں نے خیر وشر کے اسباب دیکھے ہیں

حضرت زیاد بن مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں: حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرمایا کرتے تھے:

”إِنَّکُمْ لَمْ تَرَوْا مِنَ الْخَیْرِ إِلَّا أَسْبَابَہٗ وَلَمْ تَرَوْا مِنَ الشَّرِّ إِلَّا أَسْبَابَہٗ“

تَرجَمَہ: ”آپ لوگوں نے خیر نہیں دیکھی اس کے اسباب دیکھے ہیں اور شر نہیں دیکھا اس کے اسباب دیکھے ہیں۔“

"اَلْخَيْرُ كُلُّهُ بِحَذَا فِيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ وَالشَّرُّ كُلُّهُ بِحَذَا فِيْرِهٖ فِي النَّارِ"

تَرجَمہ: "ساری کی ساری خیر اپنی تمام صورتوں کے ساتھ جنت میں ہے اور سارا کا سارا شر اپنی تمام صورتوں کے ساتھ جہنم میں ہے۔"

(یعنی بھلائی جنت میں جانے کا اور برائی جہنم میں جانے کا سبب ہے)۔

اور دنیا تو وہ سامان ہے جو سامنے موجود ہے نظر آ رہا ہے، جس میں سے نیک اور برے سب کھا رہے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں سب پر غالب آنے والے بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے اور دنیا اور آخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے یعنی ہر ایک کے چاہنے والے ہیں، لہٰذا تم آخرت کے بیٹوں میں سے بنو اور دنیا کے بیٹوں میں سے نہ بنو۔

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

بعض لوگوں کو علم تو مل جاتا ہے لیکن بردباری نہیں ملتی اور (حضرت) ابویعلی (یہ حضرت شداد کی کنیت ہے) کو علم بھی ملا اور بردباری بھی۔[1]

مُذاکرہ

سُؤال ①: حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کیسی زبان استعمال کرتے تھے؟

سُؤال ②: حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آپ کو کیا دعائیں دیں؟

سُؤال ③: خیر و شر کے متعلق آپ کا کیا بیان تھا؟

سُؤال ④: آپ کہاں دفن کیے گئے؟

---

[1] أخرجه أبو نعيم فى الحلية، ذكر الصحابة من المهاجرين: ۳۳۱/۱، رقم: ۸۸۵

حضرت جندب بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعارف

آپ کا نام جندب اور والد کا نام کعب تھا۔ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے شرک و جادو سے ایک قسم کی نفرت تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں کوفہ میں ایک شعبدہ باز ایسا جادو دکھاتا تھا کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتا تھا۔ عوام اس شعبدہ باز کے کرتب دیکھ کر حیران ہوتے۔ آپ بھی تشریف لے گئے، جاتے ہی اس شعبدہ باز کا کام ایک وار میں تمام کیا، پھر فرمایا: اب زندہ کرو۔

گورنر نے اس جرم میں گرفتار کیا۔ پھر آپ کی عبادت وقراءت سے متاثر ہو کر رہا کر دیا۔ وہاں سے آپ روم تشریف لے گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں وفات پائی۔

آپ کی نصیحتیں

اللہ سے ڈرو اور قرآن پڑھو

حضرت جندب بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اللہ سے ڈرو اور قرآن پڑھو، کیوں کہ قرآن اندھیری رات کا نور ہے اور چاہے دن میں مشقت اور فاقہ ہو، لیکن قرآن پڑھنے سے دن میں رونق آجاتی ہے۔

جب کوئی مصیبت تمہارے مال اور تمہارے جسم سے کسی ایک پر آنے لگے تو

کوشش کرو کہ مال کا نقصان ہو جائے اور جان کا نہ ہو۔

اور جب مصیبت تمہاری جان اور تمہارے دین میں سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ جان کا نقصان ہو جائے، لیکن دین کا نہ ہو۔

اصل ناکام اور نامراد وہ ہے جو اپنے دین میں ناکام و نامراد ہو اور حقیقت میں ہلاک ہونے والا وہ ہے جس کا دین برباد ہو جائے۔

"أَلَا لَا فَقْرَ بَعْدَ الْجَنَّةِ وَلَا غِنٰى بَعْدَ النَّارِ"

ترجمہ: "غور سے سنو! جنت میں جانے کے بعد کوئی فقر و فاقہ نہیں ہوگا اور جہنم میں جانے کے بعد غنا اور مال داری کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔"

"لِأَنَّ النَّارَ لَا يُفَكُّ أَسِيْرُهَا وَلَا يُبْرَأُ جَرِيْحُهَا وَلَا يُطْفَأُ حَرِيْقُهَا"

ترجمہ: "کیوں کہ جہنم کا قیدی کبھی چھوٹ نہیں سکے گا اور اس کا زخمی کبھی ٹھیک نہیں ہوگا اور نہ اس کی آگ کبھی بجھے گی۔"

"وَ إِنَّهُ لَيُحَالُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِ بِمِلْءِ كَفِّ دَمٍ أَصَابَهُ مِنْ دَمِ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ، كُلَّمَا ذَهَبَ لِيَدْخُلَ مِنْ بَابٍ مِّنْ أَبْوَابِهَا وَجَدَهَا تُرَدُّ عَنْهَا."

ترجمہ: "اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کا مٹھی بھر خون بہایا ہوگا تو یہ اس کے لئے جنت میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گا اور جب بھی جنت کے کسی دروازے سے داخل ہونا چاہے گا تو وہاں اسے یہ خون دھکے دیتا ہوا ملے گا۔"

اور جان لو کہ مرنے کے بعد آدمی کو جب دفن کر دیا جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کا پیٹ سڑتا ہے اور اس میں سے بدبو آنے لگتی ہے، لہٰذا اس بدبو کے ساتھ حرام

روزی سے گندگی کا اضافہ نہ کرو۔

اپنے مسلمان بھائیوں کے مال کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور خون بہانے سے بچو۔[1]

مذاکرہ

سؤال ①: حضرت جندب بجلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے جادو کو کیا فرمایا؟

سؤال ②: گورنر نے آپ کو کس وجہ سے رہا کیا؟

سؤال ③: سب سے نامراد کون ہے؟

سؤال ④: حضرت جندب بجلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے قرآن کے بارے میں کیا نصیحت کی؟

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ......: ١٦/٨٩، رقم: ٤٤٢٢٨

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

تعارف

آپ کا نام صدی، ابوامامہ کنیت اور والد کا نام عجلان تھا۔ اپنی ماں کی نسبت سے باہلی مشہور ہوئے۔

بیعتِ رضوان سے پہلے اسلام قبول کیا اور اس میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

اے ابوامامہ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

حدیث کی تبلیغ واشاعت آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ اسی وجہ سے ایک جماعت ہمیشہ خدمت میں حاضر رہتی۔ جنگِ صفین میں حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ ساتھ تھے۔ ۸۶ھ میں عبدالملک اموی کے عہد میں انتقال ہوا اور ۱۰۶ برس عمر پائی۔

آپ کی نصیحتیں

بینے کی بینائی نابینے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی

حضرت سلیم بن عامر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: ہم ایک جنازے کے ساتھ بابِ دمشق میں گئے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوامامہ باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے۔ جب وہ نمازِ جنازہ پڑھا چکے اور لوگ جنازے کو دفن کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ: إِنَّكُمْ قَدْ أَصْبَحْتُمْ وَأَمْسَيْتُمْ فِيْ مَنْزِلٍ تَقْتَسِمُوْنَ فِيْهِ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ وَتُوْشِكُوْنَ أَنْ تَظْعَنُوْا

مِنْهُ إِلٰى مَنْزِلٍ آخَرَ وَهُوَ هٰذَا (يُشِيْرُ إِلَى الْقَبْرِ)"

"اے لوگو! تم اب تو صبح وشام ایسی جگہ کررہے ہو جہاں تم لوگ اپنے اپنے حصے کی نیکیاں اور برائیاں جمع کررہے ہو۔ پھر حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: عن قریب یہاں سے کوچ کرکے اس (قبروالی) جگہ آجاؤ گے۔

"بَيْتُ الْوَحْدَةِ"

"یہ قبر تنہائی کا گھر ہے۔"

"وَبَيْتُ الظُّلْمَةِ"

"اندھیرے کا گھر ہے۔"

"وَبَيْتُ الدُّوْدِ"

"کیڑوں کا گھر ہے۔"

"وَبَيْتُ الضِّيْقِ إِلَّا مَا وَسَّعَ اللّٰهُ"

اور تنگی کا گھر ہے، لیکن جس کے لئے اللہ قبر کو کشادہ کردیں تو یہ الگ بات ہے۔ پھر قیامت کے دن تم لوگ یہاں سے منتقل ہوکر میدانِ حشر میں پہنچ جاؤ گے اور وہاں اللہ کا ایک حکم آئے گا جس سے بہت سے چہرے سفید اور بہت سے سیاہ ہوجائیں گے، پھر وہاں سے دوسری جگہ چلے جاؤ گے۔ اس جگہ سب لوگوں پر سخت اندھیرا چھا جائے گا، پھر نور تقسیم کیا جائے گا۔ مؤمن لوگوں کو تو نور مل جائے گا، لیکن کافروں اور منافقوں کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا، انہیں کچھ بھی نور نہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس مثال کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ

لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾[1]

ترجمہ: ''یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اس کی ایک بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل (ہے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں میسر ہوسکتا۔''

اور کافر و منافق مؤمن کے نور سے روشنی حاصل نہیں کرسکیں گے جیسے اندھا بینا کی دیکھنے کی طاقت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے (پل صراط پر) کہیں گے:

﴿ اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ ﴾[2]

ترجمہ: ''(ذرا) ہمارا انتظار کرلو ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو۔''

اس طرح اللہ تعالیٰ منافقوں کو ان کی چال بازی کی سزا دیں گے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ ﴾[3]

ترجمہ: ''چال بازی کرتے ہیں اللہ سے حالاں کہ اللہ تعالیٰ اس چال

---

[1] سورة النور: آيت ٤٠ [2] سورة الحديد: آيت ١٣
[3] سورة النساء: آيت ١٤٢

کی سزا ان کو دینے والے ہیں۔"

پھر کفار اور منافقین اسی جگہ واپس آئیں گے جہاں نور تقسیم ہوا تھا، لیکن انہیں وہاں کچھ نہیں ملے گا۔ پھر وہ دوبارہ مسلمانوں کے پاس آئیں گے تو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی، جس میں ایک دروازہ (بھی) ہوگا:

﴿بَاطِنُهٗ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾[1]

تَرجَمَہ: "(جس کی کیفیت یہ ہے کہ) اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا۔"

حضرت سلیم بن عامر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کہتے ہیں: یوں منافق دھوکے میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ نور تقسیم ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ منافق اور مؤمنوں کو الگ الگ کردیں گے۔[2]

ہر کام میں صبر کو لازم پکڑو

حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے ایک مرتبہ وعظ فرمایا تو اس میں یہ فرمایا: ہر کام میں صبر کو لازم پکڑو، چاہے وہ کام تمہاری مرضی کا ہو یا نہ ہو، کیوں کہ صبر بہت اچھی خصلت ہے۔ اب تمہیں دنیا پسند آنے لگ گئی ہے اور اس نے اپنے دامن تمہارے سامنے پھیلا دیئے ہیں اور اس نے اپنے زینت والے کپڑے پہن لئے ہیں۔

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ (کو تو اعمال کا شوق تھا اس لئے وہ) اپنے گھر کے صحن میں بیٹھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اس لئے یہاں بیٹھے ہیں تاکہ

---

[1] سورة الحديد: آيت ١٣

[2] تفسير ابن كثير: ٣٠٨/٤، الحديث: ١٣

ہم لوگوں کو سلام کریں اور پھر لوگ بھی ہمیں سلام کریں۔[1]

فائدہ: اس دنیوی زندگی میں ہر شخص کو کسی نہ کسی شکل میں تکلیفوں اور غموں سے سابقہ ضرور پیش آنا ہے، اگر وہ بے صبری کا مظاہرہ کرے، ہر وقت جا بجا اپنے غموں کا دکھڑا روتا رہے اور اپنی تقدیر کا گلہ شکوہ کرے تب بھی اسے غموں سے بالکلیہ نجات نہیں مل سکتی، لیکن اس صورت میں ایک تو وہ ہمیشہ ہمیشہ تکلیف کی گھٹن کا شکار رہے گا، دوسرے اس بے صبری کا بہت بڑا نقصان یہ ہوگا کہ یہ تکلیفیں جو اس کے لئے اجر وثواب کا ذریعہ بن سکتی تھیں، ان کا کوئی اجر بھی نہیں ملے گا۔

اس کے برعکس ایک انسان وہ ہے جو تکلیف اور صدمے کے موقع پر یہ سوچتا ہے کہ یہ چند روزہ دنیا کی تکلیف ہے اور دنیا کی تکلیفوں سے کسی کو بھی مکمل چھٹکارا نہیں مل سکتا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ لہٰذا مجھے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا شکوہ کرنے کی بجائے اس کی حقانیت پر ایمان رکھنا چاہیے۔ اگرچہ اس تکلیف دہ واقعے سے مجھے صدمہ پہنچا ہے۔ اس صدمے کی وجہ سے میرا دل بھی اڈ رہا ہے، لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے کوئی شکایت نہیں، کیوں کہ وہی جانتا ہے کہ میری بہتری کس چیز میں ہے، میں ان ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اسے میرے حق میں بہتر بنا دیں، میرے دل کو سکون اور تسلی عطا فرمادیں اور آئندہ مجھے ایسی تکلیفوں سے محفوظ رکھیں جو مجھے بے تاب کرنے والی ہوں۔

اس شخص کی اسی سوچ کا نام ''صبر'' ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کو تسلی ہوتی ہے، بے چینی میں کمی آتی ہے، دل کو قرار نصیب ہوتا ہے اور دوسری طرف جو تکلیف پہنچی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے حساب اجر ملتا ہے۔

بزرگانِ دین نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ ''صبر'' ہزار عبادتوں کی ایک عبادت ہے

---

[1] کنز العمّال، الثانی، کتاب الاخلاق، الصبر علی البلایا مطلقاً: ۳/۳۰۳، رقم: ۸۶۶۱

جس سے انسان روحانی اعتبار سے ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔

اس ''صبر'' کی علامت یہ ہے کہ جب بھی دل میں صدمہ پیدا ہو انسان زبان سے کہے کہ: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ''۔

چناں چہ غم، دکھ، درد، تکلیف اور پریشانی پر صبر کرنے کے لئے بیت العلم ٹرسٹ کی مطبوعہ کتاب ''پریشانی کے بعد راحت'' کا مطالعہ بھی کریں، جس میں پریشانی کے بعد راحت کے موضوع پر مستند واقعات جمع کئے گئے ہیں، اس موضوع پر یہ ایک بہترین کتاب ہے۔

اسی طرح دارالہدیٰ کی کتاب ''پریشان رہنا چھوڑ دیجیے'' کا مطالعہ بھی بہت فائدہ مند ہوگا۔

تین آدمی ایسے ہیں جو اللہ کی ذمہ داری میں ہیں

حضرت سلیمان بن حبیب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں: میں ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو دبلے پتلے عمر رسیدہ بڑے میاں ہیں اور ان کا ظاہری منظر جو نظر آ رہا تھا ان کی عقل اور ان کی گفتگو اس سے کہیں زیادہ اچھی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے ہم سے یہ بات کی:

اس مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے احکام تم تک پہنچا رہے ہیں اور یہ مجلس تم پر اللہ کی حجت ہے، کیوں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جو کچھ دے کر بھیجا گیا تھا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وہ سب کچھ اپنے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو پہنچا دیا تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے جو کچھ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنا تھا وہ سب آگے پہنچا دیا، لہٰذا تم جو کچھ سن رہے ہو اسے آگے پہنچا دینا۔

تین آدمی ایسے ہیں جو اللہ کی ذمہ داری میں ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو

انہیں جنت میں داخل کریں گے یا اجر وثواب اور غنیمت دے کر انہیں واپس کریں گے:

ایک تو وہ آدمی جو اللہ کے راستے میں نکلا یہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے (شہادت کا مرتبہ دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر وثواب اور مال غنیمت دے کر واپس کریں گے۔

دوسرا وہ آدمی جس نے وضو کیا پھر مسجد گیا، وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے (موت دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر وثواب اور مال غنیمت دے کر واپس کریں گے۔

تیسرا وہ آدمی جو اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہو، پھر فرمایا:

جہنم پر ایک بڑا پل ہے جس سے پہلے سات چھوٹے پل ہیں۔ ان میں سے درمیان والے پل پر حقوق العباد کا فیصلہ ہوگا، چناں چہ ایک بندے کو لایا جائے گا جب وہ درمیان والے پل پر پہنچ جائے گا تو اس سے پوچھا جائے گا: تم پر قرضہ کتنا تھا؟

وہ اپنے قرضے کا حساب لگانے لگے گا۔

پھر حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا﴾[1]

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفانہ کر سکیں گے۔“

پھر وہ بندہ کہے گا:

اے میرے رب! مجھ پر اتنا اتنا قرضہ تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اپنا قرضہ ادا کرو۔

وہ کہے گا:

---

[1] سورة النساء: آیت ٤٢

میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ میں کس چیز سے قرضہ اتار سکتا ہوں۔

پھر فرشتوں سے کہا جائے گا: اس کی نیکیاں لے لو (اور اس کے قرض خواہوں کو دے دو)۔

چناں چہ اس کی نیکیاں لے کر قرض خواہوں کو دی جاتی رہیں گی، یہاں تک کہ اس کے پاس ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ جب اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو کہا جائے گا:

اس سے مطالبہ کرنے والوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دو۔

چناں چہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے اور اپنے حقوق کا ان سے مطالبہ کرنے والوں کو ان سے نیکیاں لے کر دی جاتی رہیں گی، یہاں تک کہ ان کی ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ پھر مطالبہ کرنے والوں کے گناہ ان پر ڈالے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ گناہ پہاڑوں کے برابر ہو جائیں گے۔ پھر حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا:

جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ فسق و فجور کی رہبری کرتا ہے اور فسق و فجور جہنم کا راستہ دکھاتے ہیں۔

اور سچ بولنے کو لازم پکڑو، کیوں کہ سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ پھر فرمایا:

اے لوگو! تم تو زمانۂ جاہلیت والوں سے زیادہ گمراہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں درہم و دینار اس لئے دیئے ہیں کہ تم ایک درہم اور ایک دینار اللہ کے راستے میں خرچ کر کے ساتھ سو درہم اور سات سو دینار کا ثواب حاصل کرو، لیکن تم لوگ تھیلیوں میں درہم و دینار بند کر کے رکھتے ہو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ہو۔

غور سے سنو! اللہ کی قسم! یہ تمام فتوحات ایسی تلواروں کے ذریعے ہوئی ہیں جن

میں زینت کے لئے سونا اور چاندی لگا ہوا نہیں تھا، بل کہ کچا پٹھا، سیسہ اور لوہا لگا ہوا تھا۔[1]

مذاکرہ

سوال ①: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کیا ہے؟

سوال ②: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیا فرمایا؟

سوال ③: آپ کا خاص مشغلہ کیا تھا؟

سوال ④: آپ کا انتقال کس عمر اور کس سن ہجری میں ہوا؟

[1] کنز العمّال، الثامن، کتاب المواعظ والرقائق ...... : ۱٦/۹۱، رقم: ٤٤٢٣١